اسلام اور مغربی دنیا

ڈاکٹر عبدالکریم شکور

Marfat.com

اسلام اور مغربی دنیا

ڈاکٹر عبدالکریم شکور

اسلامک بک سنٹر
لاہور (پاکستان)۔ برطانیہ

Marfat.com

295.4
1 62
۱۱۰۶۶۲

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

نام کتاب: اسلام اور مغربی دُنیا

نام مصنف: ڈاکٹر عبدالکریم شکور

اشاعت: اکتوبر 2012ء

تعداد: 1000

سرورق: آغا ثار

ناشر: آغا ثار

قیمت: -/750 روپے

اسلامک بک سنٹر

انٹر فیتھ بکس

کمرہ نمبر 7، فرسٹ فلور، جلال الدین ٹرسٹ بلڈنگ،

اُردو بازار، لاہور۔

Marfat.com

میرے استاد

رئیس امروہی

اور میرے دوست

صابر رضا، زاہد ظفر

ڈاکٹر بابر غفور، چوہدری محمد افضل

نعیم شیبی، شارق خان، عابد بخاری،

سید شجاعت علی، سید شفاعت علی

اور

میری ساری ایشین ساؤنڈ ریڈیو کی ٹیم

کے نام

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

....	تبصرہ (اوریا مقبول جان)	5
....	ڈاکٹر عبدالکریم شکور	7
....	ابتدائیہ	9
باب نمبر 1	اسلامی فتوحات کا سلسلہ	21
باب نمبر 2	استشراق	27
باب نمبر 3	پروپیگنڈہ	43
باب نمبر 4	ترجمہ	53
باب نمبر 5	پہلا طبع شدہ قرآن	63
باب نمبر 6	ابتدائی دور میں اشاعت قرآن	69
باب نمبر 7	اسلاموفوبیا	77
باب نمبر 8	مناظرہ	93
باب نمبر 9	نویں صدی	99
باب نمبر 10	ٹھوس کرہ	109
باب نمبر 11	ٹولیڈو اسکول	115
باب نمبر 12	فلسفہ	125
باب نمبر 13	ابن رشد	131
باب نمبر 14	بازنطین، ساراسن	137
باب نمبر 15	تیرہویں اور چودہویں صدی میں تبدیلیاں	147
باب نمبر 16	پندرہویں صدی	155
باب نمبر 17	نکولس آف کوسا	163

Marfat.com

باب نمبر18	واقعہ غرانیق	171
باب نمبر19	صلیبی جنگ	183
باب نمبر20	دایرہ	197
باب نمبر21	ہنری اسٹب	203
باب نمبر22	جارج سیل، لوئیس ماراسی، این جے داؤد، رچرڈ بیل	211
باب نمبر23	مارگولیتھ	217
باب نمبر24	سرولیم میور	229
باب نمبر25	انڈکس، ایڈورڈ پوکاک، الفریڈ گلاوم	245
باب نمبر26	اے۔این۔والسٹن، ایچ۔گریم	251
باب نمبر27	ایس۔ایم۔زویمر، پی۔کاسانوا، کے۔ہینڈرک	257
باب نمبر28	میکس ویبر	267
باب نمبر29	جے۔ایم۔روڈویل، آر۔باسورتھ سمتھ	275
باب نمبر30	ڈاکٹر سپرنگر، تھیوڈورنولدکے	281
باب نمبر31	شیلڈن آموس	291
باب نمبر32	گستاولیبان	303
باب نمبر33	گولڈزہیر	311
باب نمبر34	جرجی زیدان	317
باب نمبر35	ٹوین بی، ای۔جی۔براؤن	327
باب نمبر36	سرہملٹن گب	335
باب نمبر37	جوزف شاخت	345
باب نمبر38	بلاشیر آربری	355
باب نمبر39	منٹگمری واٹ	363
باب نمبر40	افریقانوس این باقم، تھیوڈور بیلانڈر، ہوٹنگر ڈی۔ہربیلوٹ جین چارڈین	383
باب نمبر41	غیر مسلم اور حج	393
باب نمبر42	ڈاکٹر لارنس براؤن، اے۔گیلاند	405
باب نمبر43	سائیمن اوکلے جین گاگنر میگایل کاسیری، کارسٹن ینبر چارلس ملزوان لینڈی، گارسین ڈی ٹاسی آرمنڈ پارساول	411
باب نمبر44	سی۔سی۔ٹوری، ڈبلیو۔سی۔ٹسڈال، ابراہیم گیگر	419
باب نمبر45	تھامس کارلایل، ہنری دی کاستری	429

Marfat.com

سیرت کی کتابیں پڑھنے کا شوق مجھے اپنے والد سے میراث میں ملا لیکن فلسفے کی یلغار اور تشکیک کا طوفان میرے اپنے دردکی مہربانی تھی۔اسی لئے مدتوں جذبات سے مغلوب سیرت کی کتب اور پوری دنیا میں لکھی گئی غیر جذباتی قسم کی سوانح عمریوں کے درمیان کوئی تعلق پیدا نہ کر سکا اور ذہن ہمیشہ ایک الجھن کا شکار رہا کہ کاش ایسا ہو کہ سید الانبیاء کی سیرت پر کوئی عقیدت اور محبت سے ماورا ہو کر ان کی عظمت اور اخلاق سے عبارت زندگی کی داستان رقم کرے،اس لئے کہ آج کے دور کا نوجوان شخصیات کو عقل کی کسوٹی پر رکھ کر دیکھنے کا عادی ہو چکا ہے۔

ایسے ہی میرے ہاتھ رومانیہ کے وزیر خارجہ کانسٹنٹ ورجل کی سیرت کی کتاب آ گئی جس نے مجھے ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔اس کے بعد مدتوں مجھے کوئی مغربی مصنف ایسا نہ مل سکا جو اسلام کے بارے میں لکھتے ہوئے اپنے تعصب کو بالائے طاق رکھ دے۔حالانکہ مدتوں ایسے مغربی مفکرین کی تحریریں ہم تک پہنچتی رہی ہیں جنھیں ہم عمومی طور پر غیر جانبدار سمجھتے ہیں اور ان کی لکھی ہوئی باتوں پر حقیقت سمجھ کر ایمان لے آتے ہیں۔لیکن یہ تمام کے تمام مغربی تاریخ دان اور متفکرین کلیسا کی زیرِ نگرانی مسلمانوں کی ایسی تاریخ مرتب کرنے میں مصروف رہے جس میں شہد کی مٹھاس اور زہر کی تلخی موجود تھی۔تحریک احیائے علوم کے بعد جو علم مسلمانوں کے ہاتھ آیا وہ اسی ذریعے سے ہوتے ہوئے آیا اور پھر مدتوں مسلمان اسی تاریخی ذریعے کو حوالہ بناتے ہوئے کتابیں تحریر کرتے رہے۔ان مستشرقین کا ایک خاصہ یہ بھی رہا کہ انہیں جہاں کہیں مسلم معاشرے کی کمزوری کو نمایاں کرنے کے لئے غیر مستند طرح کا حوالہ بھی ملا انہوں نے اسے بنیاد بنا کر مسلم معاشرے کے خدوخال کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی۔یہ تمام کے تمام مستشرقین مسلم فنون لطیفہ اور عمارات کا ذکر تو کرتے رہے لیکن اس معاشرے کے حسنِ انتظام،ان کی اعلیٰ ترین اخلاقی اقدار اور سیاسی زندگی کے

Marfat.com

لئے ایسے ایسے حوالے ڈھونڈتے رہے جس سے ثابت ہو سکے یہ تمام صدیاں بربریت، قتل وخون اور انسان کی پامالی کی صدیاں تھیں۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو کسی حد تک جانبدار نہ تھے لیکن وہ کلیسا کے تسلط سے آزاد تھے۔ اسی لئے آج کا مغربی مصنف جب اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں تحریر کرتا ہے تو وہ نسبتاً زیادہ غیر جانبدار اور منصف مزاج ہوتا ہے۔ یہی وہ رویہ ہے جس نے کیرن آرمسٹرانگ کو جنم دیا ہے جس کی کتابیں مسلمان مصنفین سے بھی زیادہ غیر جانبدار اور سچائی پر مبنی ہیں۔

مدتوں سے اس بات کی بہت کمی تھی کہ ایسے تمام مغربی مصنفین یا مستشرقین جن کے بلند قامت مجسمے ہمارے ذہنوں میں ایسے گڑے ہوئے ہیں اور ہم ان کی لکھی ہر بات کو سچ مان کر آگے مطالعے کا آغاز کرتے ہیں، ان مصنفین کے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں عمومی رویے، ان کا تعصب اور کتب لکھنے کے مقاصد کو واضح کیا جائے تاکہ پڑھنے والے پر یہ واضح ہو جائے کہ یہ کتاب کس قماش کے آدمی نے لکھی ہے اور اس کے پسِ پردہ عزائم کیا تھے۔ اس لئے کتاب کوئی بھی ہو اسے لکھنے والے کے ذاتی کردار اُس کے نظریات اور اُس کے تعصّبات سے علیحدہ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ عبدالکریم شکور صاحب کی یہ کتاب وہ حرفِ آغاز ہے، وہ دیباچہ یا gate way ہے جس کے پڑھے بغیر آپ کو اسلام کے بارے میں مغربی مصنفین کی کتابوں کو نہیں پڑھنا چاہیے۔ یہ اُس اصناف کی خشتِ اوّل ہے۔ اسے پڑھنے کے بعد آپ کو ان کے لکھے ہوئے ہر فقرے کے الگ ہی معانی اور مطالب نظر آئیں گے اور آپ سمجھنے لگ جائیں کہ ان مغربی مصنفین کے دلوں میں کیا تھا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ عبدالکریم شکور صاحب کی یہ کاوش مسلمانوں کے لئے صحیح یا غلط کی تفریق میں مدد و معاون ثابت ہو گی۔

اوریا مقبول جان

Marfat.com

1984ء میں کینیڈا سے کراچی واپسی کے بعد میرے دل میں علم وادب، فلسفے اور روحانیت کا شوق پیدا ہوا۔اس شوق کی تکمیل کے لئے میں نے جناب رئیس امروہی صاحب کی طرف رُخ کیا۔وجہ تھی کہ رئیس صاحب کی رہائش گاہ اور میرے گھر کی دیواریں ساتھ ساتھ تھیں اور اس طرح رئیس صاحب کے ہاں آنا جانا شروع ہوگیا۔میں نے دیکھا کہ رئیس صاحب نہ صرف باکمال علم فاضل تھے بلکہ ایک درویش، عظیم شاعر اور اپنے زمانے کی ایک بڑی ادبی وعلمی شخصیت بھی تھے۔ظاہر ہے اُن کے ہاں اُس عہد کے تمام نامور لوگوں کا آنا جانا رہتا تھا اور کبھی کبھی میں بھی وہاں موجود ہوتا۔ایک دن رئیس صاحب کو تنہا دیکھ کر میرے دل کی بات لبوں تک آ ہی گئی اور میں نے کہا

جناب رئیس صاحب ایک عرض کرنی ہے؟

کرو......

مجھے آپ سے کچھ سیکھنا ہے؟

کیا......

جو کچھ آپ کے پاس ہے

میرے پاس کچھ بھی نہیں جو تمہیں سکھا سکوں۔

ڈرتے ڈرتے عرض کی آپ کے ہاں ملک بھر کے فلسفی، ادیب، شاعر اور صحافی حضرات کا ہجوم لگا رہتا ہے۔تمام شعبوں کے ماہر آپ سے سوال کرتے ہیں اور آپ اُن کے جوابات دیتے ہیں۔آپ کے پاس علم کا خزانہ ہے۔رئیس صاحب مسکرائے اور بولے اگر تمہیں کچھ سیکھنا ہے تو میرے پاس روز آنہ آ جایا کرو۔ہاں مگر خیال رکھنا کہ خاموشی سے بیٹھنا اور سوال نہ کرنا صرف خاموشی سے بیٹھ کر سننا کیوں کہ سوال کرنے کے لئے

Marfat.com

میرے پاس سوال کا ہونا ضروری ہے۔وہ دن اور آج کا دن میری کوشش ہوتی ہے کہ محفل میں کم بولو اور دوسروں کا زیادہ سنو۔

یوں میں نے لوگوں کے چہرے پڑھنے کی کوشش شروع کر دی اور زمانے کی طلسم کاریوں کو دیکھنے اور سوچنے لگا۔اپنے استاد کے ساتھ کئی مرتبہ بیرونِ ملک بھی گیا۔زندگی اور موت کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ پیدا ہونا اور مر جانا انسان کا معمول ہے اور بظاہر ہمیں اس معمول کا عادی ہو جانا چاہیے۔آج ہمارے درمیان سے بہت سے چلے گئے ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی میدان میں نام کمایا۔زندگی کی محفل کبھی سونی نہیں رہتی ۔ہم روتے ہیں کہ اس کے سوا دکھ یا احتجاج کا کوئی ذریعہ ہمارے اختیار میں نہیں۔آج تیس برس پرانے زمانے کو یاد کر رہا ہوں، یادیں کبھی کملا نہیں سکتیں۔حضرت رئیس امروہی کو اپنا روحانی استاد مانتا ہوں اور اُن کے جوابات میں اپنا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہوں۔

کرۂ ارض پر سانس لینے والے ایک سیدھے سادھے انسان کی حیثیت سے جب میں اپنی زندگی کی طے شدہ منزلوں کو پلٹ کر دیکھتا ہوں تو اپنے آپ کو مطمئن پاتا ہوں۔کسی پچھتاوے کا سایہ بھی میرے ماضی کے منظر کو دھندلا نہیں سکا۔ یقیناً بعض کوتاہیاں، لرزشیں اور نادانیاں بھی کی ہوں گی، جن کا کوئی جواز نہیں ۔مگر عام انسان کی حیثیت سے میرا موقف یہ ہے کہ اگر مجھ سے کوتاہیاں، لرزشیں اور نادانیاں نہ ہوتیں تو بحیثیت انسان میری تکمیل بھی خطرے میں پڑ سکتی تھی۔قدرت نے محنت، دیانت اور محبت کو میرے خون میں جاری وساری رکھا، سو میں ذہنی اور روحانی طور پر الحمدللہ ایک آسودہ شخص ہوں ۔بعض تشنہ تکمیل کے باوجود آسودہ آرزو کرنا انسان کو زندہ رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آرزو کا پورا ہونا ضروری نہیں۔

عبدالکریم شکور

Marfat.com

ابتدائیہ

مغرب کے وہ اسکالرز (Scholars) جنہوں نے مشرقی علوم وفنون، زبان وادب اور مذہب کا مطالعہ کیا اور اپنی دلچسپی کا موضوع بنایا۔ انہیں مستشرق (Orientalist) کہتے ہیں۔ اور ان کے جو ''کارنامے'' ہیں اسے استشراق (Orientalism) کہتے ہیں۔

مستشرقین کا مقصد مکروفریب اور علمی مغالطوں سے کبھی خالی نہیں رہا۔ تحقیق کے نام پر اسلام، قرآن اور پیغمبر اسلام کے خلاف الزامات اور اتہاسات سے بھری ہوئی کتابیں اور اتنی کتابیں کہ ان کے بارے میں لکھنے کے لیے ایک انسائیکلوپیڈیا کی ضرورت ہوگی۔

ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنا ہوگی بعض مستشرقین نے ہماری بہت سی قدیم کتابوں کے ترجے کئے جن سے بہت سے لوگ ناواقف تھے۔ اور وہ دنیا کے مختلف میوزیم یالائبریریوں میں گرد میں اٹی ہوئی تھیں۔ ایسے مستشرقین کو میں (Good Souls) کا نام دوں گا اور ان کا ذکر بھی ہوگا۔

لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم ہماری تہذیب، زبان اور مذہب کے بارے میں کچھ لکھتا ہے تو ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم اس کا تجزیہ کریں اور ضرورت ہو تو تنقید بھی کریں۔

پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں کہ

> ''دوسروں کے مذہبی عقاید و مذہبی روایات کے موضوع پر لکھنے کی آزادی ہے کسی ایک خاص مذہب کا پیرو دوسرے مذہب کا مطالعہ کر کے اپنے نتائج کو قلم بند کرسکتا ہے، لیکن اس سلسلہ میں تصنیف وتالیف کا اولین اور بنیادی اصول یہ ہونا چاہیے کہ پہلے زیر مطالعہ مذہب کے ماننے والوں کے عقاید پوری وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان کر دیے جائیں کہ شکایت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے کہ ان کے عقائد کو غلط طور پر توڑ مروڑ کر

Marfat.com

پیش کیا گیا، اب اگر لکھنے والا کسی اور عقیدہ یا نظریہ کا حامل ہے یا اپنے نظریہ یا کسی اور کے نظریہ کا ذکر کرنا چاہتا ہے تو اس کو اس کا حق حاصل ہے، لیکن اسے چاہیے کہ وہ اپنے یا کسی دوسرے کے نظریہ کو الگ سے اور پوری وضاحت کے ساتھ پیش کرے، افسوس ہے کہ مستشرقین، قرآن پاک اور سیرت رسول ﷺ پر لکھتے ہوئے اس بنیادی اصول کو عموماً فراموش کر دیتے ہیں اور کچھ اس طرح کا خلط مبحث کرتے ہیں کہ صرف وہی لوگ جن کا اسلام کا مطالعہ اچھا ہے، یہ محسوس کر سکتے ہیں کہ لکھنے والا اپنے ذاتی خیال و عقیدت کو اپنے قاریوں کے ذہن میں بٹھا دینا چاہتا ہے۔''

فروری 1982ء میں دار المصنفین (شبلی اکیڈمی، انڈیا) میں اسلام اور مستشرقین کے عنوان سے ایک بین الاقوامی سمینار ہوا تھا اس میں مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی صاحب نے فرمایا تھا کہ

''مستشرقین کی جو خدمات ہیں، ہم کو ان کی قدر کرنی چاہیے، اس کی طرف سے غفلت کرنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ان کی کوششوں کی بدولت بہت سی قیمتی قدیم کتابیں حاصل ہوسکیں، جن سے بہت سے لوگ واقف نہیں تھے اور وہ دنیا کے مختلف کتب خانوں میں دفن تھیں، بہرحال بہت قیمتی چیزیں ہیں اور ان سے ہم بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن مستشرقین کی کوششوں کے سلسلہ میں ہم کو چند باتیں مدنظر رکھنے کی ضرورت ہے، سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے جو کوششیں ہماری قدیم کتابوں کو شائع کرنے کے سلسلہ میں کی ہیں وہ کسی بڑے مقصد کے لیے نہیں تھیں، بلکہ درحقیقت ان کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی جب یورپ کا سیاسی غلبہ ساری دنیا پر ہو چکا تھا اور اس کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ مشرق کے افکار و حالات سے واقفیت کی جائے، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مستشرقین سامنے آئے، دوسری چیز جس کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ چاہیے یہ لوگ جو بھی خدمات انجام دے رہے ہوں، ان میں استثنا ضرور ہے لیکن اکثریت ان لوگوں کی ہے جو صلیبی جنگوں کے نتیجہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پیدا ہونے والی نفرت کے اثرات سے بالاتر نہیں ہو سکے ہیں اور اسی بنا پر کم لوگ ہیں جو حق کو جاننے کے بعد اس کا صحیح

Marfat.com

حق ادا کرنے کے لیے تیار رہوں، میں نے مثالیں دی ہیں کہ کس کس طرح ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو مجروح کرنے اور اسلام کو غلط شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اسلام اور مستشرقین کے سلسلہ میں اپنے مختصر خیالات کے بعد میں نے دو تین باتوں پر خصوصیت سے توجہ دلائی ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ جب تک مستشرقین کو یہ مقام حاصل رہے گا کہ وہ علوم اسلامی کے سلسلہ میں مستند و مرجع سمجھے جاتے رہیں، اس وقت تک بلاشبہہ ان کو موقع ملتا رہے گا، کہ وہ مسلمانوں میں شکوک و شبہات پیدا کرتے رہیں، اس لیے ہمیں غافل نہ رہنا چاہیے، ہم کو آگاہ ہو کر مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہنا چاہیے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کیا کوششیں ہو رہی ہیں تا کہ ان کا مناسب جواب دیا جا سکے، دوسری بات یہ ہے کہ اسلام کے فضائل، مناقب اور محاسن اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے پہلو کو نمایاں کرنے کے لیے مثبت انداز میں ہمیں چیزیں شائع کرنی چاہئیں، جن کا علمی اور تحقیقی لحاظ سے درجہ بہت بلند نہ ہو تو مستشرقین کی کتابوں سے فروتر بھی نہ ہو، اس لیے کہ اس کے بغیر ہم لوگوں کو ان کی کتابوں کے مطالعہ سے باز نہیں رکھ سکتے، جب تک کہ اس کا صحیح بدل نہ مہیا ہو، آخری بات جس پر میں نے زور دیا ہے کہ جہاں یہ دونوں باتیں ضروری ہیں کہ ان کی غلط باتوں سے واقف ہونے کے بعد بروقت تردید کی جائے اور اسلام کے تعارف کے لیے نئی نئی چیزیں شائع کی جائیں، وہاں میرے نزدیک سب سے بڑی ضرورت یہ بھی ہے کہ ہم اسلام کو ایک زندہ نمونہ کے طور پر دنیا کے سامنے اپنے انفرادی اور اجتماعی عمل کے ذریعہ لانے کی کوشش کریں، تا کہ لوگ سمجھ سکیں کہ واقعی اسلام کیا ہے، رسول اللہ ﷺ کی سیرت کیا تھی، ہم اپنے عمل سے یہ ثابت کریں کہ رسول اللہ ﷺ صرف مسلمانوں کے رسول نہ تھے، بلکہ آپ ﷺ تمام دنیا کے لیے ہادی و رہنما بنا کر بھیجے گئے تھے اور آپ ہی کی دینی تعلیمات میں ساری مشکلات و مسائل کا حل موجود ہے، جن سے اس وقت دنیا دوچار ہے۔"

آج اس سیمینار کو منعقد ہوئے تیس سال ہو گئے مگر ہم نے اس معاملے میں بہت کم کام کیا۔

Marfat.com

یہ فرض کفایہ نہیں بلکہ فرض عین تھا مگر ہم کچھ نہ کر سکے۔ ہم نے ڈاکٹر وکیل، انجینئر تو بہت پیدا کر لیے مگر سکالرز نہیں پیدا کر سکے۔

علامہ اقبال نے جب یورپ میں ہماری کتابیں دیکھی تو ان کا دل خون کے آنسو رو یا تھا۔

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ ایک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی چارہ
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

انگریزوں نے صرف ہماری دولت اور حکومت ہی نہیں لوٹی بلکہ ہم سے ہمارے علم بھی چھین لیے ہماری امنگ ہمارا جذبہ ہماری نظر ہماری جستجو ہماری تحقیق خواہش یہ سب چھین لیا ہم سے۔

ہم نے کچھ نہیں کیا تو انگریزوں نے کیا انہوں نے ہمارے آبا کی کتابوں کا ترجمہ کیا ہماری تاریخ لکھی ہمارا جغرافیہ بھی لکھ دیا اور آج ہم مجھ سمیت یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہمارے بچے یورپ کی یونیورسٹیوں میں اسلامک اسٹڈیز کا کورس کرنے جاتے ہیں تو انہیں وہاں انگریزوں کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھنا ہوتی ہیں اور وہ اپنی تہذیب اپنا مذہب مغرب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ارے جب ہم نے ہماری ناؤان کے ہاتھ میں دے دی تو شکوہ کس بات کا۔ ہمارے علماء کرام نے بے حد قیمتی کتابیں لکھی ہیں مگر آج 2013ء میں ان کا انگریزی میں ترجمہ ہونا ضروری ہے۔

اسلام کو سمجھنے، سمجھانے عمل کرنے یا اس کی تعلیمات سے انکار کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسلام کی گہرائی میں جا کر اس کا مطالعہ کیا جائے اب چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، دونوں جب تک گہرائی میں نہیں جاتے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔

اسلام اور مستشرقین کے حوالے سے جو کچھ مسلمان علماء وفضلا نے لکھا ہے اس میں یہ پتہ تو چلتا ہے کہ انہوں نے وہ وجوہات بتائیں جو اسلام دشمنی کا سبب ہیں مگر اس کا حل بھی بتایا ہے اب یہ ارباب اختیار کا کام ہوتا ہے کہ وہ کچھ کریں۔

یورپ کے لکھنے والوں نے اپنی تحریروں میں مذہبی اور سیاسی تعصب کا جو اظہار کیا ہے وہ کبھی کھلے عام ہوتا ہے کبھی چھپا ہوا مگر تعصب ہی صرف وجہ نہیں ہے کیونکہ بہت سے یورپین مصنفین مذہبی یا سیاسی تعصب نہ

Marfat.com

رکھتے ہوئے بھی اسلام کی صحیح تصویر پیش نہیں کر سکے اور اس کی وجہ ہے اور وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو کچھ بھی لکھا ہے اس کے لیے انہوں نے جن سیرت اور تاریخ کی کتابوں سے مدد لی ہے وہ سیرت ابن ہشام سیرت محمد بن اسحٰق، مغازی واقدی وغیرہ ہیں۔

بہت کم بہت ہی کم یورپین مصنفین نے حدیث کی کتابوں سے واقعات لیے ہیں، مولانا ابوالحسن ندوی نے ایک مقام پر اپنے مقالے میں کہا تھا کہ

"علم کا تقاضا ہے کہ کوئی کلیہ کے طور پر کسی بات کا دعویٰ نہ کرے، لیکن یہ کہنا صحیح ہے کہ مستشرقین کی ایک بیشتر تعداد نے اور کم سے کم اس تعداد نے جو ہمارے سامنے ہے اور عالم اسلام کے سامنے جس کا تعارف ہوا، اپنی خوردبین سے تاریخ اسلام، حدیث اور علوم اسلامیہ، تمدن اسلامی اور اسلامی حکومتوں میں صرف عیب ہی عیب دیکھا، اسلام میں جمال بھی ہے، کمال بی ہے اور نوال بھی ہے، مستشرقین نے ان تینوں چیزوں کو نظر انداز کر کے صرف معائب، صرف کمزور پہلو پیش کیے، میں تفصیلات میں نہیں جاؤں گا اور نہ آپ اس کے لیے تیار ہوں گے، لیکن مستشرقین حضرات میں کئی بڑے نام ابھی علامہ شبلیؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کے اقتباس میں آچکے ہیں اور میرے خطبہ میں اس کا پورا جائزہ لیا گیا ہے، استشراق اور مستشرق پر ایک عام نگاہ ڈالی گئی ہے، تمام مغربی ممالک میں ان کے رویہ، ان کے اندازِ بیاں کو بیان کیا گیا ہے، ان کی جو چیزیں ہمارے سامنے آئی ہیں وہ ایسی ہیں کہ اگر کوئی مسلمان طالب علم اپنے اصل سرچشموں سے واقف نہیں ہے اور اس کو خدا کی رہنمائی، تائید الٰہی اور توفیق الٰہی شامل نہیں ہے تو وہ ان مستشرقین کی کتابوں کو پڑھ کر صرف ایک خیال قائم کرے گا، جیسا کہ علامہ شبلیؒ نے اُن پر تنقید کرتے ہوئے اور اُن کے ذہنی رویے کو سمجھتے ہوئے کہ وہ کیا چاہتے ہیں لکھا ہے کہ ان کے نزدیک اسلام قصائیوں کی ایک دوکان ہے، جس میں ہر وقت چھریاں چلا کرتی ہیں، یا ایک میدان جنگ ہے جس میں انسانوں کو شکار کیا جاتا ہے، یا ایک عشرت گاہ ہے جس میں صرف حرم سرا نظر آتی ہے، حرم کے لفظ کو مستشرقین نے بڑی اہمیت دی ہے اور اس کا خوف ڈھنڈورا پیٹا ہے، میرے فاضل

Marfat.com

اور محقق دوست علامہ بہجت البیطار نے کہا کہ جب میں امریکہ گیا تو ہر پڑھا لکھا امریکن دو باتیں پوچھتا تھا، تمہارے حرم سرا میں بیویاں کتنی ہیں اور تمہارے گھر میں اونٹ کتنے پلے ہیں؟ گویا مسلمان کا تخیل یہ ہے کہ اس کی متعدد منکوحات کا ایک حرم سرا ہونا ضروری ہے اور دوسری بات یہ کہ اونٹ نہایت مقدس جانور ہے۔''

اگر مغرب کے لکھنے والوں کی 500 سالہ تاریخ مرتب کی جائے جنہوں نے اسلام کے بارے میں لکھا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اسلام کو 3 چیزوں سے منسوب کر دیا ہے ایک حرم جس میں بے شمار عورتیں ہوتی ہیں دوسرا اونٹ اور تیسرا ہتھیار۔

مغرب کا عام آدمی ان کی کتابوں کی پڑھ کر اس قسم کے تصور لے کر اپنے اپنے وقت کے مسلمانوں سے ملتا رہا ہے۔ یہ وہ مصنفین ہیں جو اسلاموفوبیا کے ذمہ دار ہیں اور اس موضوع پر میری علیحدہ کتاب ہے جسے آپ ضرور پڑھیں۔

آج امریکہ اور برطانیہ میں ہماری تیسری بلکہ چوتھی نسل آنکھ کھول چکی ہے۔ ہماری نئی نسل کو اسلامی نظام حیات کے پہلو دکھانے کے لیے فقہ اسلامی کی کتابوں کی ترتیب و اشاعت ان کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے کرنا ہو گی اور اس لیے علما کا اتحاد ضروری ہے، مختلف زبانوں میں سیرت کی کتابوں کی ضرورت ہے۔

علامہ اقبال کو اس کا اندازہ 85 سال پہلے ہو گیا تھا۔

فرنگ سے بہت آگے ہے منزل مومن
قدم اٹھا! یہ مقام انتہائے راہ نہیں

اگر مسلمان علماء و فضلا اس نئی نس کی علمی ضروریات کو پورا کرنے میں ناکام رہے تو یہ نوجوان مستشرقین کی کتابوں سے استفادہ حاصل کرنے پر مجبور ہونگے کیونکہ خلا کبھی قائم نہیں رہ سکتا اور اگر میں چاہتا ہوں کہ میرا بیٹا نہ میکڈونلڈ کھائے نہ میکڈونلڈ کو پڑھے تو مجھے اسے اس کا نعم البدل دینا ہو گا ورنہ وہ اپنے پیٹ کی اور علم کی بھوک کہیں سے تو مٹائے گا ہی!

ہم اگر یہ چاہتے ہیں کہ یہاں آنے والی نسلیں اس فریب کا شکار نہ ہوں جو مغرب کے مصنفین نے استشراق کے نام سے دیا ہے تو ہمیں کچھ کرنا ہو گا!

آیئے ایک جائزہ لیتے ہیں کہ اب تک کیا ہوا ہے اور آج 2013ء میں کیا ہو رہا ہے اور مستقبل میں کیا

Marfat.com

کرنا ہوگا!

ہماری نئی نسل کو اور مغرب کے ایک عام انسان کو دو چیزوں کی ضرورت ہے۔

1۔ اسلامی معلومات کا مختلف زبانوں میں ترجمہ۔

2۔ مستشرقین کی لکھی ہوئی معروضی تحقیقات کی سازش سے پردہ اٹھانے کے لیے مسلمان علماء کا سنجیدہ جواب۔ اس سے پہلے کہ ہم تنقید کریں یہ ہمارا اخلاقی فرض بنتا ہے کہ ہم ان مصنفین کا نام اور ان کی کتابوں کا ذکر کریں جنہوں نے اپنی علمی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اسلامی تعلیمات کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں!

ظاہر ہے کہ میرے پاس مکمل معلومات نہیں ہے مگر جو کچھ ہے وہ یہ ہے۔

مصنف	کتاب
اسٹینلی لین پول	عرب اندلس میں اور سلطان صلاح الدین ایوبی
ٹی۔ڈبلیو۔آرنلڈ	دعوت اسلام
ڈاکٹر سپرنگر	حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ کو ایڈٹ کیا
ایڈورڈ ولیم لین	عربی وانگریزی لغت
اے۔جے وہنگ	آئمہ محدثین کی حدیث وسیرت ومغازی پر مشتمل انڈکس
جی۔ سٹرینج	جغرافیہ خلافتمشرقیہ
پروفیسر ایڈرین ریلینڈ	فلسطین کے جغرافیہ اور اسلامی درس گاہوں پر کتابیں
پروفیسر این پلاسیوس	امام غزالی پر کتاب
پروفیسر ڈی گینج	کتابوں کی فہرست اور یعقوبی کا جغرافیہ

آپ کی آسانی کے لیے ان مصنفین کے نام اور کتابوں کے نام انگریزی میں بھی لکھے ہیں جو آپ کو کتاب کے آخر میں نوٹس (Notes) کے حصے میں مل سکتے ہیں۔ ملاحظہ کریں (List A)

مستشرقین کے بارے میں مسلمان علما اور فضلا کی دو متضاد رائیں ہیں۔

دارالمصنفین شبلی اکیڈمی نے ''اسلام اور مستشرقین'' کے جلد ہفتم میں مصر کے دو ممتاز اہل قلم ڈاکٹر حسین ہراولی اور ڈاکٹر ذکی مبارک کے خیالات کا خلاصہ لکھا ہے جو مخالفت اور موافقت میں ہے۔

Marfat.com

اب لازمی طور پر ہمیں ضرورت ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ مستشرقین کی کاوشوں سے ہمیں کہاں کہاں نقصان پہنچ رہا ہے اور ہم اس کی تلافی کیسے کریں۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس طرح کے لٹریچر سے اسلام کو کتنا نقصان پہنچ رہا ہے اور اگر یہ زہر اسی طرح پھیلتا رہا تو وہ دن دور نہیں جب آنے والی نسلیں اپنے آپ کو ہماری اولاد کہلانے سے انکار کر دیں گی۔

مستشرقین کی کتابیں تمام نہیں مگر زیادہ تر ایسی ہیں کہ اگر آج مسلمان نوجوان اپنے دین کی حقیقت سے واقف نہیں ہوگا تو وہ ان مستشرقین کا ہم خیال بن جائے گا۔ اسے بھی مسلمان کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار نظر آئے گی، ہمیں اسلامی تحقیق کے مراکز قائم کرنا ہونگے جہاں دنیا بھر سے اسلامی علوم وفنون کے ماخذ جمع ہوں اور اس کے لیے جدید ٹیکنالوجی کا سہارا لیا جا سکتا ہے۔ ہر مسلمان ملک اپنے ملک میں اس طرح کے مرکز قائم کرے تاکہ یورپ اور امریکہ کا محتاج نہ بننا پڑے۔ ہمیں خود ہمارا انسائیکلوپیڈیا تیار کرنا ہوگا۔

اپنے اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے میں ایک جائزہ لینا چاہتا ہوں کہ مستشرقین کو جواب دینے کے لیے مسلمانوں کا ردِعمل کیا رہا ہے۔

مگر اس سے پہلے میں ان مصنفین اور ان کی کتابوں کے نام بتانا چاہتا ہوں جن کو یورپ کی یونیورسٹیوں میں اسلامی تعلیمات کے شعبوں میں علمی ماخذ مانا جاتا ہے اور یورپ ہی نہیں اسلامی مشرق کی درسگاہوں میں بھی انہیں علمی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔

مصنف	کتاب
ڈاکٹر ہٹی	تاریخ عرب
آر۔ نکلسن	تاریخ ادبیات عرب
کارل بروکلمان	تاریخ عربی ادبیات
گولڈ زہیر	اسلامی عقیدہ وشریعت تعاون
جوزف شافت	فقہہ اسلامی کے ابتدائی ماخذ
ڈبلیو۔ سی۔ اسمتھ	اسلام اور جدید دنیا
منٹگمری راٹ	محمدؐ مکہ میں اور محمدؐ مدینہ میں اور اسلامی انسائیکلوپیڈیا

Marfat.com

(مصنفین اور کتابوں کے انگریزی میں نام نوٹس کے حصے میں ملاحظہ فرمائے) دیکھے List B

اب یہ مسلمان علما اور فضلا کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کتابوں کے منفی اثرات کا ازالہ کریں اور تحقیق کر کے تصنیف و تالیف کے میدان میں یورپ کی محتاجی ختم کریں۔

اور ایسا تحقیقی کام ہو کہ پھر ہمیں کسی منٹگمری واٹ یا مارگولیتھ کی ضرورت نہ پڑے۔

اس سلسلے میں جو پہلا نام ہے وہ سر سید احمد خان کا ہے جنہوں نے ولیم میور کی کتاب کے جواب میں خطبات احمدیہ لکھی جس کا انگریزی ترجمہ ان کے صاحبزادہ نے کیا تھا۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی پادری فنڈز کے ساتھ مناظرہ کیا اور اس کی کتاب میزان الحق کے جواب میں اظہار الحق لکھی۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے بارے میں برطانیہ کے ایک اخبار نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

"اگر لوگ اس کتاب کا مطالعہ کرتے رہے تو دنیا میں مسیحت کی ترقی نہ ہو سکے گی۔"

جسٹس سید امیر علی کی کتاب The Spirit of Islam قابل ذکر ہے۔

اس کتاب کے بارے میں مستشرق اوس بورن نے لکھا ہے کہ

"یہ کتاب یقیناً داد و تحسین کی مستحق ہے اس کا طرز بیان بتاتا ہے کہ مصنف کو انگریزی زبان پر بھرپور قدرت ہے، کم ایسے اہل زبان ہوں گے جو مصنف کے اسلوب کا مقابلہ کرسکیں یہ اسلوب ان عیوب و نقائص سے پاک ہے جن میں ہندوستان کے انگریزی تعلیم یافتہ عام طور پر مبتلا ہیں، مسلمانان ہند کو مبارک ہو کہ ان میں ایسے افراد بھی ہیں جو اس مقام پر فائز ہیں یہ ناممکن ہے جس کا نقش اول یہ کتاب ہو وہ مستقبل میں فعال کردار اور گہرے اثرات نہ چھوڑے"۔ جہاں تک کتاب کے موضوع کا تعلق ہے ہم بہت سے مسائل میں ان سے اختلاف رکھتے ہیں اور اپنا نقطۂ نظر اور وجہ اختلاف کا بعد میں ذکر کریں گے۔"

سید امیر علی کی ایک کتاب "مختصر تاریخ عرب" بھی مقبول عام ہے۔ اس کے بعد صلاح الدین خدا بخش جنہوں نے اسلامی موضوعات پر جرمن زبان سے انگریزی میں ترجمہ کیا اور براہ راست انگریزی میں کتابیں بھی لکھیں۔

سید امیر علی اور صلاح الدین خدا بخش کے بعد جن مسلمان مصنفین نے انگریزی میں کتابیں لکھیں ان

Marfat.com

میں ڈاکٹر علامہ اقبال ہیں ان کی کتاب ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' جو کہ ان لیکچروں کا مجموعہ ہے جو مدراس کے ہیں۔

علامہ عبداللہ یوسف علی کا انگریزی میں ترجمہ قرآن جس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

اس کے علاوہ مار ماڈیوک پکتھل اور مولانا عبدالماجد دریابادی کے انگریزی ترجمہ قرآن ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی نے قرآن کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔اس کے علاوہ ان کی دو کتابیں بھی ہیں جو انگریزی زبان میں ہے۔

1۔اسلام کا تعاون 2۔محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کی کتاب ''ابتدائی ذخائر حدیث کے مطالعے''

ظفر علی قریشی کی دو جلدوں پر مشتمل کتاب جس میں انہوں نے منٹگمری راٹ کی کتابوں پر تنقید کی ہے۔

اس کے علاوہ بعض نومسلم مصنفین کی تصنیفات بھی ہیں۔

یہ تمام تصنیفات اوران کے مصنفین کے نام انگریزی میں نوٹس کے سیکشن میں آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔دیکھیے List C

اردو زبان میں کتابوں کے حوالے سے جو سب سے پہلا ذکر ہونا چاہیے وہ علامہ شبلی نعمانی، مولانا سید سلیمان ندوی اور دارالمصنفین کا ہے۔

دارالمصنفین سب سے پہلی علمی وتحقیقی اور غیر سرکاری اکیڈمی ہے جس نے مستشرقین کی تردید میں قدم اٹھایا۔

اردو میں استشراقی مطالعات اور مستشرقین پر مضامین کے ضمن میں سرفہرست دارالمصنفین کا لٹریچر سرفہرست ہے یہ کمیت اور کیفیت دونوں لحاظ سے مفید ہے۔ان کی کتابوں کی تفصیل آپ ان کی ویب سائٹ پر دیکھ سکتے ہیں اور وہاں پر لائبریری کے انچارج جناب قمر عباسی سے معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد ثناء اللہ ندوی کی کتاب ''علوم اسلامیہ اور مستشرقین'' عالم اسلام کے پندرہ ممتاز مسلم دانشوروں کے تحقیقی مقالات کا ترجمہ تلخیص ہے۔اردو زبان میں اپنے موضوع پر ایک عظیم کتاب ہے۔

ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی کی کتاب ''اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا اندازِ فکر'' جس پر انہی جامعہ کراچی سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری ملی ہے۔

Marfat.com

کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے استشراق کی جملہ سلبی، تخریبی اور منفی کارروائیوں کے آغاز وارتقاء کو نہایت سلیقے اور فنی پختگی کے ساتھ پیش کیا ہے۔

اس سلسلے میں مکمل تفصیل، کتابیں اور مصنفین کے تعارف کے لیے دیکھیے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ''اسلامیات اور مغربی مستشرقین اور مسلمان مصنفین'' اسے شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، انڈیا نے شائع کیا ہے۔

انٹرنیٹ پر اسلام اویرنس کے نام سے ایک ویب سائٹ ہے جو بے حد اہم ہے اور اس پر باقاعدہ مستشرقین کی غلطیوں کی نشاندہی اور شکوک وشبہات کا دنداں شکن جواب دینے کے لیے مسلمان سکالر موجود ہیں۔ www.islamawareness.org

میری فہرست کسی طور پر مکمل نہیں ہے۔ دنیا میں بہت سے لوگ بہت سی جگہوں پر اپنا اپنا فرض ادا کر رہے ہیں ان سب کا احاطہ میں نہیں کر سکتا۔

میں نے کوشش کی ہے کہ اپنا نقطہ نظر واضح کرسکوں میں نہ اسلامیات کا طالب علم ہوں نہ مورخ ہوں، میں نے صرف کوشش کی ہے۔

کتاب میں جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی ہے میں نے نوٹس کے سیکشن میں انگریزی میں کتابوں کے نام لکھ دیئے ہیں۔

کتاب میں کئی مقامات پر ایسے حوالے ہیں، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں مستشرقین کی کتابوں سے حوالہ دیا گیا ہے، نقلِ کفر کفر نہ باشد کے مصداق، بادل ناخواستہ یہ حوالے میں نے دیے ہیں اور میں نے پوری کوشش کی ہے کہ ایسے تمام حوالوں کے ساتھ ''نعوذ باللہ'' تحریر کیا ہے ممکن ہے کہ کہیں رہ گیا ہو تو اسے میری بھول سمجھا جائے۔

اکثر مقامات پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے الفاظ حذف کر کے جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔

میں نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ کتابوں کے حوالے اور نام میں کہیں غلطی نہ ہو مگر انسان سے خطا ہو سکتی ہے اگر کسی جگہ آپ کو یہ محسوس ہو یا معلوم پڑے کہ کوئی غلطی ہے تو مجھے مطلع کریں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں احتیاط برتی جائے۔

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 1

اسلامی فتوحات کا سلسلہ

Marfat.com

110442

Marfat.com

اسلامی فتوحات کا سلسلہ

تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا میں ساتویں صدی میں دو عظیم سلطنتیں عروج پر تھیں۔

1۔ ایران۔ جس میں موجودہ ایران، عراق، افغانستان اور بلوچستان شامل تھے۔

2۔ رومن ایمپائر (بازنطین)

ان دونوں سلطنتوں میں رہنے والے اپنی مکمل تاریخ، زبان اور ثقافت پر فخر کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور حکومت میں دو محاذ تھے جن پر مسلمانوں کا مقابلہ ان دو سلطنتوں سے ہوا۔

مشرقی محاذ پر ایران تھا اور مغربی محاذ پر رومن ایمپائر تھی۔

632ء میں شام پر حملہ ہوا اور 635ء میں دمشق فتح ہو گیا۔ 636ء رومن شہنشاہ ہرقل (Heraclius) کے ساتھ یرموک کے مقام پر جنگ ہوئی حضرت خالد بن ولیدؓ نے رومیوں کو شکست فاش دی اور صرف 7 سال میں پورا شام اور فلسطین رومیوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ (1)

دوسری طرف مشرقی محاذ پر حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں صرف 24 سال میں پوری ایرانی سلطنت پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

641ء میں حضرت عمرؓ ابن العاص کے ہاتھوں مصر کی بندرگاہ اسکندریہ پر قبضہ ہو گیا۔ اس جنگ میں قاہرہ (Babylon) کے گردونواح میں مصر کے گورنر (Cyrus) سائیرس کو شکست ہوئی۔

''شام اور مصر کی شکست نے رومن ایمپائر کو سیاسی اور معاشی دونوں طرح سے متاثر کیا۔'' (2)

Marfat.com

حضرت عثمانؓ ہی کے عہد میں شام کے گورنر امیر معاویہؓ اور مصر کے گورنر عبدالرحمٰن بن ابی سرح نے بحری بیڑے تیار کیے۔ امیر معاویہؓ نے جزیرہ قبرص (سائپرس) پر حملہ کر کے اسے فتح کیا۔ (651ء)۔ 653ء میں رومی 500 جہازوں کا بیڑا لے کر ساحل شام پر حملہ آور ہوئے، امیر معاویہؓ اور عبداللہ بن ابی سرح کے بیڑوں نے مل کر مقابلہ کیا گھمسان کا رن پڑا۔ اسلامی بیڑے نے شاندار فتح حاصل کی۔

حضرت معاویہؓ کے عہد میں نامور سپہ سالار عقبہ بن نافع نے بربر ریاستوں کو فتح کر لیا جو شمالی افریقہ میں تھیں۔

711ء میں طارق بن زیاد نے اسپین کے بادشاہ روڈرک (Roderik) کو شکست فاش دی اور مزید دو سال کے عرصے میں اسپین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

فتوحات کا سلسلہ حضرت عثمانؓ کے آخری ایام میں عارضی طور پر رک گیا۔ ان کی شہادت کے بعد خود عالم اسلام خانہ جنگیوں میں الجھ کر رہ گیا۔ لیکن جب اموی دور شروع ہوا تو فتوحات کا سلسلہ ایک بار پھر چل پڑا حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت میں (661ء تا 680ء) نامور سپہ سالار عقبہ بن نافع نے شمالی افریقہ کی بربر ریاستوں کو فتح کر کے اسلامی مملکت میں شامل کر لیا، جس کے نتیجے میں رومن ایمپائر اپنی تمام افریقی نو آبادیوں سے محروم ہو گیا۔

ایک طرف رومن ایمپائر کے مقبوضہ جات یکے بعد دیگرے ہاتھ سے نکلے جا رہے تھے، تو دوسری طرف اموی افواج رومن ایمپائر کے پایۂ تخت قسطنطنیہ کے دروازوں پر دوبار دستک دے آئی تھیں۔

قسطنطنیہ پر پہلی بار فوج کشی، 50ھ میں یزید بن معاویہؓ کی سربراہی میں کی گئی۔ اس لشکر کے شرکاء کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مغفرت کی بشارت کی وجہ سے نامور انصاری صحابی، میزبان رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ایوبؓ نے بطور خاص، اس مہم میں شرکت کی تھی۔ اس مہم میں ان کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے دشمن کے علاقے میں جتنی دور تک لے جا کر دفن کر سکو دفن کرنا، چنانچہ انہیں شہر قسطنطنیہ کی شہر پناہ کی دیوار کے ساتھ دفن کیا گیا۔ یزید نے رومیوں کو یہ پیغام بھجوایا کہ یہ ہمارے انتہائی محترم بزرگ کی قبر ہے، جو ہمارے نبی ﷺ کے ساتھی تھے، اگر اس قبر کی بے حرمتی کی گئی، تو پورے عالم اسلام میں کوئی گرجا سلامت نہیں رہنے دیا جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ اسلامی لشکر کی واپسی کے بعد رومیوں نے اس قبر پر مستقل فوجی پہرا متعین کر دیا تھا، مبادا کسی ناسمجھ کی شرارت کی وجہ سے یزید کو اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانا پڑ جائے۔ حضرت

Marfat.com

ابوایوبؓ انصاری کا مزار مبارک آج بھی استنبول (قسطنطنیہ) میں مرجع خاص و عام ہے۔ان کے علاوہ اس لشکر میں حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بن خطاب اور حضرت حسینؓ بن علیؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ جیسے بزرگوں نے بھی شرکت فرمائی تھی۔

غرض کے مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ چلتا رہا اور 732ء میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کو ایک سو (100) سال ہوئے تب تک مسلمانوں نے ایک عظیم اسلامی مملکت قائم کر دی تھی جو اسپین سے چین تک پھیلی ہوئی تھی۔

دسویں صدی کے بعد مسلمانوں پر بحران طاری ہونے لگا اور گیارہویں صدی میں تاتاریوں نے ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور 1055ء میں ان کے سردار طغرل بیگ سلجوقی نے بغداد پر قبضہ کرلیا۔

سلطنت عثمانیہ (Ottoman Empire) (1923-1299) دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ عرصہ تک قائم رہنے والی سلطنت تھی ارطغرل کے بیٹے عثمان خان نے اس کی بنیاد ڈالی۔اس سلطنت میں کل 37 بادشاہ ہوئے۔سلطان عبدالحمید ثانی 1923ء میں معزول ہوئے اور فرانس میں ان کا انتقال ہوا۔

اسلامی فتوحات کی تفصیل بہت لمبی ہے مگر مقصد یہ ہے کہ آخر مغرب نے جو تحریریں اسلام، قرآن یا محمد عربیؐ کے بارے میں لکھیں ان کا مقصد کیا تھا؟

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 2

استشراق

Marfat.com

Marfat.com

استشراق

استشراق Orientalism مشرقی تہذیب کے مطالعہ کا نام ہے مگر اس کے وسیع معنی بھی ہیں۔

استشراق کی اصطلاح

مغرب میں 1779ء، اور فرانس میں 1799 میں ظاہر ہوئی اور اس طرح ''مشرقی علوم'' کے مطالعے کے لیے ایک خاص نصاب تشکیل دینے کا نظریہ پنپنے لگا۔

استشراق پر مسلمانوں اور غیر مسلم ماہرین نے بہت کچھ لکھا ہے اور انہوں نے اس کی درجہ بندی بھی کی ہے۔

علامہ شبلی نعمانی نے یورپ کے مصنفین کو اس طرح بیان کیا ہے۔

(1) جو عربی زبان اور اصل ماخذوں سے واقف نہیں، ان لوگوں کا سرمایۂ معلومات اوروں کی تصنیفات اور تراجم ہیں، ان کا کام صرف یہ ہے کہ اس مشتبہ اور ناکامل مواد کو قیاس اور میلانِ طبع کے قالب میں ڈھال کر دکھائیں، تعجب ہوتا ہے کہ ان میں بعض (مثلاً گبن صاحب) ایسے صائب الرائے اور انصاف پرست ہیں کہ راکھ کے ڈھیر میں بھی سونے کے ذرے نکال سکتے ہیں، لیکن قلیل ماہم۔

(2) عربی زبان اور علم ادب و تاریخ و فلسفۂ اسلام کے بہت بڑے ماہر ہیں، لیکن مذہبی لٹریچر اور سیرت کے فن سے ناآشنا ہیں، ان لوگوں نے سیرت یا مذہب اسلام پر کوئی مستقل تصنیف نہیں لکھی، لیکن ضمنی موقعوں پر عربی دانی کے زعم میں اسلام پر یا شارع اسلام کے متعلق نہایت دلیری سے جو کچھ چاہتے ہیں لکھ جاتے ہیں، مثلاً جرمن کا مشہور فاضل ساخو جس نے طبقات ابن سعد شائع کی ہے، اس کی وسعت معلومات اور عربی دانی سے کون انکار کرسکتا ہے، بیرونی کی کتاب الہند کا دیباچہ اس نے جس تحقیق سے لکھا ہے رشک کے قابل ہے، لیکن اسی دیباچہ میں اسلامی امور کے متعلق ایسی باتیں لکھ

Marfat.com

جاتا ہے جس کو پڑھ کر بھول جانا پڑتا ہے کہ وہ وہی محترم شخص ہے جس کو ابھی ہم نے دیکھا تھا، نولدیکی (جرمنی) نے قرآن مجید کا خاص مطالعہ کیا ہے، لیکن انسائیکلوپیڈیا (جلد 16) میں قرآن پر اس کا جو آرٹیکل ہے، جابجا صرف اس کے تعصب، بلکہ اس کی جہالت کے رازِ پنہاں کی بھی پردہ دری کرتا ہے۔

(3) وہ مستشرقین جنہوں نے خاص اسلامی اور مذہبی لٹریچر کا کافی مطالعہ کیا ہے، مثلاً پامر صاحب یا مارگولیس صاحب، ان سے ہم بہت کچھ امید کر سکتے تھے، لیکن باوجود عربی دانی، کثرت مطالعہ، تفحصِ کتاب کے ان کا یہ حال ہے کہ ع

دیکھتا سب کچھ ہوں لیکن سوجھتا کچھ بھی نہیں

مارگولیوس نے مسند امام احمد بن حنبل کی 6 ضخیم جلدوں کا ایک ایک حرف پڑھا ہے، اور ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں کسی مسلمان کو بھی اس وصف میں اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں ہو سکتا، لیکن پروفیسر موصوف نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سوانح عمری پر جو کتاب لکھی ہے، دنیا کی تاریخ اس سے زیادہ کوئی کتاب، کذب وافتراء اور تاویل و تعصب کی مثال کے لیے پیش نہیں کر سکتی، اس کا اگر کوئی کمال ہے تو یہ ہے کہ سادہ سے سادہ معمولی سے معمولی واقعہ کو جس میں برائی کا کوئی پہلو پیدا نہیں ہو سکتا صرف اپنی طباعی کے زور پر بد منظر بنا دیتا ہے۔ (1)

دیپا کمار Rutgers Univeristy میں اسسٹنٹ پروفیسر ہے۔

اس کا تحقیقی اور تصنیفی کام، ہمارے عہد کے اہم مسائل مثلاً نئی روشن خیالی اور ملوکیت کے ساتھ فعال دل چسپی کا نتیجہ ہے۔ اس کی پہلی کتاب

نئی روشن خیالی کی ترجیحات کو موثر طور پر للکارنے کے حوالے سے اجتماعی جدوجہد کی طاقت کے بارے میں ہے۔ (2)

مشرقی علوم کا مطالعہ بارے اپنے ایک مضمون میں وہ بتاتی ہے کہ مشرقی سوچ کی دو خصوصیات ہیں:
تاریخ کا تہذیبی نقطہ نظر اور نسلی بنیادوں پر استوار تعلقات۔

اس کا کہنا ہے کہ تاریخ کے تہذیبی نظریے کی بنیاد اس خیال پر ہے کہ تہذیبیں منظر عام پر آتی ہیں، پھلی

Marfat.com

پھولتی ہیں اور پھر زوال پذیر ہو جاتی ہیں۔

نسلی بنیادوں پر استوار تعلقات سے مراد دیگر افراد کی نسلی کمتری ہے۔ ''تاریخ بارے اس قسم کا نکتہ نظر اس مفہوم کا احاطہ کرتا ہے کہ تہذیبیں ممتاز حیثیتیں رکھتی ہیں جن کا وجود ایک دوسرے سے الگ الگ ہوتا ہے، اور وہ بنیادی اقدار کی حامل ہوتی ہیں جن کے ذریعے پنپتی ہیں۔

اپنے ایک مقالہ میں حسب اللہ نے لکھا ہے کہ

''کیا استشراق سے منفی مفہوم کے سوا بھی کچھ حاصل ہو سکتا ہے؟ دنیا بھر میں بہت حد تک مسلمانوں میں یہ احساس پایا جاتا ہے اس مقالہ کے ذریعے یہ کوشش کی گئی ہے کہ نام نہاد استشراقیت کے چھپے ہوئے پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے۔

مسلمانوں کی اکثریت کے نزدیک استشراق کی اصطلاح کم وبیش ناقدری کے مفہوم کا اظہار ہے۔ اس کا تعلق سیکڑوں برس سے مسلمانوں اور مسیحیوں کے مابین ناخوشگوار تعلقات سے ہے۔ اس کے ابتدائی روابط اس عہد سے ہیں جب دو سو برس کی صلیبی جنگوں کے بعد اسلام یورپ تک پھیل گیا، اور پھر بالآخر یورپیوں نے اسلامی ممالک کو اپنی نو آبادیاں بنالیا۔ ان کے طویل تاریخی روابط کے باعث جو کبھی خوشگوار اور کبھی ناخوشگوار رہے، ایک ایسی فضا قائم ہوتی جہاں وہ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں شکوک ہی میں مبتلا رہے۔ مسیحی نکتہ نظر کے مطابق، اسلام کو نہ صرف تاریخی طور پر سراہا گیا بلکہ اسے ایک خطرناک مذہب اور خوفناک لفظ سمجھا گیا۔ جو مسیحی، مغربی حاکمیت کے لیے خطرے کا باعث ہے اور مسلمانوں کے نزدیک استشراق اسلامی نظریات میں ابہام پیدا کرنے اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے ذریعے اسلام کو کمزور کرنے کی خاطر مسیحیت اور مغرب کا ''علمی ہتھیار'' ہے۔ لوئیس کے مطابق مسیحیوں اور مسلمانوں کے مابین طویل تعلقات کبھی تو پرامن اور کبھی پرخطر رہے۔ (3)

حسب اللہ نے جو نتیجہ اخذ کیا، اس کے تحت وہ کہتا ہے ''استشراق'' مشرقی علوم کو طویل عرصہ سے ہی مسلمانوں کی جانب سے توہین آمیز اصطلاحوں کے طور پر لیا جاتا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے مغربی علما کے کام کو کس نظر سے دیکھا ہے۔ سیکڑوں برس ہی سے اسلام کو حقیقی اسلامی عقائد، قرآنی تعلیمات اور نبی اکرمﷺ کی حیات مبارکہ کے لحاظ سے غلط طور پر بیان کیا جا رہا اور اس کا غلط طور پر تقابل کیا جاتا رہا۔ ایک طرف تو ایڈورڈ سعید جیسے چند مغربی علما کی طرف سے بذات خود تاریخی طور پر یہ ثبوت مہیا کیا ''مغرب نے

Marfat.com

جان بوجھ کر اسلام کی غلط تصویر پیش کی تا کہ مسلمانوں پر سیاسی اور تہذیبی حاکمیت قائم رکھی جا سکے۔'' دوسری طرف مشرقی مصنفین کی طرف سے اسلام بارے تحریروں کا بھاری ذخیرہ مغربی علما کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کی کوشش کے مقابلے میں اسلام پر مفید اثرات مرتب کیے جیسا کہ ان مضامین میں جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا تیر ہے جو تیر انداز کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ جیسا کہ اس مضمون سے دیکھا جا سکتا ہے کہ شریعت نے ایک غیر متوقع کردار ادا کیا اور عصری اسلامی نشاۃ ثانیہ کو تقویت بخشی۔ واللہ علم!

ابوایمان، عبدالرحمن اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ

''کوئی بھی کھلے ذہن کا شخص جو اسلام بارے تحقیق کا آغاز کرنا چاہتا ہے، خاص طور پر جب وہ یورپی زبانوں میں تحریر کتب استعمال کرتا ہے، اسے ان ظاہری موروثی اختلافات سے آشنا ہونا چاہیے جو اسلام بارے تمام غیر مسلم تحریروں میں سرایئت کر چکے ہیں۔ کم از کم ازمنہ وسطیٰ سے ہی اسلام کو بہت زیادہ حد تک مشکلات کا نشانہ بنایا گیا اور مغرب میں اسے شدید طریقے سے غلط انداز میں سمجھا گیا۔ بیسویں صدی کے اخروی سالوں میں یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کچھ زیادہ تبدیلی آئی ہو حالانکہ اکثر مسلمان اس امر سے اتفاق کرتے ہیں کہ ترقی ہوئی ہے۔ (4)

ابوایمان نے مضمون میں ایک سویزرلینڈ کے صحافی اور مصنف کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

''مغرب۔۔۔ نے تو کبھی بھی اسلام کو صحیح طور پر سمجھا ہی نہیں۔ جب سے اس دنیا میں اسلام کا ظہور ہوا، مسیحیوں نے اس کی تذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تا کہ اس کے خلاف جنگ چھیڑنے کا جواز پیدا کیا جائے۔''

''بلاشبہ شرقی علوم کے مغربی ماہرین نے اسلام کے بارے میں مطالعہ اور جائزہ جاری رکھا، جنہوں نے گزشتہ دو صدیوں سے اس موضوع پر خاصا علمی مواد شائع کیا۔ بہر حال ان کی یہ محنت، خاص طور پر تاریخ اور لسانیات کے شعبوں، جس قدر بھی اہمیت کی حامل ہو، انہوں نے مسیحی یا بعد از مسیحی عہد میں محض اس لیے اسلامی مذہب کے بارے میں فہم حاصل کرنے میں سستی کا مظاہرہ کیا کیونکہ وہ اپنے مخصوص علمی حلقوں کے باہر اسلام کے بارے میں زیادہ دلچسپی پیدا کرنے میں ناکام رہے۔ یہ بھی تسلیم

Marfat.com

کرنے پر مجبور کیا گیا کہ مغرب میں مشرقی علوم کے بارے میں مغربی علمانے کبھی بھی عالمانہ غیر جانبداری کی روح سے کام نہیں کیا۔ اور اس امر سے انکار بہت ہی مشکل ہے کہ کچھ اسلامی اور عرب علمانے اسلام اور اس کے پیروکاروں کی تحقیر کرنے کی دانستہ اور واضح کوشش کی۔ ''واضح وجوہ'' کے لیے یہ رجحان خاص طور پر نوآبادیاتی سلطنتوں کے عروج کے زمانہ میں بہت زیادہ مروج رہا۔ لیکن یہ کہنا مبالغہ آرائی ہوگا کہ یہ رجحان بغیر کسی آثار ونشان کے معدوم ہو گیا۔ (5)

راجر ڈی یاستیر سویزرلینڈ کا ممتاز صحافی ہے جسے 1988ء میں فرانسیسی مصنفین کی ایسوی ایشن کی جانب سے ایک ممتاز انعام سے نوازا گیا۔ اس نے اپنی کتاب میں اسلامی عہد، تاریخ اور تہذیب کا مکمل تعارف پیش کیا ہے۔

''بنیاد پرستی جیسے معاملات حاضرہ کے بارے میں وہ نہ صرف اور مسلمان خواتین کا مقام کے بارے میں اظہار خیال کرتا ہے بلکہ قرآن، نبی اکرمؐ، اسلامی تاریخ اور اسلامی فن وادب کی نوعیت بارے بھی جائزہ پیش کرتا ہے۔ غیر متعصب لیکن جذبات سے بھرپور اس کتاب میں ''انکشافات'' موجود ہیں جن پر اس صورت میں توجہ دی جانی چاہیے اگر مشرق ومغرب کے درمیان اختلاف کو دور کرنا مقصود ہے۔''

ایڈورڈ سعید Edward Said

''ایڈورڈ سعید یروشلم میں 1935ء میں پیدا ہوا۔ وہ کئی برس تک فلسطین کی حمایت کے ضمن میں امریکا کا ایک ممتاز ترجمان رہا۔ اس کی موثر ترین کتاب (1978) Orientalism، اسلام کے بارے میں مغربی رویے کا جائزہ، سمیت اس کی تحریروں کا 26 سے زائد زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

اس کی زیادہ تر تحریریں فلسطینی مسئلے کی جذباتی حمایت سے متاثر ہیں۔ کولمبیا نیوز کے مطابق (کولمبیا یونیورسٹی جہاں سعید نے اپنی زیادہ تر پیشہ ورانہ زندگی سیر کی) ''کتاب استشراق'' کا مصنف ایڈورڈ سعید دنیا کا سب سے زیادہ بارسوخ مصنف ہے۔ (6)

ایڈورڈ سعید نے ستمبر 2003ء میں وفات پائی۔

امر دیپ نے ایک تحقیقی مضمون ایڈورڈ سعید کے حوالے سے لکھا ہے۔

''علمی وتعلیمی زندگی کے بارے میں ایڈورڈ سعید کی اہم خدمت، اس کی کتاب

Marfat.com

Orientalism ہے۔ یہ کتاب تقریباً نصف درجن موضوعات، خاص طور پر ادبی مطالعے (انگریزی، تقابلی مواد)، تاریخ، بشریات، عمرانیات، علاقائی مطالعے (خاص طور پر مشرقِ وسطیٰ بارے مکالمہ) اور تقابلی بہت ہی موثر اور بارسوخ رہی ہے۔"

بہرحال پڑھے لکھے طبقے کے لیے جس قدر Orientalism اہم تھی، ادب اور فن کے بارے میں سعید کے خیالات وقت کے ساتھ ساتھ مسلسل ارتقا پذیر ہوتے رہے اور انہیں Culture and Imperialism (1933) میں بیان کیا گیا، یہ ایک ایسی کتاب تھی جو Orientalism کے قریباً پندرہ سال بعد منظر عام پر آئی۔ اگر ہم زیادہ بھی نہ چاہیں تو پھر اس کی سوچ کے ارتقا کو مندرجہ ذیل طریقے کے مطابق سمجھا جاسکتا ہے۔ ابتدائی طور پر سعید کے انتہائی کام کو مسترد کر دیا گیا اور پھر آخر میں اسے بہت زیادہ سراہا گیا۔ اگر Orientalism نے غیر مسلم دنیا کی غلط فہمیوں کے طریقِ پر اعتراض کایا۔ تہذیب، ثقافت اور ملوکیت کی طرف سے مشرق اور مغرب، نوآبادکار اور نوآبادیوں، سفید اور سیاہ فا، اور استعماری اور مستعمراتی ممالک بارے بہت کم اختلافی رویہ اپنایا گیا۔

> یورپ اور امریکی فضلا نے روایتی طور پر "Orientalism" بارے میں جو رویہ اختیار کیا۔ اس کے متعلق سعید نے براہِ راست اعتراض کیا۔ "Orientalism" تو سوچ کا خفیہ ڈھانچہ ہے۔ دنیا کے جس حصے کو "مشرق" کہتے ہیں۔ اس بارے میں بعض اور مخصوص نظریات وضع کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ (7)

خیال رہے کہ استشراق کی اصطلاح ایڈورڈ سعید نے وضع نہیں کی ہے۔

ڈاکٹر موریس بوکائی پیشے کے اعتبار سے سرجن اور مشہور اسکالر ہیں۔ پچاس سال کی عمر میں عربی زبان سیکھی تاکہ قرآن کی گہرائی میں جاسکیں۔

1976ء میں ان کی کتاب دی بائبل، دی قرآن اور سائنس شائع ہوئی، اپنی کتاب میں ایک جگہ وہ لکھتے ہیں۔

> "جب کوئی شخص کسی مادہ پرست ملحد کے سامنے اسلام کا ذکر کرتا ہے تو اس ملحد کے چہرے پر مایوسی سے بھری مسکراہٹ ہوتی ہے جو کہ اس کی بے خبری کے مترادف ہے۔"

Marfat.com

''مذہب کے بارے میں مغربی دانشوروں کا جو بھی مشترکہ نقطہ نظر ہو، اس کے پاس اسلام بارے غلط فہمیوں کا ایک پلندا دستیاب ہے۔ اس امر کے بارے میں اس کے ایک یا دو عذر قبول کر لینے چاہئیں۔ پہلا تو یہ کہ اعلیٰ سطح کیتھولک حکام میں مروج نئے اختیار شدہ رویوں کے قطع نظر، مغرب میں اسلام کو ہمیشہ ہی نام نہاد ''ملحدانہ تحقیر'' کا نشانہ بنایا گیا۔ مغرب میں جس شخص نے بھی اسلام بارے گہرا علم حاصل کیا ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ کس حد تک اس کی تاریخ، عقیدے اور مقاصد کو مسخ کیا گیا ہے۔ یہ حقیقت بھی لازمی طور پر مدنظر رکھنی چاہیے کہ اس موضوع پر طبع یورپی دستاویزات (اعلیٰ سطحی مخصوص تحقیقی و تجزیاتی کاموں کے نقطہ نظر)۔ کسی ایسے شخص کے کام کو آسان نہیں بناتیں۔ (8)

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ مغربی ممالک کی خارجہ حکمت عملیوں کا براہ راست نشانہ مسلمان ہیں۔ دل چسپ امر یہ ہے کہ ان حکمت عملیوں کی بنیاد اسلام کے بارے میں مشرقی علوم کے مغربی ماہرین کے نکتہ ہائے نظر ہیں۔

ظفر علی قریشی لکھتے ہیں۔

''بذات خود مغربی مصنفین کے تسلیم شدہ اعتراضات سے معلوم ہوگا کہ حضور نبی اکرمؐ کی شخصیت بارے ان کا انداز فکر اور موقف، تعصب، نفرت اور تنگ نظری کے باعث کمزور پڑ چکا ہے اور انہوں نے اپنے مخصوص مفادات کی خاطر آنحضرتؐ کی زندگی اور تعلیمات بارے نہایت ہی متضاد اور غلط تصویر پیش کی ہے۔'' (9)

یعنی وقتاً فوقتاً مسلمان فضلا، علما اور مصنفین کی جانب سے مستشرقین کی باتوں کا جواب دیا جاتا رہا ہے۔ تقریباً 30 سال پہلے بہت بڑے پیمانے پر ہندوستان میں دارالمصنفین نے سیمینار منعقد کیا تھا جس کا اثر آج بھی محسوس ہوتا ہے۔

آج 2012ء میں جو کام ہو رہا ہے اس کی تفصیل ہم نے اس کتاب میں شامل کی ہے۔ ظاہر ہے کہ مکمل تفصیل نہیں ہے مگر جتنا معلوم ہو سکا ہے وہ موجود ہے۔

دھیان رہے کہ مستشرقین کی علمی غلطیوں کی نشاندہی کے لیے مسلمانوں کی طرف سے ردِعمل ہر دور میں

Marfat.com

ہوتا رہا ہے۔

ابوسیف کے مطابق یہ ردِعمل دو طرح کا ہوتا ہے۔

(1) ان مسلمان علما، فضلا اور مبلغین کا ردِعمل جو خاص طور پر اسلامی تعلیمات کے شعبے سے وابستہ ہیں۔

(2) ان مسلمانوں کا ردِعمل جو علما اور فضلا یا اہم شخصیات (علمی لحاظ سے) کی طرف سے ہے جن کا تعلق سائنس، قانون یا دوسرے شعبہ سے بھی ہے۔(10)

ابوسیف نے اس تقسیم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

اس تقسیم کا مقصد یہ نہیں کہ مسلمان علما کی طرف سے ردعمل کو عمومی نوعیت دی جائے لیکن اس تقسیم کا مقصد کم وبیش یہ ہے کہ ایک محدود دائرے کے اندر رہتے ہوئے اس موضوع بارے بہتر رویہ اپنایا جائے۔

اسلامی تعلیمات کے پس منظر کے حوالے سے مسلمان علما کو اس حقیقت بارے بہت ہی زیادہ اس شکایت کا سامنا ہے کہ مشرقی علوم کے مغربی ماہرین نے اپنے جائزے اور تحقیق کے ذریعے اسلام کی غلط تصویر پیش کی۔ اس کی وجہ یہ حقیقت ہے کہ مشرقی علوم کے مغربی ماہرین اپنے انداز فکر کے مطابق اسلام کے بارے توضیح کرنے کی کوشش کرتے رہے جو ممکن ہے اسلام کے آفاقی نکتہ نظر کی تشویت کے مطابق نہ ہو۔ یہ کمی یا تو اسلامی تعلیمات کا جائزہ لینے کے غیر مناسب طریقے کے باعث تھی یا پھر اسلام کے خلاف محض شیطانی انداز فکر کا شاخسانہ تھا۔

اس لیے مسلمان علما اور فضلا نے مستشرقین کے نکتہ نظر کو نہایت سختی سے مسترد کر دیا، مبلغین اور عام مسلمان کے نزدیک یہ ردِعمل اور موقف بڑی حد تک قابل قبول تھا کیونکہ یہ دیکھ رہے تھے کہ مسلمان اور اسلامی ممالک علمی اور تعلیمی کمزوری سے ہمکنار ہو رہے ہیں اور یہ الزام مستشرقین پر ٹھیک ٹھیک بیٹھتا تھا کہ وہ اس کے ذمہ دار ہیں۔

دوسری طرف ان مسلمان فضلا اور محققین کو لیں جن کا تعلق سائنس، قانون یا طب وغیرہ سے تھا، ان کے نزدیک

''یہ طریقہ کار اس انداز فکر سے بہت مختلف تھا جن کا پس منظر انسانی سائنس کے شعبے سے تھا۔ اکثر نے Orientalism کے بارے میں ایک زیادہ با مقصد تحقیقی موقف اپنایا اور مشرقی علوم کے ان مغربی ماہرین کے درمیان نہایت محتاط انداز سے فرق کیا۔

Marfat.com

ان میں سے کچھ ماہرین تو وہ تھے جنھوں نے نوآبادی حکمرانوں کے مفادات کے تحت کام کیا اور کچھ ماہرین وہ ہیں جو ہمسایہ تہذیب کو سراہنے کے لیے مشرق بارے تحقیقی کام کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ حقیقت بھی ہے کہ نفسیات، عمرانیات، بشریات اور تاریخ جیسے بہت سی عصری انسانی سائنسیں، مغربی روایات کے باعث وجود میں آئیں۔ مشرقی علوم کا مطالعہ ایک ایسی علمی شعبہ ہے جو برنارڈ لوئیس کے مطابق بیداری وشعوری کی انسانی روایت میں سے وجود میں آیا۔ مزید برآں اس علم بارے وہ مسلمان عمرانی سائنسدان ان کی نسبت زیادہ بہتر جانتے ہیں جن کا پس منظر اسلامی نزول شدہ علم ہے۔"(11)

اس تجزیہ میں ابوسیف نے یہ نہیں کہا ہے کہ دونوں طرح کے ردِعمل میں سے کون صحیح ہے یا کون غلط ہے بلکہ وہ یہ بتا رہے ہیں کہ ان دونوں طرح کے ردعمل جو دو مختلف قسم کے تجربہ کار لوگوں کی طرف سے ہوئے ان کی افادیت کیا ہے۔

ابوسیف کی ردِعمل کے حوالے سے تقسیم نے ایک اور فکر کا دروازہ کھول دیا ہے اور ہم یہ دیکھیں گے کہ آج سے تیس سال پہلے ردِعمل کا انداز کیا تھا یا یوں کہیں کہ تقریباً 100 سال پہلے تک مسلمان علما کے خیالات کیا تھے۔ اور وہ مسلمان جو اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ سائنس، قانون اور طب وغیرہ جیسے شعبوں سے بھی منسلک تھے۔

جناب حکیم محمد سعید دہلوی، ہمدرد فاؤنڈیشن، کراچی (پاکستان) لکھتے ہیں کہ

"ہمارے اسلاف نے قرآن کریم کی روشنی میں اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے فیض سے عالم انسانیت کو جو تہذیب عطا کی اور علوم وفنون کے میدان میں جو مہتمم بالشان کارنامے انجام دیے وہ تاریخ عالم کا بیش بہا ذخیرہ ہیں لیکن مختلف وجوہ سے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، مسلمانوں میں سیاسی انحطاط کے ساتھ علمی لگن میں بھی کمی ہوئی تو وہ علمی پیش رفت تو رہی ایک طرف، اپنے اسلاف کے کارناموں سے بھی بے گانہ ہونے لگے اور ان کو مسلمان مشاہیر علم وادب کی خدمات کا علم واندازہ بھی نہیں رہا۔

Marfat.com

اقوام مغرب نے سیاسی غلبہ کے ساتھ ساتھ علم ودانش میں بھی برتری حاصل کرنے کی سعی پیہم کی، اس کے لیے ایک طرف تو مغربی اہل علم نے مسلمانوں کو احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی کامیاب کوششیں کیں، دوسری طرف وہ خود علمی تلاش وتحقیق وکدو کاوش میں مصروف ہوگئے، اپنی علمی برتری اور اپنے اخلاقی تفوق کو ظاہر وثابت کرنے کا ایک طریقہ انہوں نے یہ بھی نکالا کہ مسلمان اکابر ومشاہیر کے کارناموں پر تحقیق شروع کی اور اپنی تحقیق کے نتائج کو انکشافات کے انداز میں خود مسلمانوں کے سامنے بھی پیش کیا ''خدا شرے برانگیزد کہ خیر ماوراں باشد'' کے مصداق ان کے اس طرز فکر وعمل کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ خود مسلمان اہل علم کو بھی اپنے اسلاف کی عظمت پر توجہ ہوئی اور ان کو احساس ہوا کہ ان کے بزرگوں نے جو کارنامے انجام دیے ہیں ان کو مستشرقین نے تسلیم کرنے میں کتمان حق سے خوب خوب کام لیا ہے۔''

جناب حکیم محمد سعید صاحب نے یہ مقالہ ''مستشرقین اور طب اسلامی'' 1981ء میں لکھا تھا۔

جناب محمد طفیل صاحب، ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، پاکستان۔ لکھتے ہیں کہ

''اسلام اور اس کی تعلیمات پر غور کرنے، انہیں سمجھنے اور اس پر عمل کرنے یا اس کا انکار کرنے سے پہلے مسلمانوں اور غیر مسلموں پر لازم ہے کہ وہ بنیادی مآخذ سے اسلام کا گہرا مطالعہ کریں تاکہ وہ کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں، اس قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں نے بھی اسلام اور اس کی تعلیمات کو اپنے مطالعہ فکر اور تحریر کا موضوع بنایا ہے۔

مسلمانوں نے اسلام کے بارہ میں غیر مسلموں کی تحریروں کو نہ صرف پڑھا بلکہ ان پر کڑی تنقید بھی کی، جن غیر مسلموں نے اسلام کے بارہ میں لکھا انہیں عام طور پر مستشرقین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اگرچہ بعض اوقات یہ اصطلاح صرف ان غیر مسلموں کے لیے استعمال کی جاتی ہے جن کا تعلق یورپین ممالک سے ہے اور انہوں نے اسلام کے بارہ میں کچھ لکھا ہے، لیکن عام طور پر یہ اصطلاح ان سب اصحاب علم کے بارہ میں استعمال ہوتی ہے جو غیر مسلم ہوں اور انہوں نے اسلام کے بارہ میں کچھ نہ کچھ کام کیا ہو، اگرچہ اسلام کے بارہ میں غیر مسلموں نے ابتدا ہی سے غور وفکر شروع کر دیا تھا، یہودیوں اور عیسائیوں نے اس دین کو آغاز رسالت ہی سے اپنے اعتراضات کا ہدف بنایا لیکن وہ گروہ جسے ہم ''مستشرقین'' کے نام سے یاد کرتے ہیں،

Marfat.com

ان کا آغاز صلیبی جنگوں میں غیر مسلموں کی ناکامی کے بعد ہوا تھا، صلیبی جنگوں کی ناکامی نے غیر مسلموں میں یہ شعور پیدا کر دیا تھا کہ اب وہ سیاسی طور پر مسلمانوں سے نبرد آزما نہیں ہو سکتے، اس لیے اب ایسے ذرائع اپنانے چاہئیں جن سے مسلمانوں کو مرعوب کر کے ان پر غلبہ حاصل کیا جا سکے، ظاہر ہے کہ ایسا کرنے کے لیے ان کے پاس اسلام کو مسخ کر کے پیش کرنے کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں تھا، چنانچہ انہوں نے اس میدان میں یلغار کی اور اس کے لیے مستشرقین نے نہ صرف اسلام کو مسخ کیا بلکہ اس آڑ میں اپنے ادیان کی تبلیغ کا بھی فریضہ ادا کیا، اس سلسلہ میں لارڈ البنی نے کہا تھا:

> ''اگرچہ عسکری نقطۂ نظر سے جنگ ختم ہو چکی ہے مگر جہاں تک دینی تعصب کا تعلق ہے وہ مستشرقین کی تحریروں میں نہ صرف باقی ہے بلکہ اس میں روز افزوں اضافہ ہوگا، غیر مسلم، اسلام اور اس کی ثقافت کے بارہ میں جب بھی لکھیں گے مسلمانوں کو پس ماندہ، کمزور اور ثقافت سے عاری ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔''

یہی وجہ ہے کہ ہم جب بھی مستشرقین کی تحریروں کا مطالعہ کرتے ہیں تو انہیں اسلام کے خلاف بھرے ہوئے پاتے ہیں، یہ حقیقت تاریخی طور پر ثابت ہے کہ استشراق کی تحریک کا مقصد علم کی خدمت یا اسلام کی وراثت کو ضائع کرنے سے بچانا ہرگز نہیں ہے، بلکہ یہ تحریک کلیسا کے زیر اثر پیدا ہوئی، بڑے بڑے پادری اس تحریک کی حوصلہ افزائی کرتے رہے، اسی طرح عیسائی اور یہودی حکومتوں نے بھی اس تحریک کی سرپرستی کی، مستشرقین نے مخطوطات شائع کرنے کے بہانہ سے اسلام کی صحیح فکر کو نشو ونما پانے سے روکا، مسلمانوں کے طرز فکر کی اشاعت کرنے کے بجائے اپنے خیالات پیش کیے اور بعض مقامات پر حقائق سے چشم پوشی کر کے اس میں تحریف بھی کی، بنیادی مآخذ سے اپنی لاعلمی کی وجہ سے وہ حقائق کو آسانی سے مسخ کر سکے اور نتائج اخذ کرنے کی عجلت میں اپنے کو حقائق سے ہمیشہ دور رکھا، اس طرح انہوں نے بے شمار غلطیاں کیں جن کا اعتراف مستشرقین نے خود بھی کیا ہے۔

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پاکستان، نے 1982ء میں ایک مقالہ لکھا تھا ''مستشرقین، استشراق اور اسلام'' جس میں وہ فرماتے ہیں۔

''عصر حاضر کے مستشرقین یہود و نصاریٰ نہیں تو اور کون ہیں لیکن یا للعجب کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ آج مسلمانوں نے انہی یہود و نصاریٰ کے ساتھ مساویانہ حیثیت سے رسم و راہ رکھنا تو ایک طرف ان کو استاد کا

Marfat.com

درجہ دے کر اپنے دل و دماغ کی زمام کاران کے ہاتھ میں دے رکھی ہے، اسلام اور مستشرقین اور استشراق کے تعلق کے مختلف ادوار ہیں، ایک زمانہ میں انہوں نے عربی اور اسلامی علوم کی طرف توجہ کی اور بڑی ہوشیاری سے آہستہ آہستہ ان کے بھی امام بن گئے اور نوبت بایں جارسید کہ آج کسی کو طبیعی اور سائنسی علوم میں ہی نہیں، عربی اور اسلامیات میں سند فضیلت لینی ہوتی ہے تو وہ یورپ اور امریکہ کی ان جامعات کا رخ کرتا ہے جہاں یہ نام نہاد اسکالر دام تزویر بچھائے دانہ ڈال کر شکار کی گھات میں بیٹھے ہیں، کیا ان کا مقصد واقعی مسلمان نوجوانوں کو عربی اور اسلامیات پڑھا کر اسلام اور ملت اسلامیہ کی خدمت کرنا ہے؟ پورے پورے شعبے انہوں نے اس لیے کھول رکھے ہیں کہ مسلمان ذہن تیار ہوں؟ اسکالرشپ میں بڑی بڑی رقمیں وہ اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل پیدا ہوں؟ کوئی ہوش مند، ایماندار آدمی اس کا جواب اثبات میں نہیں دے سکتا۔

استشراق کی تاریخ یہاں پہنچ کر ایک نیا موڑ مڑ چکی ہے، وہ کام جو ایک صدی پہلے عیسائی مبلغین اور مستشرقین کر رہے تھے، اب اس کام کے لیے انہوں نے مسلمانوں میں سے آدمی تیار کر دیے ہیں، اقبال کا مصرعہ یاد آتا ہے، انہوں نے ہمارے شاندار ماضی کے لیے کہا تھا۔

پاسبان مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

آج صنم خانہ کعبہ سے پاسبان حاصل کر رہا ہے، پہلے اس طرح کی اکادکا مثالیں تھیں، آہستہ آہستہ ان میں اضافہ ہوتے ہوتے ان کی تعداد اتنی ہوگئی ہے کہ ہم اسے استشراق کے ایک علاحدہ دور سے تعبیر کر سکتے ہیں، میں نے بہت سوچا کہ استشراق کے ان علمبرداروں کو کیا نام دیا جائے، مستشرقین اور استشراق کی جو صحیح تعریف ہم نے آغاز کلام میں متعین کی تھی، وہ تو ان پر صادق نہیں آتی، بعض لکھنے والوں نے ان کے لیے مستغربین لکھا ہے مگر اس کی موزونیت میں مجھے کلام ہے، میں لفظیات اور اصطلاحات کے ماہرین کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس کے لیے کوئی مناسب لفظ تجویز کریں۔

شیطان اس دنیا میں انسان کو گمراہ کرنے کا مشن لے کر آیا تھا، اس کو جب انسانوں میں ہی ایسے شاگرد مل گئے جو اس کے مشن کو اس سے زیادہ مستعدی کے ساتھ تکمیل کرنے لگے تو وہ فارغ ہوگیا، اسی طرح ہمارے مستشرقین بھی اب فارغ ہو چکے ہیں، کچھ وقت گزرنے کے بعد ان کا نام صرف تاریخ میں رہ جائے گا لیکن اسلام رہے گا اور اسے مستشرقین کی جگہ ایک نئی مخلوق سے واسطہ ہوگا جو کام انہی کا کرے گا لیکن اس کا نام

Marfat.com

کچھ اور ہوگا، یہ مشیت الٰہی ہے، جو لوگ اسلام کے نام لیوا ہیں، دل سے اسلام کی حقانیت کے قائل ہیں وہ خبردار ہو جائیں۔ وما علینا الا البلاغ

شیخ نذیر حسین، مدیر اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، لاہور لکھتے ہیں۔

''مشرقی بالخصوص اسلامی زبانوں کی ترویج و اشاعت کا دوسرا بڑا محرک یورپی استعمار تھا، انیسویں صدی عیسوی میں فرانس نے الجزائر، مراکش اور تونس پر قبضہ کرلیا، برطانیہ نے ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کرلی، ولندیزیوں نے انڈونیشیا پر قبضہ جمالیا، روس نے ترکستان کو غصب کرلیا، اطالیہ نے طرابلس کو ہتھیا لیا اور برطانیہ نے مصر پر اپنی سیادت قائم کرلی، پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر برطانیہ نے عراق اور فلسطین اور فرانس نے شام اور لبنان پر انتداب قائم کرلیا۔

ان مفتوحہ اور زیرحمایت ممالک کے علوم وآداب اور رسوم و رواج سے واقفیت پیدا کرنے کے لیے متعدد ادارے وجود میں آئے، ابتدا میں ان اداروں میں کام کرنے والے زیادہ تر اہل کلیسا تھے جو دینی عصبیت سے محفوظ نہ تھے، ان کے بعد بہت سے حقیقی عالم بھی پیدا ہوئے، جنہوں نے اپنی زندگیاں علوم اسلامیہ کی تحقیق و اشاعت میں صرف کردیں، انہیں اسلام اور مسلمانوں سے کوئی خاص عناد یا بغض نہ تھا۔''

(1982)

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 3

پروپیگنڈہ

Marfat.com

Marfat.com

پروپیگنڈہ

پروپیگنڈہ ایسا ہتھیار ہے جس سے بڑے بڑے کام لیے جاتے رہے ہیں اور اب بھی یہ ایک مہلک ہتھیار ہے ہاں اس کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔

آج کے دور میں اسے میڈیا بھی کہا جاتا ہے۔

پروپیگنڈے کی قوت سے کلیسا اچھی طرح سے واقف تھا۔ کلیسا اسی پروپیگنڈے کے بل پر استوار ہوا تھا۔ پروپیگنڈے ہی کے بل پر چوتھی صدی عیسوی میں رومن ایمپائر کو کرسچین ایمپائر بنایا گیا تھا۔ اسی قوت سے کلیسا نے مغرب میں تمام رقیب مذاہب کا صفایا کیا تھا۔ اسی قوت سے جرمنوں کو قابو کیا تھا۔ کلیسا کے اختیار میں ویسے بھی صرف یہی ایک ہتھیار تھا اور اس کی مدد سے وہ نہ صرف خود کو بلکہ مغربی معاشرے کو بھی اسلام جیسے خطرناک دشمن سے محفوظ رکھ سکتا تھا۔ چنانچہ کلیسا نے اسلام کے خلاف جنگی پیمانے پر پروپیگنڈہ کیا۔

> مغرب پر اگر صرف سیاسی دباؤ ہوتا تو شائد کلیسا کا پروپیگنڈہ اس قدر مقبول، موثر اور نتیجہ خیز نہ ہوتا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عالم اسلام کا شدید دباؤ ہمہ جہتی تھا۔(1)

ٹوین بی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ

> پروپیگنڈے کے ایجاد کرنے والے مذہبی مبلغین تھے اور اسی پروپیگنڈہ نے بابل اور آشوری تہذیبوں کو مٹا ڈالا۔(2)

جان پلجر (John Pilger) نے 2010 میں ایک ڈاکومنٹری بنائی تھی جس میں اس نے پہلی جنگ عظیم سے پہلے تک عراق افغانستان جنگ کے حوالے سے ایک تحقیقی انداز میں پروپیگنڈہ کی طاقت کے اثرات اور نتائج دکھائے ہیں ڈاکومنٹری کا نام ہے

Marfat.com

''وہ جنگ جو آپ نے نہیں دیکھی''۔(3)

اس فلم میں جو مثالیں پروپیگنڈہ کی طاقت کے حوالے سے ہیں وہ یہ ہیں۔

☆ عراق جنگ کے دوران ٹیلی ویژن پر 17 مرتبہ یہ کہا گیا کہ بصرہ پر امریکی اور اس کے اتحادیوں کا قبضہ ہو گیا ہے جب کہ قبضہ نہیں ہوا تھا۔

☆ جنگ سے پہلے ٹونی بلیئر نے کہا تھا کہ ہم خون کا قطرہ بہائے بغیر بغداد پر قبضہ کر لیں گے۔

☆ کولن پاول نے عراق کے خلاف جو شواہد دیے اسے کسی میڈیا نے چیلنج نہیں کیا بلکہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا۔(4)

برطانیہ کے ایک صحافی ڈیوڈ روز (David Rose) نے بھی اسے بڑھا چڑھا کر لکھا مگر جب بعد میں پتہ چلا کہ یہ سب جھوٹ تھا تو اس نے یہ بیان دیا۔

''مجھے دکھ بھی ہے اور غصہ بھی کہ میں نے اس وقت جو لکھا وہ غلط تھا مجھے غلط معلومات ملی تھیں۔''

اس پروپیگنڈہ کے نتائج آپ جانتے ہیں۔

پہلی جنگ عظیم میں %10 فیصد شہری مارے گئے تھے۔

دوسری جنگ عظیم میں %50 فیصد شہری مارے گئے۔

ویت نام کی جنگ میں %70 فیصد شہری مارے گئے۔

عراق کی جنگ میں %90 فیصد شہری مارے گئے۔(5)

پروپیگنڈہ کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ مخالف کے خلاف نفرت پھیلائی جائے۔ مسلمانوں نے جب دوسری مرتبہ روم پر حملہ 875ء میں کیا تب سے اسلام دشمنی کی بنیاد رہ گئی اور مغرب نے اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کا آغاز کر دیا۔

راجر بیکن Roger Becon 1213 یا 1214 میں پیدا ہوا یہ اپنے وقت کا مشہور ادیب تھا۔ بیکن نے اپنی کتاب ''اوپس میوس'' (Opus Miaus) میں لکھا۔

''دنیا میں عیسائیوں کی تعداد بہت کم ہے جب کہ بے دینوں سے بھری پڑی ہے۔ اور ایسا کوئی نہیں جو انہیں راہ حق بتلا سکے۔ اور اگر یہ پوچھا جائے کہ راہ بتلانے والا کیوں نہیں تو جواب یہ ہے کہ کچھ تو عالم

Marfat.com

عیسائیت کے مقاصد غلط تھے اور کچھ اس کے وسائل بھی نامناسب تھے۔ مقاصد اس اعتبار سے غلط تھے کہ یہ غلبہ کی خواہش سے آلودہ تھے، جس کے سبب عیسائی بنانے کی کوششیں ضائع ہوگئیں۔ جنگیں ناکام ہوچکی ہیں لیکن اگر یہ کامیاب بھی ہو جائیں تو لاحاصل رہتیں، کیونکہ اتنے وسیع علاقے پر قبضہ برقرار رکھنا ممکن نہ ہوتا۔ پھر جو لوگ باقی بچتے وہ فاتحین کے خلاف مشتعل ہوتے۔ ان کی ہمسائیگی خطرناک ہوتی اور یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کر لیتے۔ اس حقیقت کا مشاہدہ آج ہم مختلف اسلامی مملکتوں میں کر رہے ہیں۔ لہٰذا تبلیغ ہی وہ واحد طریقہ کار ہے جس کے ذریعہ عالم اسلام میں نفوذ کیا جاسکتا ہے۔''

''اس مقصد کے لیے ہمارے وسائل تین اعتبار سے کم ہیں۔ ضروری زبانوں سے کسی کو واقفیت نہیں ہے۔ بداعتقادی کی کیفیتوں کا نہ تو مطالعہ کیا گیا ہے اور نہ ہی تعین۔ اور پھر ان کے ازالے کے لیے ابھی تک دلائل پر غور بھی نہیں کیا گیا ہے۔''

''فلسفہ بے دینوں کا اہم ترین ہتھیار ہے۔ اس میں جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے انہیں سے کیا ہے۔ چونکہ فلسفہ بے دینوں کا خصوصی ہتھیار ہے اس لیے اس پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے، تاکہ ان لوگوں کو جب بھی فلسفہ لوٹایا جائے وہ دینی تقدس سے لبریز ہو۔'' (6)

''رابرٹ کیٹان نے جب 1143ء میں پہلی مرتبہ قرآن کا ترجمہ کیا تو گویا مغرب کے پاس یہ پہلا موقعہ تھا کہ وہ اسلام کو سنجیدگی سے سمجھنے کی کوشش کریں۔'' (7)

راجر بیکن کیٹان کے کام سے یعنی ترجمہ سے متاثر ہوا تھا اور اس نے اس معاملے کو طول دیا یہاں تک اس نے پوپ کلیمنٹ چہارم کو ایسی تجاویز دیں کہ مسلمانوں اور اسلام سے کیسے مقابلہ کیا جائے اور عیسائیت کو اسلام سے بہتر ثابت کیا جائے۔

1312ء میں ہوئی ویانا کونسل میں پوپ کلیمنٹ پنجم نے کہا۔

عیسائی حکمران اپنے علاقوں میں اذان کی ممانعت کر دیں، اور اپنے مقبوضہ علاقوں کے مسلمانوں کو مقامات مقدسہ (حرمین شریفین) کی زیارت کے لیے جانے نہ دیں۔ (8)

یہاں تک کہ 15ویں صدی میں بھی خیالات میں کوئی کمی نہیں آئی تھی اور پروپیگنڈہ جارہ رہا۔

''1418 میں یعنی رابرٹ کے ترجمہ کے تین سو سال بعد بھی پوپ مارٹن پنجم نے مسلمانوں کو بت پرست قرار دیا۔'' (9)

Marfat.com

بہرحال دنیا کا اسلام کی طرف رجحان اور اسلام کی دعوت کے نتیجے میں لوگ عیسائیت سے دور اور اسلام کے نزدیک ہو رہے تھے۔ عیسائیت سے دوری کی وجہ یہ تھی کہ کیتھولک چرچ میں خامیاں تھیں اور یہ کہنے والا پہلا شخص جان وے کلف (John Waycliffe) تھا۔

جان وے کلف 1328ء میں پیدا ہوا۔ اس نے فلسفہ اور مذہب کی تعلیم میں کافی نام کمایا۔ بائبل کو مختلف علاقائی زبانوں میں ترجمہ کرانے کی ضرورت کو بھی شروع شروع میں اس نے ہی محسوس کیا اس کے ماننے والے بہت لوگ تھے جنہیں لولارڈ کہا جاتا ہے۔

اس کے نزدیک اسلام میں جتنی خامیاں اور کمزوریاں بیان کی جاتی تھیں وہ سب خود کیتھولک چرچ کے نظام میں موجود تھیں۔ اس نے اسلام کی سربلندی کا ذمہ دار چرچ کو ٹھہرایا۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر چرچ کے نظام میں تبدیلی اور بہتری لائی گئی تو اسلام سے مقابلہ ہو سکتا ہے۔(10)

یہ وہ نظریہ تھا جو وے کلف نے چودھویں صدی میں پیش کیا مگر ایک اور شخصیت تعارف کی محتاج نہیں ہے جس نے اس نظریہ کو مضبوط اور مستحکم بنا دیا۔ مارٹن لوتھر (Martin Luther)

مارٹن لوتھر 10 نومبر 1483ء میں پیدا ہوا۔

مارٹن لوتھر نے تمام پرانی تحریریں، مقالے اور کتابیں جو اسلام کے خلاف تھیں انہیں جمع کیا اور اُنکا ترجمہ جرمن زبان میں کیا۔ اور اس میں یہ لکھا کہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان صلح نہیں ہو سکتی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ مسلمانوں کو عیسائیت نہیں بنایا جا سکتا۔

''لوتھر کے نزدیک عیسائیوں کے دو دشمن تھے۔ بیرونی دشمن اسلام اور اندرونی دشمن پوپ۔ اس نے کہا:''

''کیا اسلام ہی عیسائیت کا واحد اور عظیم ترین دشمن ہے۔ نہیں بلکہ اس سے زبردست اور عظیم ترین دشمن تو خود چرچ میں موجود ہے۔ اور یہ دشمن پوپ کے سوا اور کون ہے۔''(11)

لوتھر نے جس حد تک اسلام دشمنی کو ہوا دی اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ وہ جب دعا مانگتا تو یہ کہتا کہ اے یسوع مسیح

''القرآن کے مصنف پر آگ اور پتھروں کی بارش برسا''۔(12)

یعنی پوپ سے بھی دشمنی اور اسلام سے بھی نفرت، اس مخالفت میں ایک نام اور ہے۔

Marfat.com

جان بیل(John Bale)

جان بیل 1495ء میں برطانیہ میں پیدا ہوا، اسے تاریخ سے بے حد دلچسپی تھی۔ یہ پوپ کا سخت مخالف تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں لکھا۔

"The pope maketh his beast; he is the high priest, he ia Of equeal power with Peter, he cannot err, he is head and spouse of the church, and he is Christ's immedaite vicer. By this brawHng beast he maketh ment to believe he may constitute laws, keep under the gospel, disttibute kingdoms, sell promotions and benefices, set up a purgatory, provide satisfactions, make new bodies to Christ, redeem dead men's souls, and remit sin for money. Mahomet braggeth also, that Mahomet braggeth also, that he is the great prophet, the promised Messiah, the apostle of both testments, ablesd both by the law and the gospel, and that he hath his name from the eternal throne of God. He is well contented that Christke an holy prophet and a most worthy creature; yea, the word of God, the soul of God, and the spirit of God, conceived of the Holy Ghost, and born of Mary the virgin: but he will in no case grant him to bhe the Son of God, nor that he died here for man's redemption. Both these two maintainers of mischief allow Moses law, the Pslter, the prohtes, and the gospel: yea, they commend them, advance them, smg them, read them, honour them, and reverently use them in all their doings: yet will they have their own filthy laws preferred above them, the pope his execrable decrees, and Mahmoet his wicked Alcoran; else will they murder men without measure. Thus though they outwardly appear very virtuous, yet are they the malignant misinsters of Satan, denying theLord wich hath redeemed them. By these may we measure their inferior merchants, having their livery and mark."

ترجمہ کرنے کے قابل نہیں ہے عشق رسول کا تقاضہ سمجھئے۔

جان بیل نے جب پوپ کے خلاف زہر اگلا تو محمد ﷺ سے اس کا مقابلہ کیا۔

"Magog was the second son of Japhet, which was the third son unto Noe. This Magog (as witnesseth Josephus in the first book of his

Marfat.com

Antquities, the eleventh chapter) was the first beginner of the Magogites, wohm the Greeks called the Scythians, and we now the Tratarins 2. And all the chief writers specify the Turks of them to have taken their frist original. Now mark this wonderful mystery, and consider therein both the time and story. So shall ye well perceive the Holy Ghost to mean none other here by this Gog and Magog, but the Romish pope and Mahomet, with their blasphemous and wicked generations. Search the chronicles, and ye shall find that their beginnings were base,and their estate simple, before the thousad years were finished. But after that they grew up so high by their feighed simplicity and simulated holiness, that they became the two chief monarchs of the earth, and so in process ruled the univesal world."

''پوپ اپنا درندہ خود تخلیق کرتا ہے۔ وہ مہا پجاری ہے۔ وہ پیٹر کا ہم عصر ہے۔ وہ غلطی سے مبرا ہے۔ وہ اپنے چرچ کا سربراہ ہے اور حجت بالغہ ہے۔ وہ کرائسٹ کا نائب ہے۔ وہ اپنے درندے کے ذریعے لوگوں کو باور کراتا ہے کہ وہ ان کے لیے قانون (شریعت) مرتب کر سکتا ہے۔ انجیل کا پابند کر سکتا ہے اور سلطنتیں تقسیم کر سکتا ہے...... بھی تو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ عظیم نبی ہے۔ وہی وہ مسیح موجود ہے جس کی بشارتیں دونوں کتب مقدسہ میں آئی ہیں۔ ان دونوں فتنہ پروروں نے شریعت موسوی، زبور اور انجیل کی تعلیم کو تسلیم کرنے کے باوجود اپنے قوانین (شریعت) مرتب کیے جو ان پر فوقیت رکھتے ہیں۔ پوپ کے قابل نفریں قوانین اور...... کی فاسق کتاب...... وہ لوگوں کا بے دریغ قتل کرتے ہیں۔ اس طرح اگرچہ وہ بظاہر نہایت پرہیز گار نظر آتے ہیں، لیکن حقیقتاً شیطان کے خبیث نائب ہیں۔''

یہ ترجمہ ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی کی کتاب ''اسلام، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مستشرقین مغرب کے انداز فکر سے لیا گیا ہے۔ جہاں نکتے کے نشان ہیں اس جگہ سے عشق رسول کے تحت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام حذف کر دیا ہے۔

چرچ یعنی گرجا گھر میں دوران خطبہ، یا دعا کے وقت تبرا ایک عام بات تھی، بلکہ البربتی کے دور میں جب دعا مانگی جاتی تو شیطان کے ساتھ ساتھ ترکوں کا نام لے کر پناہ مانگی جاتی تھی۔

For if we would deny and blaspheme thy most holy name, forsake the Gospel of thy dear Son, embrace false religion, commit horrible

Marfat.com

Idolatries, and give ourselves to all impure, and abominable life, as they do; the devil, the world, the Turk, and allo other thine enemies would be at peace with us, according to the saying of thy Son Christ: If you were of the world, the world would love his own. But therefore hate they us, because we love thee; therefore persecute they us, because we acknowledge thee God the Father, and Jesus Christ thy Son, Whom thou hast sent. The Turk goeth about to set up, to extol, and to magnify that wicked monster and damned soul Mahumet, above thy dearly beloved Son Jesus Christ, whom we in hear believe, and with mouth confess to be our only saviour and redeemer.

اس کا ترجمہ کیوں نہیں کیا آپ سمجھ سکتے ہیں۔

اس میں جہاں شیطان سے پناہ مانگی جارہی ہے وہیں ترکوں سے بھی پناہ مانگی جارہی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر4

ترجمہ

Marfat.com

Marfat.com

ترجمہ

قرآن اپنے آپ کو الفرقان کہتا ہے۔ قرآن ایک سچائی ہے ایک قانون ہے۔

انسانی تاریخ میں بلاشک وشبہ قرآن مجید سب سے زیادہ بارسوخ اور ذی اثر کتاب ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے سب سے زیادہ صاحب اثر اور ذی اختیار شخصیت ہیں۔ محمد عربیؐ اور قرآن حکیم جس نے اس دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا۔

قرآن کسی ایک فرقہ، یا قوم، یا گروہ کے لیے نہیں ہے بلکہ پوری انسانیت کے لیے ہے۔ اور یہ قیامت تک کے لیے ہے۔ اس کی جڑ مضبوط ہے اور شاخیں جنت تک جاتی ہیں۔

پہلی صدی ہجری سے لے کر آج قرآن حکیم کا ترجمہ ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے والے صرف مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی ہیں۔

کچھ غیر مسلم فضلا نے قرآن کا ترجمہ بدنیتی اور اختلاف پیدا کرنے کی نیت سے کیا مگر قرآن آج بھی یہ کہہ رہا ہے کہ

''حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا، تحقیق کہ باطل اسی لیے تھا کہ نابود ہو کر رہے۔''

(81-17)

سب سے پہلا قرآن کا مکمل ترجمہ سن 884 میں ہوا۔ یہ ترجمہ ایک ہندو راجہ مہروک کے درخواست پر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے الوار کے علاقہ میں ہوا۔ یہ علاقہ اب پاکستان کے صوبہ سندھ کا حصہ ہے۔(1)

یہ ترجمہ کسی زبان میں ہوا تھا تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔

حضرت جعفر الطیارؓ نے سورۃ مریم کی پہلی 40 آیتیں نجاشی کے دربار میں سنائی تھیں ان کا ترجمہ مقامی

Marfat.com

زبان میں اسی وقت کیا گیا تھا۔(2)

حضرت سلیمان فارسیؓ نے سورۃ الفاتحہ کا فارسی ترجمہ کیا تھا۔(3)

قرآن مجید اور غیر مسلم

قرآن حکیم کا سب سے پہلا لاطینی زبان میں ترجمہ پیٹر دی وینیربل نے رابرٹ آف کیٹن سے 1143 میں کروایا تھا۔(4)

لیلیٰ بختیار جو کہ ایک ایرانی نژاد امریکی مسلمان عورت ہے اس نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ کیا ہے۔ یہ پہلا ترجمہ ہے جو کسی امریکی عورت نے کیا ہے۔ یہ 2007ء میں شائع ہوا تھا۔(5)

اس سے پہلے جو ترجمہ انگریزی میں کسی عورت نے کیا ہو وہ طاہری سفرزادی ایک ایرانی خاتون ہے۔ اس نے 2001ء میں قرآن حکیم کا ترجمہ انگریزی میں کیا تھا۔(6)

لیلیٰ بختیار نے ترجمہ کرتے وقت کافی غلطیاں دانستہ اور نادانستہ کی ہیں جس کی وجہ سے اسے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

یوسف ماڈکسن Yosuf Ma Dexin پہلا شخص تھا جس نے قرآن کا ترجمہ چینی زبان میں 1830ء میں کیا۔(7)

اس حوالے سے مختلف نام ہمیں ملتے ہیں جیسے ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ

وانگ چنگ چائی Wang Ching Chai پہلا مسلمان تھا جس نے قرآن کا ترجمہ چینی زبان میں 1932ء میں کیا۔(8)

چینی زبان میں دوسرا ترجمہ جو کسی غیر مسلم نے کیا اس کا نام جی جومی Ji Juemi ہے یہ ترجمہ 1931ء میں ہوا۔

اس کے علاوہ 1943ء میں لیوجنبیو Liu Jinbiao نے اور 1947ء میں ینگ زونگ منگ Yang Zhongming نے ترجمہ کیا۔

چینی زبان میں جو ترجمہ سب سے زیادہ معروف ہے وہ ماجیان Majian نے کیا ہے سب سے پہلے کچھ حصے 1949 اور 1951 میں شائع ہوئے پھر پورا ترجمہ 1981ء میں شائع ہوا۔

ٹونگ ڈوزنگ Tong Daozhang ایک چینی نژاد امریکی مسلمان ہے اس کا ترجمہ 1989ء میں

Marfat.com

شائع ہوا ہے۔(9)

گریش چندراسین Grish Chandra Sen پہلا شخص (غیر مسلم) ہے جس نے 1886ء میں قرآن حکیم کا بنگلہ ترجمہ کیا۔اس کا تعلق برھمو سماج سے تھا۔ایک رائے کے مطابق یہ مکمل قرآن کا ترجمہ نہیں تھا پادری ولیم گولڈسک نے 20-1908 کے درمیان بنگلہ ترجمہ کیا۔کاندی پوری کے عباس علی پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے 1909 میں سب سے پہلا ترجمہ بنگلہ میں کیا۔

ایک قیاس یہ بھی ہے کہ پہلا بنگلہ ترجمہ (نامکمل) مولانا امیر الدین بچو میاں نے کیا تھا۔سب سے پہلا ترجمہ کسی زبان میں کس نے کیا Ircica کے مطابق اس کی تفصیلات جو کہ محمد حمید اللہ کی تحقیق ہے یہ ہیں۔(10)

فارسی میں تفسیر الطبری 883ء محمد ابن جریر الطبری نے لکھی۔

فارسی میں پہلی شائع ہونے والی تفسیر کلکتہ میں 1837 میں شائع ہوئی جس کا نام ہے تفسیر حسیان جسے کمال الدین واعظ کاشفی نے لکھا تھا۔

جہاں تک ترکی زبان میں ترجمہ کا تعلق ہے اس حوالے سے مختلف رائے ہیں۔

ایک رائے یہ ہے کہ جب ''تفسیر الطبری'' فارسی میں لکھی جارہی تھی اسی وقت اسے ترکش میں بھی لکھا گیا تھا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ اسے بعد میں یعنی 5ویں صدی ہجری اور 11ویں صدی ہجری کے دوران لکھا گیا۔بحرحال یہ دونوں اب موجود نہیں ہیں۔

پہلا ترکی زبان میں ترجمہ ''تفسیر الطبیان'' ہے جو 1842 میں قاہرہ سے شائع ہوا تھا۔

پہلا مکمل اردو ترجمہ شاہ رفعت الدین نے کیا جس کا پہلا ایڈیشن 1840 میں کلکتہ سے شائع ہوا۔اس کے شاہ عبدالقادر کا ترجمہ دہلی سے 1829 میں شائع ہوا۔یہ دونوں منکرین اسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادے تھے۔

ایک اور ترجمہ کا بھی ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔جو دسویں صدی میں دکنی اردو میں ہوا تھا۔

ویسے پہلا جزوی اردو ترجمہ جو شائع ہوا تھا اسے ''بصائر القرآن'' کے نام سے نکہت شاہ جہاں پوری نے کیا تھا اور یہ 1731 میں بمبئی سے شائع ہوا تھا۔

Marfat.com

سب سے پہلا گجراتی ترجمہ (مکمل) عبدالقادر بن لقمان نے کیا جو 1879 میں بمبئی سے شائع ہوا۔

پہلا کشمیری ترجمہ (نامکمل) محمد یحییٰ شاہ نے کیا جو 1887 میں شائع ہوا۔

سب سے پہلا مکمل ہندی ترجمہ ایک عیسائی پادری ڈاکٹر احمد شاہ مسیحی نے کیا جو 1915 میں شائع ہوا۔

سندھ کی روایات کے مطابق پہلا ترجمہ وہی ہے جس کا ذکر ہم نے اس مضمون کے شروع میں کیا ہے۔ (سندھی زبان میں)

مگر موجودہ تراجم میں سب سے پہلا ترجمہ اخند عزاز اللہ مطلاوی نے کیا جو 1870 میں گجرات سے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ غالباً 1800 میں کیا گیا تھا۔ جو ترجمہ اس سے پہلے شائع ہوا وہ محمد صدیق نے کیا تھا اور لاہور سے 1867 میں شائع ہوا۔

تامیل زبان میں پہلا جزوی ترجمہ مصطفیٰ علم جاجی یار اور نوح عالم صاحب نے کیا تھا جو 1873 میں بمبئی سے شائع ہوا۔

پہلا مکمل تامیل زبان کا ترجمہ حبیب محمد القاہری نے کیا جو 1883 میں بمبئی سے شائع ہوا۔

پشتو زبان میں پہلی تفسیر مولانا مراد علی نے 1867ء میں لکھی تھی جو لاہور سے 1906ء میں شائع ہوئی۔

ایک اور اندازے کے مطابق پہلا ترجمہ پشتو میں بھوپال سے 1861ء میں شائع ہوا تھا۔

پنجابی زبان میں پہلا جزوی ترجمہ نوان کتل شاہ نے کیا جو لاہور سے 1885ء میں شائع ہوا۔

پنجابی زبان کا مکمل ترجمہ حافظ مبارک اللہ نے کیا جو 1870ء میں شائع ہوا۔

انڈونیشیا کی زبان میں پہلا ترجمہ 17ویں صدی میں عبدالرؤف الفسز ل نے کیا تھا۔ مگر اسی زبان میں جامیان عبدالمراد کے نام سے 1926ء میں پہلا ترجمہ شائع ہوا۔

جاپانی زبان میں پہلا ترجمہ ایک بدھ مذہب کے ماننے والے ''کے۔ ایل۔ سکا مولو'' نے 1970ء میں کیا۔ یہ ترجمہ انگریزی سے جاپانی زبان میں ہوا۔

کوریا کی زبان میں پہلا ترجمہ ینگ سن کم نے کیا جو 1971ء میں شائع ہوا۔

افریقہ کی سواہلی Swahili زبان میں پہلا ترجمہ 1923ء میں گوڈفرے ڈیل Godfrey Dale

Marfat.com

نے کیا۔

یوروبا ایک افریقہ میں علاقہ ہے۔ان کی زبان میں پہلا ترجمہ ایم۔ایس۔کول M.S. Cole نے کیا جو 1906ء میں شائع ہوا۔

اطالوی زبان میں پہلا ترجمہ انڈریا روابنی Andrea Arrivabene نے کیا جو 1547ء میں شائع ہوا۔

اسی ترجمہ سے پہلا جرمنی زبان میں ترجمہ سولومن شویگر S. Schweigger نے کیا جو 1616ء میں شائع ہوا۔پھر اسی ترجمہ سے ولندیزی Dutch زبان کا ترجمہ ہوا جو 1641ء میں شائع ہوا۔

''تیلگو زبان میں پہلا ترجمہ چلکوری نارا ین راو نے 1930-1915 کے درمیان کیا۔

پنجابی زبان میں سنت گرودت سنگھ نے 1911ء میں ترجمہ کیا۔''(11)

غیر مسلم کے ذریعے قرآن کے ترجمے کا سلسلہ نہ رکا ہے نہ کم ہوا ہے۔1980ء میں نند کمار اوستھی کا ہندی ترجمہ، سنسکرت میں 1984ء میں ستے دیواور ما کا ترجمہ اور 1997ء میں رگھوون نایر کا ملیالیم زبان میں ترجمہ اس کا ثبوت ہے۔

ولیم شیر بر William Shehabear انگریز مفکر اور پادری نے بائبل کا ملیشیا کی مالائی زبان میں ترجمہ کیا پھر اس نے قرآن کے ترجمے پر کام کرنا شروع کیا مگر 1948ء میں اس کا انتقال ہو گیا اور ترجمہ مکمل نہ ہو سکا۔

روس کے حوالے سے اگر دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ

''ملا عثمان اسماعیل نے کیتھرا ین دویم کے حکم سے سینٹ پیٹر برگ کے مسلمانوں کے لیے قرآن شائع کیا تھا۔

اس میں ملا عثمان نے جہاں جہاں چھپائی کی غلطیاں تھیں ان کی نشاندہی بھی کی تھی۔(12)

ایک عیسائی کے حکم سے روس میں قرآن کی اشاعت سن 1787ء میں آخر کوئی تو وجہ رہی ہو گی۔

تاریخ کے اوراق الٹ جائیں تو تصویر نمایاں نظر آئے گی۔

21 جولائی 1774ء وہ اہم دن تھا جب ''کنگ کنارذا امن'' معاہدہ ہوا تھا۔کنارذا موجودہ بلغاریہ

Marfat.com

کے شمال مغرب میں ہے۔

یہ معاہدہ امن کیتھرن دوم کے سفیر کاونٹ پویٹرلیم نانستو اور خلافت عثمانیہ کے سلطان عبدالحمید اول کے نمائندہ موصل زید محمد پاشا کے درمیان ہوا تھا۔

اس معاہدہ کے بعد روس اور ترکی کے درمیان جنگ ختم ہوگئی تھی گو کہ یہ معاہدہ خلافت عثمانیہ کے لیے ایک حوصلہ شکن واقعہ تھا۔

ترکی (خلافت عثمانیہ) سے جنگ کے بعد کریمیا Crimea کے علاقے میں کیتھراین دوم نے اصلاحات شروع کردیں۔

''کیتھراین نے مسلمان علما کو مقرر کیا کہ وہ کازاک مسلمانوں کو دین کی تعلیم دیں۔ یہ لوگ اسلام کے اصولوں سے پوری طرح باخبر نہیں تھے اور انہیں غیر مہذب سمجھا جاتا تھا۔ کیتھراین نے سوچا کہ یہ لوگ عیسائی بننے کے لائق نہیں ہیں اس لیے انہیں اسلام کی تعلیم دی جائے تو یہ مہذب اور فرمانبردار ہو جائیں گے۔ اس مقصد کے لیے اس نے تنخواہ پر مسلمان علما کو ان کازاک مسلمانوں کے پاس بھیجا۔''(13)

کیتھراین نے 1782ء میں اوفا Ufa کے علاقے میں مفتیات ادارہ قائم کیا جہاں پر اورن برگ محمڈن روحانی اسمبلی قائم ہوئی اور پہلی مرتبہ مسلمان علما کو سرکاری درجہ دیا گیا۔

مسلمانوں کے مذہبی اسکول شروع ہوئے مساجد کی تعمیر ہوئی جس میں 1780ء میں ماسکو میں بننے والی مسجد شامل ہے۔۔

1780ء میں مدرسے بھی قائم ہوئے۔

روسی زبان میں قرآن کے تراجم شائع ہوئے۔ 1790ء میں اندرئے کے فرانسیسی ترجمہ سے روسی زبان میں روس کے ایک ادیب اور مترجم این۔ آئی۔ ویرکن M.I.Verevkin نے قرآن کا ترجمہ کیا۔ اس کے دو سال بعد ایک روسی شاعر کول ماکو Kolmakov نے قرآن کا ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ جارج سیل کے انگریزی ترجمہ سے ہوا۔

بہرحال اصلی مضمون کی طرف لوٹتے ہیں کہ 1787ء میں کیتھراین نے عربی قرآن شائع کرایا تھا۔

1787ء میں کیتھراین نے عربی قرآن شائع کرایا اور اسے کازاک مسلمانوں میں مفت تقسیم کیا گیا اور

Marfat.com

ساتھ ہی حکومت کے خرچہ پر مسجد کی تعمیر کا حکم بھی دیا گیا۔

کیتھرین کے مطابق یہ دونوں کام اسلام کو متعارف کرانے کے لیے نہیں تھے بلکہ نقصان پہنچانے کے لیے تھے۔

ایفم رضوان، ڈاکٹر آف ہسٹوریکل سائنس نے ان کے لیے اپنے ایک مقالہ میں حوالہ دیا ہے کہ

کیتھراین کے سکریڑی الیکسنڈر کھار پوولسکی نے اپنی ڈائری میں 17 دسمبر 1786ء کے دن کی یادداشت میں لکھا ہے کہ وہ الفاظ جو کیتھراین نے جنرل اٹارنی ڈیوک الیکژینڈر روزیمسکی کو کیے وہ یہ تھے ''مسجد کی تعمیر اور قرآن کی اشاعت اسلام کو متعارف کرانے کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ مسلمانوں کو پھانسنے کے لیے ایک پھندہ ہے۔''(14)

ایفم رضوان کے اس تحقیقی مقالہ میں مکمل تفصیل سے روس میں اسلام اور اشاعت قرآن کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔

خلاصہ کے طور پر اس مقالہ کے اہم جز مندرجہ ذیل ہیں۔

کیتھراین کا اشاعت قرآن اور مساجد و مدرسہ کے قیام کا مقصد اسلام کو متعارف کرانا نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کے خلاف یہ پھندہ تھا۔ اشاعت قرآن سے بیرونی دنیا سے ذرِ مبادلہ کے لیے راستہ کھلا تھا۔ جو قرآن اس وقت کازان (روس) سے شائع ہو رہا تھا اس کی مانگ دوسرے ممالک میں بے حد تھی یہاں تک کہ ایران اور افغانستان میں یہ دکانوں پر نظر آتا تھا۔ قاہرہ، انڈیا اور سعودی عرب تک یہ پہنچ گیا تھا۔ قرآن کی اشاعت ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں تھی اور قرآن کے علاوہ دیگر اسلامی کتابیں بھی شائع ہو رہی تھیں۔

اشاعت قرآن سے کیتھراین کی خارجہ پالیسی بھی اچھی نظروں سے دیکھی جا رہی تھی کیونکہ خلافت عثمانیہ ابھی قائم تھی۔

اور مقالہ کے آخر میں مصنف نے کیتھراین کے اشاعت قرآن کو نوآبادیاتی Colonial ضرورت کا نام دیا ہے۔

کیتھراین کو تاریخ میں Cetherine the Great کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

میری اپنی نامکمل تحقیق اور مختلف فضلا کی تحریریں اور کتابیں پڑھنے کے بعد صرف اتنا ہی معلوم ہوا ہے

Marfat.com

جتنا آپ پڑھ چکے ہیں کہ کیتھراین کا اصل مقصد کیا تھا۔

مگر میرا ذہن بہت سے سوالوں کے جواب مانگتا ہے کہ کیتھراین سے جب اعلیٰ عہدوں پر فائز سرکاری افسران اور عیسائی لیڈروں نے اشاعت قرآن اور مساجد کے قیام کا سبب پوچھا تو اس کے دو جواب تھے ایک ذرِ مبادلہ یعنی آمدنی دوسرا مسلمانوں کے لیے پھندہ۔

آمدنی کا معاملہ تو سمجھ میں آتا ہے مگر پھندے والی بات حلق سے نہیں اترتی۔ یا تو کیتھراین کی لاعلمی اور ناسمجھی تھی کہ اس نے یہ سمجھا کہ اس طرح اسلام کو فروغ نہیں بلکہ نقصان ہوگا مگر ایسا ہوا نہیں کیتھراین جیسی ہوشیار عورت جس نے خلاف عثمانیہ سے معاہدہ کیا ہو وہ ایسی ناسمجھ نہیں ہوسکتی۔

دوسری بات کہیں ایسا تو نہیں کہ کیتھراین کو مسلمانوں اور اسلام سے ذاتی دلچسپی ہو اور ہمدردی رہی ہو مگر وہ اس کا کھل کر اظہار نہ کرسکتی ہو کیونکہ اسلام کی مخالفت میں عیسائی مشنری کافی مضبوط تھی۔ اور یا پھر اشاعت قرآن سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے تھی۔

میری تحقیق ابھی نامکمل ہے اپنی دوسری کتاب ''قرآن کا ترجمہ، تاریخ، میں کوشش کروں گا کہ کچھ سوالوں کے جواب مل جائیں انشاءاللہ۔

لاطینی زبان میں پہلا ترجمہ رابرٹ کیٹانی نے 1143ء میں کیا جو 1543ء میں شائع ہوا۔

جرمن زبان میں پہلا ترجمہ کے ترجمے سے ڈچ زبان میں ترجمہ 1641ء میں ہو۔

اندرے ڈلوراہر نے 1647ء میں عربی سے فرانسیسی زبان میں پہلا ترجمہ کیا۔

ہسپانوی (Spanish) زبان میں مکمل قرآن کا ترجمہ 1844ء میں ڈی جوزی گاربرڈی اوبل (De Jose Garber De Robles) نے کیا۔

جزوی ترجمہ ہسپانوی زبان میں اس سے پہلے ابراہیم آف ٹولیڈو نے 1270ء میں کیا تھا۔

Marfat.com

باب نمبر 5

پہلا طبع شدہ قرآن

Marfat.com

Marfat.com

پہلا طبع شدہ قرآن

جان ڈیون پورٹ نے 1882ء میں اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ الیگزینڈر پاگانینی کا ترجمہ قرآن پوپ کے حکم سے نذرِ آتش کر دیا گیا تھا۔(1)

''گمشدہ عربی قرآن مل گیا'' کے نام سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں مصنف نے لکھا ہے کہ

''پہلا طبع شدہ قرآن کا ایڈیشن جو کہ عربی میں ہے اور وینس میں شائع ہوا تھا وہ مل گیا ہے۔اسے الیگزینڈر پاگانینی پر ایک لمبی تحقیق کے بعد ڈھونڈا گیا ہے۔اس بارے میں معمولی سا شبہ بھی ہے کہ یہ وہی قرآن ہے جسے پاگانینی نے 1537ء اور 1538ء میں شائع کیا تھا۔''(2)

یہ وہی قرآن ہے جس کے بارے میں ہم ڈیون پورٹ کا حوالہ پڑھ چکے ہیں کہ اسے پوپ کے حکم پر نذرِ آتش کر دیا گیا تھا۔

یورپ میں چھاپہ خانہ یا پرنٹنگ کی ابتدا 15ویں صدی کے وسط سے شروع ہو چکی تھی مگر اس دور میں مسلم ممالک میں ایسا کوئی کام نہیں ہو رہا تھا۔اسلامی کتابیں تو چھپ رہی تھیں مگر یورپ میں اور خاص کر اٹلی میں کام ہو رہا تھا۔(3)

جہاں تک عربی زبان میں کسی کتاب کے چھپنے کا تعلق ہے تو

''پوپ جیولیس دوم Pope Julius II نے سب سے پہلی عربی کی کتاب شائع کی اور یہ کام 1514ء میں ہوا''۔(4)

یہ عربی کی کتاب ان عیسائیوں کے لیے تھی جو مشرقِ وسطیٰ میں رہتے تھے اور جن کی مادری زبان عربی تھی اس کتاب کو چھپوا کر تقسیم کر دیا گیا۔

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ اس کے اصل 8 نسخے اب بھی موجود ہیں جس میں 2 یا 3 نسخے برٹش میوزیم میں ہیں۔

مروسلوکرک Miroslav Krek نے اپنی کتاب میں اس حوالے سے لکھا ہے کہ پوپ جولیس دوم نے پہلی عربی کتاب چھپوائی تھی اور اس کا نام ''کتاب صلات السوا'' Kitab Salat al-Sawa تھا۔ عام طور پر اسے Book af Hours بھی کہا جاتا ہے۔

مصنف نے اس حوالے سے کافی تحقیق کی ہے کہ گو کہ یہ پوپ کے حکم سے چھاپی گئی تھی مگر اس کو جس شخص نے چھاپا تھا اس کا نام کیا ہے۔ فلپ ہٹی نے Book of Hour نامی کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ پہلے صفحہ پر لکھا ہے۔

''اللہ کے نام سے جو ہمیشہ سے ہے اور ابد تک رہے گا۔

اس کی حمد وثنا کرتے ہوئے ہم اس کی توفیق سے شروع کرتے ہیں۔

اور اس کی رحمت سے تحریر کرتے ہیں۔

رات دن کی عبادت میں۔

اس میں سب سے پہلے نصف رات کی عبادت۔

وہ کہے گا ہماری عبادت اور ملالت کے ذریعے، مقدس شخص ہمارے آقا یسوع مسیح، ہمارے خدا، ہم پر رحم فرما۔ آمین

کتاب کے آخر میں یہ درج ہے۔

یہ مقدس کتاب Book of Hour بروز منگل، 12 ستمبر، خداوند یسوع مسیح کے سال میں مکمل ہوئی۔

مصنف نے چار صفحات پر طویل بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس شخص کا نام گریگوریو دی گریگوری Gregorio de Gregori تھا۔ (5)

آیئے بات کرتے ہیں اس قرآن کے حوالے سے جسے الیگزینڈر پاگانینی نے شائع کا کی اور ڈیون پورٹ کے مطابق اسے پوپ نے نذر آتش کرنے کا حکم دیا مگر نئی تحقیق کے مطابق وہ قرآن اب مل گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ جہاں پاگانینی نے یہ قرآن عربی میں شائع کیا وہاں کوئی شخص عربی نہیں جانتا تھا اور ٹھیک اس کے دس سال بعد دوسرا ایڈیشن بھی تیار ہو سکتا تھا اور ایک تحقیق کے مطابق ایسا ہوا۔

Marfat.com

اکتوبر 2005ء جنرل آف قرآن سٹڈیز میں ایک مضمون شائع ہوا ہے۔

''اب کہانی نے نیا موڑ لیا ہے باپ اور بیٹا پاگانینی نے قرآن عربی میں شائع کیا تاکہ اسے خلافت عثمانیہ میں برآمد کیا جا سکے۔ مگر اس میں غلطیاں تھیں جس سے معنی بدل جاتے تھے اس لیے جب پاگانینی یہ قرآن لے کر استنبول گئے تو خلیفہ وقت نے اسے پسند نہیں کیا۔

جین بوڈین Jean Bodin کے مطابق ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ خلیفہ وقت نے اس نسخے کو تلف کر دیا۔''(6)

قرآن میں کوئی لفظ غلط نہ ہو جائے اس کی احتیاط جیسی پہلے تھی ویسی ہی آج بھی ہے ایک خبر کے مطابق

''امیر کویت شیخ جابر ال احمد ال صباح نے پوری پارلیمنٹ کو توڑ دیا اور نئے الیکشن کا اعلان کر دیا۔ ممبر آف پارلیمنٹ اور کیبنٹ کے درمیان تناؤ کی وجہ سے قرآن کی اشاعت سے ہے جس میں غلطیاں پائی گئی ہیں۔ ایک آیت چھپنے رہ جانے کی وجہ سے ملک سیاسی بحران کا شکار ہو گیا ہے۔(7)

ایک اور چیز جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ خلافت عثمانیہ میں چھاپہ خانے اور کتابوں کی پرنٹنگ کے حوالے سے پتہ چلتا ہے کہ عربی زبان میں کسی بھی چیز کو چھاپنے کی ممانعت تھی۔

''مذہبی تقاضوں کے تحت سلطان بایزید دوم اور اس کے بعد آنے والے چند خلفا نے عربی زبان میں کسی بھی چیز کو چھاپنے پر پابندی عائد کر دی تھی اور اس کی سزا موت تھی۔ یہ پابندی 1483ء میں ہوئی تھی۔ مگر دوسری زبانوں میں کتابیں چھاپنے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ یہودی، یونانی اور ارمینیا کے لوگ اپنی کتابیں چھاپ سکتے تھے۔ 1727ء میں سلطان احمد سویم نے پہلی مرتبہ یہ اجازت دی کہ مذہبی تحریروں کے علاوہ دوسری چیزیں عربی میں پرنٹ کر سکتے ہیں۔ مذہبی راہنما اور علما کے اختلاف کے باوجود پہلا پرنٹنگ پریس 1742ء میں قائم ہوا۔''(8)

ابراہیم متفریکہ Ibrahim Muteferrika

Marfat.com

ابراہیم متفریکہ 1674ء میں پیدا ہوا، اور 1745ء میں استنبول میں وفات پائی۔ ابراہیم ایک مورخ، سکالر اور پبلشنگ کی دنیا کا بہت تجربہ کار شخص تھا، خلافت عثمانیہ میں یہ پہلا بلکہ دنیا کا یہ پہلا مسلمان ہے جس نے سب سے پہلے پرنٹنگ پریس قائم کیا۔

ابراہیم نے خلیفہ سلطان احمد سویم کو درخواست دی تھی کہ پرنٹنگ پریس شروع کرنا ضروری ہے تاکہ ہم ہماری تاریخ کو، علم کو محفوظ رکھ سکیں۔ ابراہیم نے اور بہت سے ایسے نکتہ اٹھائے جو پریس کی افادیت ظاہر کرتے تھے۔

"جب سلطان احمد سویم کو یہ درخواست ملی تو اس نے وہاں کے مفتی شیخ عبداللہ سے رابطہ کیا،...... شیخ عبداللہ نے سپریم کورٹ کے انداز میں فیصلہ سنایا کہ اگر اس فن سے فائدہ ہوتا ہے کم قیمت پر زیادہ کتابیں چھاپی جاسکتی ہیں تو میں اجازت دیتا ہوں کیونکہ اس سے فائدہ ہوگا، مگر ذہین اور ہوشیار لوگ اس کام پر ہوں تاکہ چھپائی میں غلطی کا اندیشہ نہ رہے۔"(9)

Marfat.com

باب نمبر 6

ابتدائی دور میں اشاعت قرآن

Marfat.com

Marfat.com

ابتدائی دور میں اشاعت قرآن

آئی۔ڈی۔سی (IDC) پبلشر جو کہ نیدرلینڈ میں واقع ایک علمی پبلشر ہے۔اس نے 1537ء سے 1857ء تک یورپ میں شائع ہونے والے قرآن کے تراجم سا یکروٹک کی صورت میں شائع کیا ہے۔

پبلشر کا کہنا ہے کہ یہ ذخیرہ دو وجوہات کی بنا پر اہم ہے۔یہ ذخیرہ جو کہ 62 تراجم پر مشتمل ہے، کے ذریعے معلوم ہوگا کہ قرآن کس طرح مغرب میں مہذب ہوا، کس وجوہات کی بنا پر انہیں شائع کیا گیا، مغرب کے علما اور پبلشروں نے اسلام کی سند میں کتاب کے بارے میں کیا طرزِ عمل اختیار کیا۔اسے کس طرح پیش کیا گیا۔

> یہ تمام چیزیں وقت کے ساتھ ساتھ کس طرح ارتقاء پذیر ہوئیں، خاص طور پر آج کے زمانے میں ساحتہ کا موضوع ''اندورنی اسلام سے خطرہ'' یورپ کے لیے ہے، یہ ذخیرہ نہایت موزوں ثابت ہوگا۔(1)

جرمنی میں سب سے پہلا قرآن کا ترجمہ 1616ء میں سولومن شوئیگر نے کیا تھا۔یہ ترجمہ براہ راست عربی سے نہیں کیا گیا تھا بلکہ اطالوی ترجمہ سے کیا گیا تھا۔عربی سے جرمنی زبان میں پہلا ترجمہ 1772ء میں ڈیوڈ۔ایف۔میگرلین (David Friedrich Megerlin) نے کیا۔

1773ء میں تیسرا ترجمہ بوئے سن (Boysen) نے کیا۔

جرمنی کے ان تینوں تراجم میں ۔۔۔کو ایک کاذب نبی کا نام دیا گیا۔(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ حذف کر کے۔۔۔۔دیے ہیں)۔

قرآن کے ساتھ کتنی مخالفت ہو سکتی ہے اس کا اندازہ سولومن کے ترجمہ کے پہلے صفحہ پر لکھی یہ عبارت سے ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

اس عبارت کا انگریزی متن نوٹس کے حصے میں ملاحظہ فرمائیے۔(A)

(ترجمہ دانستہ چھوڑ دیا گیا ہے)

اس کے علاوہ جرمنی زبان میں اور بہت سے ترجمے ہوئے جیسے کہ چند یہ ہیں۔

فلوجل(Flugel)نے1834ءمیں

ریوکر(Ruckert)نے1834ءمیں

میکس ہنگ(Max Hanning)1901ءمیں

لذاروس(Lazarus)1916ءمیں

سدردین(Sadardin)1939ءمیں

عربی اور جرمن زبان میں 2000ء میں الازھر یونیورسٹی سے قرآن کا ترجمہ شائع ہوا۔

''جب ہم جرمن زبان کے قرآن کے ترجمہ کی تاریخ کو دیکھیں جو کہ سولومن کے 1616ء کے ترجمے سے لے کر امیر زایدن کے 2000ء یا مراد ہوفیمن کے 2001ء تک ہے تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جو تراجمہ 1939ء تک یا 1954ء تک ہوئے وہ ان کے تھے جو غیر مسلم جرمن تھے۔جب کہ 1980ء کے بعد جو ترجمے ہوئے وہ زیادہ تر مسلم جرمن لوگوں کے ہیں۔''

''جب ہم جرمنی میں کیے گئے قرآن کے تراجم دیکھتے ہیں جیسا کہ سولومن کا 1616ء کا ترجمہ سے لے کر امیر زایدان کا 2000ء میں کیا ہوا ترجمہ یا مراد ہوفیمن کا 2011ء تو پتہ چلتا ہے کہ جو تراجم 1939ء یا 1954ء تک جو ترجمہ ہوا وہ غیر مسلم جرمن سکالر نے کیا تھا جب کہ 1980ء کے بعد کے تراجم جرمن زبان میں مسلمان سکالر کے ہیں۔''

''جو تراجم 1939ء سے پہلے کیے گئے ہیں ان میں اصلاح کی ضرورت ہے یا ان کا مسلمان علما کی نظر سے گذرنا ضروری ہے۔

ایسے تقریباً 45 مختلف تراجم جرمن زبان میں ہیں۔جرمن زبان میں ترجمہ کرتے وقت مختلف مسائل درپیش ہوتے ہیں۔قرآن کے الفاظ کو سمجھنے کے لیے پہلا قدم صرف ماخذ سے آگاہی اور زبان پر قدرت ہی ضروری نہیں بلکہ مترجم کا علوم القرآن اور اسباب نزول سے آگاہ ہونا ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ اسے اسلام کی تاریخ اور عرب کی قبل از اسلام شاعری سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

Marfat.com

قرآن کے ترجمہ کرنے میں جو مشکلات آتی ہیں اس کی وجوہات گسٹ فشر من (1874- 1956) کے مطابق یہ ہیں۔

یہ وجوہات ان کے لیے ہیں جنہوں نے 1937ء سے پہلے ترجمہ کیا۔

☆ ترجمہ کرنے والوے نے قرأت پر دھیان نہیں دیا۔

☆ ترجمہ کرتے وقت موجود تفاسیر سے مدد نہیں لی۔

☆ ترجمہ کرنے والے بہت سے مترجمین عربی گرامر سے واقف نہ تھے۔

☆ کچھ ترجمہ براہ راست عربی سے جرمن میں نہیں ہوئے۔(2)

ان دنوں ابتدائی دور کے قرآن کے تراجم انٹرنیٹ پر فروخت ہو رہے ہیں۔

انیٹکارایت نام سے ادارہ نے تین پرانے تراجم جن میں سولومن کا ترجمہ بھی شامل ہے جس کے حوالے سے گذشتہ صفحات میں بات ہوئی ہے۔

اس ویب سائٹ پر (Forumrarebooks. Com) ان تراجم کے سرورق کو دیکھا جا سکتا ہے۔

ان کی قیمت 12500 یورو یعنی تقریباً 12000 پاؤنڈ ہے۔

''جو ترجمہ براہ راست عربی سے جرمنی زبان میں 1772ء میں ہوا تھا اسے اس زمانے میں گوئٹے (Goethe) اور دوسرے ادیبوں اور مفکرین نے اپنے مطالعہ کا حصہ بنایا۔''(3)

مگر ایک تحقیق کے مطابق گوئٹے نے اس ترجمہ کو بے حقیقت اور خستہ بتایا ہے۔(4)

گوئٹے کا ذکر اس کتاب میں ہم علیحدہ سے کریں گے۔

بہر حال جرمنی میں اسلام کا تاثر 17 ویں صدی کے دوران کچھ اور ہی تھا۔

''اسلام کو وہ ترک مذہب اور قرآن کو ترکی بائبل سمجھتے تھے۔''(5)

مگر اس کے بعد جرمنی نے سنجیدگی سے اسلام کے بارے میں جاننے کی کوشش کی اس کی وجہ خلافت عثمانیہ کا بڑھتا ہوا عروج تھا جو ویانا کے دروازوں پر دستک دے رہا تھا۔

ایسے میں ایک نام اور ابھرا اور وہ تھا فلوگل گستاولبریشٹ کا نام!

جی۔ایل فلوگل G. L. Flugel (1802-1870)

Marfat.com

فلوگل ایک جرمن مستشرق ہے اس نے لپزگ (Leipzig) میں 1821ء سے 1824ء تک مذہب اور استشراق کی تعلیم حاصل کی، یہاں سے وہ ویانا (Vienna) گیا اور دو سال وہاں کے کتب خانہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔(6)

فلوگل وہ مستشرق ہے جس کی بدولت 50 سے زائد عربی کی کتابیں شائع ہوئیں۔ان کتابوں میں سب سے اہم حاجی خلیفہ کی ''کشف الظنون'' کی سات جلدیں ہیں جو کہ مع ترجمہ لاطینی، فہرست وملحقات اور دوسری کتاب الفہرست ابن ندیم مع فہرست اور مقدمہ ہیں۔

کشف الظنون دراصل عربی علوم وفنون وتصنیفات کی ایک ہزار سال کی تاریخ ہے، حاجی خلیفہ عثمانیہ کے زمانے کے مورخ ہیں اور ان کی کتاب میں 14500 کتابوں کی فہرست ہے۔(7)

جب کہ کتاب الفہرست مسلمانوں کی ابتدائی چار صدیون کی علمی تاریخ کا خزانہ ہے۔

''دعویٰ کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ان دونوں کتابوں کی نظیر عربی زبان کے سوا دنیا کی کوئی دوسری علمی زبان نہیں پیش کی جاسکتی، فلوگل کا اسلام اور مسلمانوں پر سب سے بڑا احسان جس سے مسلمان کبھی سبک دوش نہیں ہوسکتے، یہ ہے کہ اس نے قرآن مجید کی فہرست الفاظ نجوم القرآن کے نام سے مرتب کی جس کی مدد سے قرآن مجید کی ہر آیت حسب ضرورت و حاجت نکالی جاسکتی ہے، اس کے علاوہ اس نے تین ضخیم جلدوں میں تاریخ عرب لکھی، ثعالبی کی مونس الوحید چھاپ کر شائع کی۔''(8)

جرمنی میں ہی ایک اور مستشرق جارج ولیم فریٹاگ (Geroge W. Freytag) ہے جو 1788ء میں پیدا ہوا اور 1861ء میں وفات پائی۔

''اسے عربی زبان کا ماہر مانا جاتا تھا، (37-1830) تک سات سال کی محنت سے اس نے عربی لاطینی ڈکشنری چار جلدوں میں تیار کی۔''(9)

اس کے علاوہ بھی اس نے عربی کے حوالے سے بہت کام کیا مثلاً عبدالطیف بغدادی کا تذکرہ، کمال الدین کی تاریخ حلب اور ابن عرب شاہ کی فاکہۃ الخلفا کو شائع بھی کیا اور ان کا لاطینی ترجمہ بھی کیا۔

جرمنی کے حوالے سے ایک نام اور ہے جان گڈ فرکوسن گارٹن (J. G. L. Kosegraten)

Marfat.com

1792ء میں پیدا ہوا اور 1860ء میں وفات پائی، کوسگارٹن کا مصری، عربی اور سنسکرت کی زبانوں میں تحقیقاتی کام ایک نامور مقام رکھتا ہے۔

اس کا ایک عظیم کارنامہ تاریخ طبری کی دو جلدیں لاطینی زبان میں شائع کرنا ہے اس کے علاوہ اس نے لاطینی زبان میں عربی کی گرامر بھی لکھی۔

جرمن کے حوالے سے اگر دیکھیں تو کچھ کام ایسے ہیں جن کا ذکر معلومات میں اضافے کا سبب ہوگا۔

جان جیکب ریسک (Reiske Johann Jacob) 1716ء میں پیدا ہوا اور 1774ء میں وفات پائی۔

> ''ریسک ایک غریب انسان تھا، عربی زبان کا اسے شوق تھا، اکثر اوقات وہ الاونس کے پیسے سے عربی کی کتابیں خرید کر پڑھتا تھا۔'' (10)

رسک نے متعدد عربی تصنیفات کا لاطینی ترجمہ کر کے شائع کیا اس کے علاوہ عربی تصنیفات میں شائع کیا۔

> ''تاریخ ابوالفدا، کی پانچ جلدیں (1789-91) کے درمیان اور مقالات زہری کے لاطینی ترجمہ کے ساتھ ان پر حواشی لکھے۔ (11)

جان ڈیوڈ میکالیس (Johann David Michaelis)

1717ء میں پیدا ہوا اور 1791ء میں وفات پائی۔

جرمن سکالر اور عبرانی زبان کا استاد تھا۔

ریسک کی طرح یہ عربی کا اتنا ماہر نہیں تھا مگر سامی زبانوں میں سریانی اور عبرانی پر عبور تھا۔

اس نے عربی، عبرانی اور سریانی زبانوں میں مفید کتابیں لکھی ہیں۔

آرنسٹ فریڈرک کارل روزن ملر (E. F. K. Rosenmuller (1768-1835

یہ ایک جرمن مستشرق اور علوم مذاہب کا استاد تھا۔ 1796ء میں عربی کا پروفیسر رہا، اور بعد میں مشرقی زبانوں کا پروفیسر ہوا۔

> 1789ء میں اس نے قدیم عرب کے حوالے سے ان کی تہذیب کے بارے میں ایک کتاب لکھی۔ تین جلدوں پر مشتمل لاطینی زبان میں عربی کی گرامر لکھی جو اس کا عظیم کارنامہ شمار ہوتا ہے۔ (12)

روڈی پارٹ (1901-1983) ایک مستشرق اور اسلامی اسکالر ہے۔ 1962ء میں اس نے قرآن کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا۔

Marfat.com

اس نے اسلام، قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے کافی کتابیں تصنیف کی ہیں۔(13)

Marfat.com

باب نمبر 7

اسلاموفوبیا

Marfat.com

Marfat.com

اسلاموفوبیا

اسلاموفوبیا کیا ہے؟ کیا اس کی ابتداء 11/9 کے بعد ہوئی ہے؟ جواب ہے نہیں۔

اس کی ابتدا صلیبی جنگوں سے پہلے ہوئی تھی جب اسلام کے خلاف تحریریں منظر عام پر آنا شروع ہوئیں۔

ہم پچھلے باب میں پڑھ آئے ہیں کہ کس طرح قرآن کو دوسری زبانوں میں ترجمہ کر کے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوششیں ہوتی رہیں۔ چند ایک کے علاوہ!

عیسائی پادریوں کے لیے اپنے مذہب کے تحفظ کی خاطر قرآن اور اسلام کو سمجھنا ضروری ہو گیا تھا۔

اسی ضرورت کو سمجھنے والا سب سے پہلا شخص پیٹر تھا۔

پیٹر دی وینیریبل Peter the Venerable(1092-1156) فرانس میں پیدا ہوا۔ پیٹر دی وینیریبل نے عربی سے لاطینی زبان میں قرآن کا پہلا ترجمہ کرنے کے علاوہ دیگر اسلامی کتب کا ترجمہ بھی کیا جس کا نتیجہ Cluniac Collection کے نام سے مشہور ہوا۔ ان تراجم کے باعث پہلی بار مغرب نے اسلام بارے آگہی اور شناسائی حاصل کرنے میں عملی دلچسپی ظاہر کی اور ایک ایسی بنیاد فراہم ہو گئی جس کے ذریعے اسلام بارے مغرب کی طرف سے مزید تحقیق و جائزے اور تفصیلی معلومات کے حصول کی راہ ہموار ہو گئی۔

پیٹر نے ترجمہ کے لیے رابرٹ اور ہرمن کو اپنے ساتھ ملایا۔ اسی ترجمہ کو جو 1143ء میں ہوا اسے بیلنڈر نے 1543ء میں شائع کیا۔

اسی ترجمے کے بارے میں جارج سیل نے کہا تھا کہ یہ ترجمہ کہلانے کے لائق نہیں ہے۔

اس زمانے میں جو تراجم ہوئے ان میں بیشتر میں اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نفرت

Marfat.com

اور تعصب نمایاں تھا۔

دوسری چیز اس دور کے تراجم میں اگر نام دیکھیں تو وہ کچھ اس طرح ہیں۔ (Al- Koran of Mahomat) یا ترکوں کی بائبل وغیرہ یعنی یہ طے ہو گیا تھا کہ قرآن (نعوذ باللہ) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصنیف ہے۔ یا ترکوں کی کوئی مذہبی کتاب ہے۔

انکے دیباچے اور مقدمہ پڑھنے سے ہی اسلام دشمنی نظر آنے لگتی ہے۔

چاہے ماراسی کا ترجمہ ہو یا الیکزنڈر کا یا رابرٹ کا سب میں اسلام سے دشمنی اور دای اسلام سے نفرت ملتی ہے۔

محمد ابوشیتہ نے اپنے ایک مضمون میں اسے کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

جارج سیل نے پچھلے جو تراجم تھے انہیں رد کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ غلط ہیں۔ مگر اپنے ترجمے میں وہ مقدمہ میں اپنی اسلام دشمنی اور تعصب کو چھپا نہیں سکا۔ اس کے بعد روڈویل (پادری) نے ترجمہ کیا اور اس نے سیل کے ترجمہ کو ناکارہ بتایا اور کہا کہ یہ ماراسی کے ترجمہ کے مثل ہے۔

روڈویل کے ترجمہ پر اس کے بعد کے آنے والوں نے بھی یہ ہی کہا جو اس نے سیل کے ترجمہ کے بارے میں کہا تھا۔

یہ روڈویل ہی تھا جس نے قرآن حکیم کی سورتوں کو مختلف طریقے سے ترتیب دیا۔ اس کے بعد آنے والوں نے بھی کم وبیش یہ ہی طریقہ اختیار کیا جیسے بیل نے بھی سورتوں کی ترتیب بدل دی۔

الفریڈ گلوی نے رچرڈ بیل کے ترجمہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اتنا قابل شخص اور ایسی غلطی، میں اس کا ترجمہ پڑھنا نہیں چاہتا۔

گویا پیٹر سے لے کر این۔ جے۔ داور تک ایک سلسلہ ہے جس نے اسلام کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑے۔

یہ تحریریں صدیوں صدیوں سے انسانی زہنوں کو متاثر کرتی رہی ہیں اور یہ ہی اسلاموفوبیا کا اصل سبب۔

مگر ایسا نہیں کہ سب لکھنے والے ایک جیسے تھے۔ ان کا ذکر بھی ہوگا۔

ایس۔ ایم۔ زویمر نے مثالیں دی ہیں کہ کس طرح قرآن کے ترجمہ سے عیسائی مذہب کی تبلیغ ہو

Marfat.com

سکتی ہے۔

ابو شیشہ کا مضمون دراصل راشد غدا کے قرآن کے ترجمہ کے حوالے سے ہے۔

ابو شیشہ نے مختلف حوالوں سے بحث کی ہے۔

''بلغاریہ میں 1930ء میں ٹوموف اور سکولف (Tomoff , Skuleff) نے 'بلغاریہ کا قرآن' (The Balgarian Koran) کے نام سے جو ترجمہ کیا تھا وہ ایک عیسائی پادری ارنسٹ ہوپ نے کرایا تھا۔ یہ ترجمہ عیسائی مذہب کی تبلیغ کے لیے کیا گیا۔'' (1)

''زنذیبار میں سواحلی زبان کا ترجمہ گوڈفرے ڈیل (Godfrey Dale) جو کہ ایک پادری ہے نے کیا۔ 1923ء میں یہ ترجمہ سوسائٹی فور پرموٹنگ کرسچین نالج (Society for Promoting Christian Knowledge) کے تحت ہوا تھا جو کہ لندن میں ہے۔

یہ ترجمہ دراصل اس مواد میں اضافہ تھا جو عیسائیوں کی طرف سے اسلام دشمنی کو دور کرنے کے لیے ہے۔ (2)

یروبا زبان میں ہونے والا ترجمہ قریباً 1920ء میں پادری مایکل کول نے کیا تھا مگر اس میں بے انتہا غلطیاں تھیں اور عیسائیت کے مقصد کو حاصل کرنے میں ناکام رہا۔

''بنگلہ زبان کا ترجمہ پادری ولیم گولڈسک نے کیا، کلکتہ سے 1908ء میں اسے کرسچین لٹریچر سوسائٹی آف انڈیا نے شائع کیا تھا۔

دوسرا بنگلہ ترجمہ ایک ہندوستانی عیسائی فلپ بسواس نے کیا تھا۔ جو 1892ء میں شائع ہوا تھا، اسے بھی عیسائی تعلیمی سوسائٹی نے شائع کیا تھا۔

اس کا مقصد بھی یہ ہی تھا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ عیسائیت ہی ایک سچا مذہب ہے۔

ہندی زبان کا ایک ترجمہ جو 1915ء میں شائع ہوا وہ بھی ایک پادری احمد شاہ مسیحی نے کیا تھا۔'' (3)

یہ وہ تاریخ ہے قرآن کے تراجم کی جن کی بنیاد تعصب اور نفرت پر تھی۔

Marfat.com

مورس بوکایل (Maurice Bucaille) جوکہ 1981ء میں پیدا ہوئے۔ ایک معروف فرانسیسی سرجن ہیں انہوں نے اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ کسی طرح غیر مسلم تک اسلام کی معلومات غلط انداز سے پہنچائی جاتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ''یہ درست ہے کہ مغرب میں اکثر لوگ اسلام اور قرآن کے بارے میں غلط فہیموں کے درمیان پروان چڑھتے ہیں اپنی زندگی کے ایک دور میں میں بھی اس طرح کا ایک شخص رہا ہوں جب میں بڑا ہوا تو مجھے ہمیشہ یہ ہی بتایا گیا کہ محمد قرآن کے مصنف تھے۔''

1985ء میں پیرس میں ہونے والے ایک سیمینار ''اسلام فرانس میں'' میں مورس بوکایل نے کہا تھا۔

''جب میں نے پہلی بار اسلام کی حقانیت بارے اپنی گہری تحقیق کا آغاز کیا تو پھر میں نے قرآن کے مطالعے کا آغاز کیا۔ اس سلسلے میں مجھے مختلف اسلامی علما اور مستشرقین کے ترجموں سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ مجھے کسی ایک پیرے کے لحاظ سے مختلف تشریحات کا سامنا کرنا پڑا اور مجھے بخوبی معلوم ہو گیا کہ ترجمے اور تفاسیریں یہ تمام اختلافات مترجمین اور مفسرین کے درمیان اختلافات کی وجہ سے تھے۔ بعدازاں عربی زبان کا علم حاصل کرنے کے بعد میں قرآن کا مطالعہ اس کے اصلی متن کے مطابق کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر مجھے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ اپنے ذاتی نکتہ نگاہ کی تسکین کی خاطر اگر مترجمین اور مفرین نے قرآنی متن کو غلط معنی بتائے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا، یہ ہر اعتبار سے محفوظ ہے اور کل کا کل من وعن موجود ہے، اور اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے۔ (4)

اور یہی وجہ ہے کہ اس پر مذاکرہ کی صدیوں سے ہو رہا ہے۔ 11/9 کے بعد قرآن کے حوالے سے جو دلچسپی اہلِ مغرب میں دیکھی گئی ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

آج بھی یہ کوشش ہو رہی ہے کہ کسی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ قرآن سے زیادہ اہمیت کی حامل بائبل ہے۔

(اس کتاب میں آپ نے مستشرقین کے حوالے سے مختلف مقامات پر ان کے اعتراضات اور دعوے پڑھے ہیں۔ میں یہاں اختصار سے کام لیتے ہوئے کچھ اور حوالے نقل کروں گا)

11/9 کے بعد قرآن بمعہ ترجمہ کی مانگ میں جو اضافہ ہوا وہ ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

Marfat.com

امریکہ اور جرمنی میں 6 ملین سے زیادہ قرآن کے ترجمہ کی فروخت ہوئی اور اسرائیل میں دکانوں سے تمام قرآن کے ترجمہ کی کاپیاں فروخت ہو گئیں۔

آج کے دور میں مغرب کے لیے جتنا اہم قرآن ہو گیا پہلے کبھی شاید نہ ہوا ہو!

اسلام کی منفی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنے میں جن عوامل کارفرما رہے ہیں ان کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔

☆ جان بوجھ کر قرآن کا ترجمہ کرتے وقت غلط فہمیاں پیدا کرنا۔

☆ قرآن کی آیتوں کو غلط طریقے سے پیش کرنا یعنی سیاق وسباق کے بغیر۔

☆ فرقہ بندی کی بنیاد کر قرآن کا ترجمہ کرنا۔

☆ قرآن کا ترجمہ کرتے وقت ہیر پھیر کرنا۔

☆ انجانے میں عربی زبان کی مکمل واقفیت نہ ہونے کے سبب غلط ترجمہ کرنا۔(5)

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ یہ عوامل کس طرح اسلام کی منفی تصویر پیش کرتے ہیں۔

کچھ مثالیں آپ پچھلے صفحات میں پڑھ آئے ہیں کچھ یہ ہیں۔

ارتھر جعفری کہتا ہے کہ ابوبکر کے زمانے میں قرآن کی کچھ آیتیں گھڑلی گئی تھیں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تدوین نہیں ہوئی تھی بقول ارتھر کے۔آرتھر مزید کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ آیات صحابہ سے چھپالی تھیں۔(6)

اسی طرح کے خیالات رچرڈ بیل نے اپنے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں کیے ہیں۔(7)

ایچ ریکنڈروف (H. Reckendorf) نے عبرانی (Hebrew) میں 1857ء جو ترجمہ کیا اس میں لکھا کہ

''میں اب لکھنا بند کرتا ہوں اور خدا سے معافی مانگتا ہوں اس گناہ کی جو میں نے کیا یعنی ہماری مقدس زبان میں ایک جھوٹ کو قلم بند کیا۔'' (میں نے دل کڑا کر کے ترجمہ کیا ہے مگر تحقیق کے حوالہ سے ضروری بھی ہے)۔(8)

ڈاکٹر اسرار احمد نے لکھا ہے کہ

Marfat.com

"آپ ﷺ کی زندگی کے آخری رمضان میں آپ نے حضرت جبرائیلؑ سے قرآن مجید کا دو مرتبہ مکمل دور کیا۔ چنانچہ جہاں تک حافظے میں اور سینے میں قرآن کا مدون ہو جانا ہے وہ تو نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے دوران مکمل ہو گیا تھا۔

تدوین قرآن کا دوسرا مرحلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آیا جب مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جنگیں ہوئیں۔ جنگ یمامہ میں تو بہت بڑی تعداد میں صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ یہ بڑی خون ریز جنگ تھی اور اس میں کثیر تعداد میں حفاظِ قرآن شہید ہوئے تو تشویش پیدا ہوئی اور یہ خیال آیا کہ اس قرآن کو اب کتابی شکل میں جمع کر لینا چاہیے۔ یہ خیال سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا تو وہ بڑے متردد ہوئے کہ میں وہ کام کیسے کروں جو کام حضور ﷺ نے نہیں کیا! لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اصرار کرتے رہے اور رفتہ رفتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اس پر انشرح صدر ہو گیا۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اب تمہاری اس بات کے لیے اللہ نے میرے سینے کو کشادہ کر دیا ہے۔ اس کے بعد یہ ذمہ داری حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر ڈالی گئی جو حضور ﷺ کے زمانے میں کاتب وحی تھے۔ آپ ﷺ کے چند خاص صحابہ جو کتابت وحی پر مامور تھے ان میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بہت معروف تھے۔ ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم یہ کام کرو، اور ان کے ساتھ کچھ اور صحابہ کی ایک کمیٹی تشکیل دے دی۔ وہ بھی پہلے بہت متردد رہے۔ ان کی دلیل بھی یہ تھی کہ جو کام حضور ﷺ نے نہیں کیا وہ میں کیسے کروں! علاوہ ازیں یہ تو پہاڑ جیسی ذمہ داری ہے، یہ میں کیسے اٹھاؤں! لیکن جب حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما دونوں کا اصرار ہوا تو ان کا بھی سینہ کھل گیا۔ پھر جن صحابہؓ کے پاس قرآن حکیم کا جو حصہ بھی لکھی ہوئی شکل میں تھا، ان سے لیا گیا اور مختلف شہادتوں اور حفاظ کی مدد سے عہد صدیقی میں قرآن پاک کو ایک کتاب کی شکل میں مرتب کر لیا گیا۔"

قرآن کی آیات کو مغرب میڈیا غلط طریقے سے پیش کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ اسلام تشدد کا مذہب ہے۔

اس کی مثال عبدالسلیب اور آر۔ سی۔ سپورل کی کتاب "اسلام کا اندھیرا رخ" (The Dark Side of Islam) میں ملتی ہے۔

اسلام کو تشدد کا مذہب بتاتے ہوئے اس کتاب میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 193-190 کا حوالہ دیتے ہوئے جو ترجمہ لکھا ہے وہ یہ ہے۔

Marfat.com

''اور اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور ان کو جہاں بھی پاؤ مار ڈالو اور ان سے جنگ کرتے ہوئے حتیٰ کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور زندگی کا نظام اللہ کے تابع نہ ہو جائے۔''(9)

جب کہ اس کا مکمل ترجمہ یہ ہوگا۔

اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو، جو تم سے لڑتے ہیں، مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان سے لڑو جہاں بھی تمہارا ان سے مقابلہ پیش آئے اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے، اس لیے کہ قتل اگرچہ برا ہے، مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ اور مسجدِ حرام کے قریب جب تک وہ تم سے نہ لڑیں، تم بھی نہ لڑو، مگر جب وہ وہاں لڑنے سے نہ چوکیں، تو تم بھی بے تکلف انہیں مارو کہ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں، تو جان لو کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

یعنی جو لوگ خدا کے کام میں تمہارا راستہ روکتے ہیں اور اس بنا پر تمہارے دشمن بن گئے ہین کہ تم خدا کی ہدایت کے مطابق نظامِ زندگی کی اصلاح کرنا چاہتے ہو اور اس اصلاحی کام کی مزاحمت میں جبر و ظلم کی طاقتیں استعمال کر رہے ہیں، ان سے جنگ کرو۔ اس سے پہلے جب تک مسلمان کمزور اور منتشر تھے، ان کو صرف تبلیغ کا حکم تھا اور مخالفین کے ظلم و ستم پر صبر کرنے کی ہدایت کی جاتی تھی۔ اب مدینے میں ان کی چھوٹی سی شہری ریاست بن جانے کے بعد پہلی مرتبہ حکم دیا جا رہا ہے کہ جو لوگ اس دعوتِ اصلاح کی راہ میں مسلح مزاحمت کرتے ہیں، ان کو تلوار کا جواب تلوار سے دو۔ اس کے بعد ہی جنگ بدر پیش آئی اور لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

یعنی تمہاری جنگ نہ تو اپنی مادی اغراض کے لیے ہو، نہ ان لوگوں پر ہاتھ اٹھاؤ، جو دین حق کی راہ میں مزاحمت نہیں کرتے، ورنہ لڑائی میں جاہلیت کے طریقے استعمال کرو۔ عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں اور زخمیوں پر دست درازی کرنا اور دشمن کے مقتولوں کا مثلہ کرنا، کھیتوں اور مویشیوں کو خواہ مخواہ برباد کرنا اور دوسرے تمام وحشیانہ اور ظالمانہ افعال ''حد سے گزرنے'' کی تعریف میں آتے ہیں اور حدیث میں ان سب کی ممانعت وارد ہے۔ آیت کا منشا یہ ہے کہ قوت کا استعمال وہیں کیا جائے، جہاں وہ ناگزیر ہو، اور اسی حد تک کیا جائے، جتنی اس کی ضرورت ہو۔

Marfat.com

یہاں فتنے کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، جس میں انگریزی کا لفظ (Persecution) استعمال ہوتا ہے، یعنی کسی گروہ یا شخص کو محض اس بنا پر ظلم وستم کا نشانہ بنانا کہ اس نے رائج الوقت خیالات ونظریات کی جگہ کچھ دوسرے کو حق پا کر قبول کر لیا ہے اور وہ تنقید وتبلیغ کے ذریعے سے سوسائٹی کے موجودالوقت نظام میں اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ آیت کا منشا یہ ہے کہ بلاشبہ انسانی خون بہانا بہت برا فعل ہے، لیکن جب کوئی انسانی گروہ زبردستی اپنا فکری استبداد دوسروں پر مسلط کرے اور لوگوں کو قبول حق سے بجبر روکے اور اصلاح و تغیر کی جائز ومعقول کوششوں کا مقابلہ دلائل سے کرنے کے بجائے حیوانی طاقت سے کرنے لگے تو وہ قتل کی بہ نسبت زیادہ سخت برائی کا ارتکاب کرتا ہے، اور ایسے گروہ کو بزور شمشیر ہٹا دینا بالکل جائز ہے۔ یعنی عبدالسلیب اور سپرول نے جب ترجمہ کیا تو وہ تمام الفاظ نکال دیے جو یہ بتا رہے تھے کہ مسلمان جنگ کی ابتدا نہیں کرے گا اور جنگ ہوگی تو وہ اپنے بچاؤ کے لیے ہوگی اور اس لیے ہوگی کہ فتنہ نہ پیدا ہو جائے۔ (10)

اسی کتاب کی ایک مثال ملاحظہ فرمایئے۔ یہ سورۃ توبہ کی آیت نمبر 5 اور 14 ہیں۔ (11)

یہ ترجمہ انہوں نے کیا ہے۔

''مشرقین کو قتل کرو جہاں پاؤ، انہیں پکڑو، گھیرو، اور ہر گھات میں ان کی خبر لو'' (آیت 5)

''تم ان سے لڑو، اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے گا اور رسوا کرے گا'' (آیت 14)

اکثر میڈیا میں بھی یہ دو آیات کو علیحدہ علیحدہ دکھایا جاتا ہے۔ لیکن یہ سیاق وسباق سے ہٹ کر معاملہ بن جاتا ہے۔ مفہوم سمجھنے کے لیے سلسلہ وار آیات کا مطالعہ ضروری ہے۔ آیئے دیکھتے ہی سلسلہ وار ترجمہ کیا ہوگا۔

سورۃ التوبہ آیت 1 سے 14 تک۔

تاریخی پس منظر کے حوالے سے جس سلسلہ مضامین کا تعلق اس سورۃ سے ہے اس کی ابتدا صلح حدیبیہ سے ہوتی ہے۔

زمانہ نزول واجزاء سورہ

یہ سورہ تین تقریروں پر مشتمل ہے:

پہلی تقریر آغاز سورہ سے پانچویں رکوع کے آخر تک چلتی ہے۔ اس کا زمانہ نزول ذی العقدہ 9ھ یا اس کے لگ بھگ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سال حضرت ابوبکرؓ کو امیر الحاج مقرر کر کے مکہ روانہ کر

Marfat.com

چکے تھے کہ یہ تقریر نازل ہوئی اور حضور نے فوراً سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے بھیجا تاکہ حج کے موقع پر تمام عرب کے نمائندہ اجتماع میں اسے سنائیں اور اس کے مطابق جو طرزِ عمل تجویز کیا گیا تھا اس کا اعلان کر دیں۔

اعلان برأت ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کو جن سے تم نے معاہدے کیے تھے۔ پس تم لوگ ملک میں چار مہینے اور چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور یہ کہ اللہ منکرین حق کو رسوا کرنے والا ہے۔

اطلاع عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کے لیے کہ اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی۔ اب اگر تم لوگ توبہ کر لو تو تمہارے ہی لیے بہتر ہے اور جو منہ پھیرتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ اور اے نبی ﷺ، انکار کرنے والوں کو سخت عذاب کی خوشخبری سنا دو، بجز ان مشرکین کے جن سے تم نے معاہدے کیے پھر انہوں نے اپنے عہد کو پورا کرنے میں تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی، تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مدت معاہدہ تک وفا کرو کیونکہ اللہ متقیوں ہی کو پسند کرتا ہے۔

پس جب حرام مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے کے لیے بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انہیں چھوڑ دو۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص پناہ مانگ کر تمہارے پاس آنا چاہے (تاکہ اللہ کا کلام سنے) تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔ پھر اسے اس کے امن تک پہنچا دو۔ یہ اس لیے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔

ان مشرکین کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی عہد آخر کیسے ہو سکتا ہے؟

بجز ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تھا، تو جب تک وہ تمہارے ساتھ سیدھے رہیں تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو کیونکہ اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے۔ مگر ان کے سوا دوسرے مشرکین کے ساتھ کوئی عہد کیسے ہو سکتا ہے جب کہ ان کا حال یہ ہے کہ تم پر قابو پا جائیں تو نہ تمہارے معاملہ میں کسی قرابت کا لحاظ کریں نہ کسی معاہدہ کی ذمہ داری کا۔ وہ اپنی زبانوں سے تم کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر دل ان کے انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے

Marfat.com

بدلے تھوڑی قیمت قبول کر لی پھر اللہ کے رستے میں سدِّ راہ بن کر کھڑے ہو گئے۔ بہت برے کرتوت تھے جو یہ کرتے رہے۔

کسی مومن کے معاملہ میں نہ یہ قرابت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کی ذمہ داری کا۔ اور زیادتی ہمیشہ انہی کی طرف سے ہوئی ہے۔ پس اگر یہ توبہ کر لیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں اور جاننے والوں کے لیے ہم اپنے احکام واضح کیے دیتے ہیں۔ اور اگر عہد کرنے کے بعد یہ پھر اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں تو تمہارے دین پر حملے کرنے شروع کر دیں تو کفر کے علمبرداروں سے جنگ کرو کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ شاید کہ (پھر تلوار ہی کے زور سے) وہ باز آئیں گے۔

کیا تم نہ لڑو گے ایسے لوگوں سے جو اپنے عہد توڑتے رہے ہیں اور جنہوں نے رسول کو ملک سے نکال دینے کا قصد کیا تھا اور زیادتی کی ابتدا کرنے والے وہی تھے؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اگر تم مومن ہو تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو۔ ان سے لڑو، اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوائے گا اور انہیں ذلیل و خوار کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور بہت سے مومنوں کے دل ٹھنڈے کرے گا اور ان کے قلوب کی جلن مٹا دے گا۔ (12)

ضروری ہوتا ہے کہ قرآن کے تراجم سیاق و سباق اور حاشیہ کے ساتھ ہوں تا کہ پڑھنے والے کو مفہوم سمجھنے میں آسانی ہو۔

جس دور میں ہم آج ہیں اس کی اہم ضرورت ہے کہ ایسا نظام ہو جس کے تحت پوری امت مسلمہ کے درمیان ایک رابطہ ہو جس کے تحت ہر انگریزی میں یا کسی دوسری زبان میں شائع ہونے والے قرآن کا ریکارڈ موجود ہو!

آج مجھے ایک بات یاد آ رہی ہے میرے ذہن سے نکل گیا ہے کہ میں نے کہاں پڑھا تھا، کسی نے کہا تھا کہ جب میں 12 مختلف لوگوں کے لکھے ہوئے قرآن کے تراجم پڑھتا ہوں تو لگتا ہے میں 12 مختلف کتابیں پڑھ رہا ہوں!

9/11 کے بعد جس تیزی سے اسلام پھیلا ہے اور لوگ اسلام کی طرف آ رہے ہیں یہ ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

جن غیر مسلم لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے ان میں سے بیشتر نے یہ کہا ہے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے

Marfat.com

جو کچھ وہ اسلام کے بارے میں مغرب کی طرف سے شائع کیا ہوا لٹریچر پڑھتے رہے اس میں اسلام کی غلط تصویر دکھائی گئی تھی۔

میں صرف ایک مثال پر اکتفا کروں گا۔

برطانیہ کے حسین روف نے اسلام قبول کرنے کے بعد ایک موقعہ پر کہا تھا۔

''کتنی عجیب بات ہے کہ میں اسلامی دنیا میں رہتے ہوئے بھی اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتا تھا۔ وجہ ظاہر کہ شروع ہی سے میرے ذہن کو اس طرح سے بنایا گیا تھا کہ اسلام ایک غلط مذہب ہے اور یہ مغرب کے مصنفین کی کتابوں کا نتیجہ تھا۔ یعنی اسلام ایک غلط بے مقصد اور جھوٹا مذہب ہے۔''

روڈویل (Rodwell) کے ترجمہ قرآن نے ان تمام باتوں کو میرے لاشعور میں مضبوط کر دیا تھا۔

روڈویل نے جان بوجھ کر قرآن کی آیات کا غلط ترجمہ کیا تھا۔ جب تک میں نے اسلامک سائٹ لندن کے ذریعے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا مجھے سچائی کا پتہ نہیں چلا تھا۔

مجھے ایک بات کا دکھ ہے کہ مسلمانوں نے اس اعلیٰ مذہب کی تبلیغ کے لیے بہت کم کام کیا ہے۔

مجھے یہ یقین ہے اگر ایسا ہوا تو بہت بہتر ہوگا۔ (13)

یہ بات طے شدہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اسے کسی انسان نے نہیں لکھا ہے اور نہ ہی یہ بائبل سے لیا گیا مواد ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ تمام مزاکرے اور بحث کے طوفان صرف اس وجہ سے ہوئے اور ہو رہے ہیں کہ قرآن کا ترجمہ مختلف زبانوں میں ہوتا ہے اور ہر ترجمہ کرنے والا اپنے حساب سے ترجمہ کرتا ہے کیا صرف غیر مسلم ترجمہ کرتے وقت تعصب کی عینک لگا کر قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں

ایسے کئی سوال ہیں جن کے جواب ذہن اور خاص کر آج کا نوجوان ذہن ڈھونڈ رہا ہے۔

قرآن کو عربی میں رہنا چاہیے جسے عربی نہیں آتی وہ عربی سیکھے اور قرآن پڑھے اور سمجھے، کیا اس سے یہ مناظرہ اور مباحثے ختم ہو جائیں گے؟

کوئی بھی ترجمہ قرآن کا ہو کسی بھی زبان میں کیا گیا ہو کیا یہ قرآن کے ان الفاظ کا حقیقی مفہوم بیان کر سکتے ہیں؟

کیا قرآن کا ترجمہ ہو سکتا ہے؟

Marfat.com

حسین عبدالرؤف نے اپنی کتاب ''Quran Translation'' میں اس حوالے سے تحقیقی کام کیا ہے جو ایک اسلامی تعلیمات کے طالب علم کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوگا یہ کتاب 2001ء میں برطانیہ میں شائع ہوئی ہے۔

کتاب کے آخر میں عبدالرؤف نے لکھا ہے کہ

''قرآن کی ترجمہ انسانیت کے لیے ایک مثبت اعانت اور مختلف کلچر میں اہمیت کا حامل ہے، گو کہ یہ ایک مشکل قدم ہے مگر اہمیت کا حامل ہے۔ قرآن کے ترجمہ کا مقصد اس کی حقیقی تشریح ہے نہ کہ عربی کے متبادل الفاظ دوسری زبانوں میں لے کر ترجمہ کیا جائے۔ یہ فرق واضح ہونا چاہیے کہ یہ قرآن ہے اور یہ ترجمہ ہے۔'' (14)

عبداللطیف طباوی لکھتے ہیں۔

''امام ابوحنیفہ نے فارسی میں قرآن دوران نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی۔'' (15)

حالانکہ بعد میں انہوں نے اسے منسوخ کر دیا تھا۔

امام شافعیؒ کا کہنا تھا کہ قرآن کا کسی بھی زبان میں ترجمہ نہیں کیا جاسکتا یہ قرآن کی یکتائی کی نشانی ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ درست معنی کچھ عربی الفاظ کے دوسری زبانوں میں نہیں ملتے جس کی وجہ سے معانی میں فرق پیدا ہوسکتا ہے۔ (16)

امام غزالی نے بھی امام شافعی کی تائید کی ہے۔ (17)

موجودہ دور میں محمد رشید ردا کا فتویٰ قابل غور ہے۔

محمد رشید ردا نے فتویٰ میں لکھا ہے کہ قرآن کا ایک حصہ ایسا ہے جس کا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا اور اسے صرف عربی جاننے والا ہی سمجھ سکتا ہے۔ قرآن کا کچھ حصہ ترجمہ کیا جاسکتا ہے ان کے لیے جو کچھ لوگوں کو عبادت کے لیے درکار ہوتا ہے۔

بہر حال ترجمہ سے معنی بدل سکتے ہیں۔

وہ مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

قرآن کی تقلید سے منع کیا ہے، قرآن کا ترجمہ مترجم کی تقلید ہے اور یہ قرآن کی ہدایت سے انحراف ہے۔ (18)

محمد رشید ردا (1865-1935) ایک اسلامی مصلح کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یہ محمد عبدو ار جمال الدین افغانی کے شاگرد تھے۔ ردا نے جن شخصیات کو متاثر کیا ان میں

Marfat.com

حسن البنا اور سید قطب شامل ہیں جنہوں نے اخوان المسلمین کی بنیاد رکھی تھی۔(19)

1925ء میں شیخ محمد حسنیان مخلف (سابق مفتی مصر) نے تین مختلف اقسام کے ترجمہ کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

(1) یکساں لفظی ترجمہ

(2) غیر یکساں لفظی ترجمہ

(3) تفسیر

انہوں نے مزید کہا کہ یکساں لفظی ترجمہ ناممکن ہے جب کہ تفسیر قرآنی الفاظ کا ترجمہ نہیں بلکہ مترجم کی تحریر ہے اور اسے قبول کیا جا سکتا ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ مترجم عربی سے واقفیت رکھتا ہو۔ اور دوسری تمام وہ اسلامی معلومات رکھتا ہو اور اسے عبور حاصل ہو جو ترجمہ کرنے کے لیے ضروری ہیں۔

غیر یکساں لفظی ترجمہ میں انہوں نے کہا کہ مترجم عربی کے لفظ کی جگہ دوسری زبان کے لفظ استعمال کرتا ہے اس میں ضروری نہیں ہے کہ وہ عربی لفظ کی خصوصیات کو برقرار رکھ سکے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ مستشرقین کے تراجم دیکھے جا سکتے ہیں (زیادہ تر) جو اسلام کے خلاف تعصب اور نفرت کی فضا قائم کرتے ہیں۔ انہوں نے اس قسم کے تراجم کو غیر قانونی قرار دیا۔(20)

اسی حوالے سے دوسری آواز شیخ محمد شاکر کی ہے جنہوں نے 1925ء میں ایک طویل مقالہ لکھا۔ یہ مقالہ بعد میں ایک کتاب کی صورت میں شائع ہوا۔

ایک نظریہ یہ قائم ہوتا ہے کہ ردا، شاکر اور حسنیان مخلف قرآن کے ترجمہ کے خلاف تھے تو کیا وہ دین کی تبلیغ نہیں چاہتے تھے۔

مگر ایسا نہیں ہے ہمیں دیکھنا ہوگا کہ اس وقت دنیا کی سیاسی، مذہبی اور سماجی حالت میں جو تبدیلی آ رہی تھی وہ کیا تھی۔

1925ء کا زمانہ اپنے اندر کئی تبدیلیاں لے کر آ رہا تھا۔

(1) خلافت عثمانیہ کا زوال ہو چکا تھا۔

(2) قادیانی

(3) مستشرقین کی اسلام کے بارے میں تعصبی اور نفرت انگیز تحریریں۔

ان تمام چیزوں کو ہم دیکھیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ

Marfat.com

''مسلم علما خلافت عثمانیہ کے زوال کے بعد صرف قرآن کو ایک آخری بندھن مان رہے تھے جو امت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکتا تھا۔ قرآن کا ترجمہ قومیت کی بنیاد پر ہو رہا تھا نہ کہ امت کی بھلائی کے لیے جیسے کہ ردا نے ترکی زبان کے قرآن کے ترجمہ کے حوالے سے کہا تھا۔ ترک اپنی قومیت کی بقا کی خاطر عربی کو مٹانا چاہتے تھے وہ ترکوں کے دل، دماغ اور زبان سے عربی کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔

یہاں تک کہ قرآن کو لاطینی الفاظ کے استعمال سے ترکی زبان میں لکھنا چاہتے تھے اور ایک کمیٹی بنانا چاہتے تھے جو ترکی زبان سے عربی الفاظ کو نکال دے۔

یہ تھے وہ حالات جن میں کچھ علما قرآن کے ترجمہ کے خلاف تھے یہ علما اسلام کی تبلیغ کے خلاف نہیں تھے بلکہ وہ اس بات کے خلاف تھے کہ قرآن کا نعم البدل ڈھونڈھا جائے۔''

قرآن کا ترجمہ دوسری زبانوں میں ہونا چاہیے کہ سلسلہ میں دو نام ہیں جن کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

شیخ محمد مصطفیٰ المباراغی نے 1932ء میں ایک مقالہ لکھا جس میں انہوں نے کہا کہ قرآن کا ترجمہ ہونا چاہیے تاکہ وہ بھی جو مسلمان نہیں ہیں ان تک اسلام کا پیغام پہنچ سکے۔

انہوں نے اپنے مقالے میں دلیلوں سے وضاحت کی ہے کہ کچھ احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھ کر ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔

دوسرا نام شیخ محمد شلطوت کا ہے جنہوں نے 1936ء میں اسی حوالے سے ایک مقالہ لکھا اور کم و بیش وہی خیال ظاہر کیا جو شیخ محمد مصطفیٰ المباراغی کا تھا۔

صورت حال جو مصر میں تھی وہ ہندوستان یا جنوبی ایشیا میں مختلف تھی۔

1929ء میں مارماڈیوک پکھتل جب قاہرہ پہنچا تاکہ اس کے انگریزی ترجمہ قرآن کا علما کرام سے جائزہ لیا جائے تو اسے سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

جب کہ اس وقت ہندوستان میں ندوۃ العلماء نے اسے وقت کی اہم ضرورت سمجھا تھا۔ نظام حیدر آباد نے پکھتل کو دو سال کی چھٹی دی تھی کہ وہ یہ کام کر سکے۔

اس زمانے میں وقت کے بڑے بڑے علما ہندوستان میں قرآن کے ترجمہ میں مصروف تھے جیسے اشرف علی تھانوی اور احمد رضا خان وغیرہ۔

پکھتل کی ملاقات مصر میں عربی کے سکالر (قاہرہ یونیورسٹی) طاحہ حسین سے ہوئی اور اسے پتہ چلا کہ قرآن کا ترجمہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

شیخ محمد شاکر نے پکھتل پر تنقید کرتے ہوئے قاہرہ کے اخبار ''ال احرام'' کے پہلے صفحے پر لکھا کہ قرآن کا ترجمہ کرنا اور ترجمہ کیا ہوا قرآن دونوں کی ممانعت ہے۔ (21)

Marfat.com

باب نمبر8

مناظرہ

Marfat.com

Marfat.com

مناظرہ

اسلام، قرآن اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نفرت اور دشمنی کی تحریکیں مختلف ادوار میں ابھرتی رہیں اور مٹتی رہیں۔

اس کا آغاز جان آف دمشقی نے کیا۔ اسلام، قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

شہنشاہ ہرقل (Heraclius) کے دور میں بہت سے بت پرست تھے ان میں سے ایک کاذب نبی اٹھا جس کا نام۔۔۔۔تھا۔

> اس نے عہد نامہ قدیم وجدید سے واقفیت حاصل کی اور پھر ایک ارین راہب سے تبادلۂ خیال کے بعد ایک فرقہ قائم کیا۔ مکارانہ پاکبازی کے ذریعے اس نے اپنی قوم کے دل جیت لیے۔ بعد میں اس نے دعویٰ کیا اس کے اوپر آسمان سے ایک صحیفہ نازل ہوا ہے۔ ان تمام مہمل اور مضحکہ خیز احکام کو، جو اس نے اس کتاب میں تحریر کر رکھے تھے، اپنی قوم کے لیے مقدس تعلیمات قرار دیا۔" (1)

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام حذف کر کے جگہ خالی چھوڑ دی ہے) سنٹ جان آف دمشقی نے یہ تحریر اٹھویں صدی عیسوی میں لکھی تھی۔

جان آف دمشقی پہلا شخص ہے جس نے مسلمانوں کو اسمٰعیل کا نام دیا جسے بعد میں سارا سین کہا گیا، (اس کتاب میں سارا سین کے نام سے علیحدہ مضمون ہے) جان نے یہ دعویٰ کیا کہ مسلمان دراصل اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں جن کی بیوی حضرت حاجرہ تھیں اور وہ حضرت سارہ کی کنیز تھیں۔ اس کے لیے اس نے بائبل کا حوالہ دیا۔

Marfat.com

''جب فرشتے (خدا کا فرشتہ) نے حاجرہ سے پوچھا تم کہاں سے آئی ہو اور کہاں جا رہی ہو؟ اس نے کہا میں اپنی مالکن سارہ سے بھاگ رہی ہوں۔'' (2)

اٹھویں صدی میں ہی بازنطین مورخوں کی فہرست میں ایک نام ''تھیوفنس'' کا بھی ہے جسے (Theophanes the Confessor) بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مانا جاتا ہے کہ یہ پہلا شخص تھا جس نے مختصراً محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے بارے میں لکھا۔

یہ 758ء میں پیدا ہوا اور 817ء میں وفات پائی۔

اس نے سلسلہ وار سرگذشتیں (Chornicles) لکھیں جس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بھی ہے۔ (3)

محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں جتنی گستاخی ہوسکتی ہے اس نے اپنی تحریروں میں کی ہے۔ اس نے لکھا ہے (یہ ترجمہ نقل کفر کفر نہ باشد کے مصداق بادلِ ناخواستہ کیا ہے)

''ابتدائی اسلام کے دور میں بھٹکے ہوئے یہودی یہ سمجھے تھے کہ یہ نجات دہندہ ہے مگر جب انہوں نے اسے اونٹ کا گوشت کھاتے دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ وہ نہیں ہے۔

جب وہ فلسطین آیا تو اس نے عیسائی اور یہودی عالموں سے سیکھا، اسے مرگی کا عارضہ بھی تھا، اس کی بیوی کو جب پتہ چلا تو وہ اداس ہوگئی کہ اس نے ایک غریب آدمی سے شادی کر کے غلطی کی ہے جسے مرگی بھی ہے۔'' (4)

تھیوفنس نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ اسلام عیسائیت کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ جس کو ایک کاذب نبی نے شروع کیا ہے۔ (5)

اس سے پہلے کہ ہم آگے چلیں دو چیزوں کی وضاحت ہونی چاہیے۔

(1) جیکو بایٹ (Jacobite)

یہ لفظ ان لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے جو چھٹی صدی عیسوی کے بشپ جیکب باراڈیوس کے پیروکار ہیں۔

(2) ملکیت (Melkite)

یہ لفظ ان کے لیے بولا جاتا ہے جو بازینطین عیسائی چرچ کے پیروکار ہیں۔

Marfat.com

نویں صدی کے اوائل میں تھیوڈور ابوقراح (T. Abu Qurrah 750-823) ایک عرب عیسائی تھا، یہ ملکیت بشپ تھا۔

یہ پہلا عیسائی مصنف تھا جس نے عربی زبان کا استعمال کیا، اور زیادہ تر عربی زبان جاننے والے عیسائی اس سے واقف تھے۔

اس نے بہت سی کتابیں لکھیں جن کا جرمن زبان میں ترجمہ ہوا اور اب ان کا انگریزی ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ (6)

ابوقراح نے عیسائیت کی تبلیغ کے لیے عربی زبان اور مسلم علما کا طریقہ کار اپنایا یہاں تک کہ اسے ''عیسائی متکلم'' کہا جاتا تھا۔(7)

''ابوقراح وہ پہلا عیسائی تھا جس نے عربی زبان سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا، اس کی کئی تحریریں عربی میں اور کئی کتابیں یونانی زبان میں ہیں۔ اس کی تحریروں میں اس نے عیسائی عقیدہ کی وضاحت اسلامی اصولوں کی بنیاد پر کی ہے۔

اس نے عیسائی عقیدہ کی وضاحت اسلامی اصولوں کے تحت کر کے عیسائیت کا دفاع کیا ہے جب کہ عیسائیت کو مسلمانوں کی طرف سے چیلنج تھا۔'' (8)

ابوقراح کی مخالفت میں ابورایتا التکریتی (Abu Raitah Al Takriti) تھا یہ بھی نویں صدی کے اوائل میں جیکو بائٹ سکالر تھا۔

ابوقراح کے سخت خلاف تھا اور اس نے اس کے خلاف کتابیں بھی لکھیں۔

اس کی چار مذہبی تحریریں بہت اہم ہیں اور ان کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ پہلی تحریر مسلمانوں کے نام ہے جس میں اس نے تثلیث کے راز سے پردہ ہٹایا، اس نے اس تحریر میں زندگی، علم اور عقل کے حوالے سے بھی بحث کی پھر اس نے انسان، روشنی اور سورج کے حوالے سے بات کی جس میں بائبل اور قرآن کے حوالے دیے۔

دوسری تحریر ''دوسرے جنم'' کے حوالے سے تھی جس کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تھا۔

تیسری تحریر سچائی، عیسائیت اور تثلیث کے حوالے سے تھی۔

چوتھی تحریر عیسائیت کے سچے مذہب کے حوالے سے تھی۔

(بہر حال یہ تحریریں تصدیق شدہ نہیں ہیں)۔ (9)

Marfat.com

قسطا ابن لقا (Qusta Ibn Luga 835-912) یہ بھی ملکیت تھا اور معروف مترجم تھا اسے فلسفہ اور موسیقی پر بھی عبور حاصل تھا اس کے بارے میں ابن ندیم نے کہا ہے کہ

''یہ ایک بہترین مترجم ہے جسے سریانی، یونانی اور عربی زبان پر عبور حاصل ہے۔'' (10)

البطریق (Al-Bitriq) بھی اٹھویں صدی میں خلیفہ المنصور کے زمانے میں تھا، خلیفہ نے اسے بہت سے طب کے مضامین اور کتابوں کے ترجمہ کا کام سونپا تھا۔ (11)

اس کتاب میں آپ نے ایک مناظرہ کا احوال پڑھا ہے جو 19 ویں صدی میں ہندوستان میں ہوا تھا۔ غالباً تاریخ یعنی انسانی علوم تاریخ میں سب سے پہلا مناظرہ 781ء میں بغداد میں عباسی خلیفہ مہدی اور نسطورین عالم ٹی موتھی اول کے درمیان ہوا جو دو دن جاری رہا۔ (12)

اس مناظرہ میں مہدی نے ٹی موتھی اول سے کچھ سوالات پوچھے اور اس نے جواب دیا! سوالات حضرت عیسیٰ، قرآن اور بائبل کے حوالے سے تھے، مناظرہ کا اختتام دوستانہ ماحول میں ہوا۔

ایسے ہی ایک اور مناظرہ کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے جو الکندی کے حوالے سے مشہور ہے۔

''دو غیر تصدیق شدہ تحریریں ایک مصر اور دوسری ترکی میں عیسائی پادریوں کو ملی ہیں نویں صدی کے درمیان، ان میں اس مناظرہ کا ذکر ہے جو ایک مسلمان عبداللہ ابن اسماعیل الہاشمی اور عبدالمسیح ابن اسحاق الکندی اور ایک عیسائی کے درمیان بذریعہ خط و کتابت ہوا۔'' (13)

اپنی اس کتاب کے آخر میں اگر ممکن ہو تو ان دونوں مناظروں کی تفصیل لکھوں گا، ابھی کچھ مزید تحقیق کی ضرورت ہے کیونکہ اس طرح کے مناظروں کے بارے میں جو نویں صدی میں ہوئے علما اور فضلا کی مختلف رائے ہے۔

ڈاکٹر جیلانی کے مطابق عہد وسطیٰ کی تحریروں میں فرضی مناظرے کثرت سے ملتے ہیں جس میں اختتام ہمیشہ مسلمان فریق کی ندامت اور پشیمانی پر ہوتا ہے۔ (14)

اس کے علاوہ ''تاریخ اسلام'' شاہ معین الدین احمد ندوی میں خلیفہ مہدی کے باب میں اس مناظرہ کا ذکر نہیں ملتا۔

Marfat.com

باب نمبر 9

نویں صدی

Marfat.com

Marfat.com

نویں صدی

نویں صدی عیسوی میں کلیسا نے اسلام اور پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔

کلیسا کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ کسی طرح اسلام کو شکست دے دیں اور ''ایک ہی نعرہ تھا کہ کائنات میں حق بھی ہے اور باطل بھی ہے، حق عیسائیت ہے اور باطل اسلام ہے۔ جس طرح حق اور باطل ایک ساتھ نہیں رہ سکتے اسی طرح عیسائیت کسی اور مذہب کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔''(1)

''مغرب میں اکثر کاذب نبی کے نام سے پیش کیا گیا، اس کے لیے بائبل کے باب نمبر 24 کی گیارویں سطر کا حوالہ دیا گیا۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کاذب نبی کی پیشین گوئی کی ہے۔

انہیں دشمن عیسیٰ علیہ السلام یعنی ''دجال (Anti-Christ) کہا گیا جس کا عدد 666 ہے۔''(2)

مضمون کے آخر میں ہم دو اور شخصیات کا ذکر کریں گے جو نویں صدی میں اہم تھیں۔

ایک دوھوان جو چینی سفرنامہ نگار تھا۔

دوسرا مردان فرخ جس نے ایران کے دینِ زرتشت کے بارے میں کتاب لکھی تھی۔

اٹھویں صدی سے دسویں صدی تک مسلمانوں اور عیسائیوں کے تعلقات کو دیکھیں اور عیسائیوں کی اسلام کے خلاف تحریریں دیکھیں تو لمحہ بہ لمحہ ان کے انداز میں تبدیلی نظر آتی ہے۔

کہیں انداز جارحانہ ہے تو کہیں دفاعی انداز ہے۔ اس کی وجوہات ہیں۔ جن پر ہم بات کریں گے۔

Marfat.com

ایک اہم بات جو کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ جس انداز سے یورپ میں اسلام پروان چڑھا اور اپنے عروج تک پہنچا اس انداز سے عیسائیت یورپ میں پروان نہیں چڑھی۔

سولہویں صدی سے عیسائیت کی دنیا چار گروہ میں بٹ گئی تھی۔

(1) Roman Catholic

(2) Greek Orthodox

(3) Protestant

(4) Middle Eastern

ان چاروں کے نزدیک جو چیز مشترک ہے وہ ان کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے، چاروں گروہ آزاد ہیں ایک دوسرے سے مگر ان میں کچھ باتوں کو لے کر مختلف خیالات ہیں،

پروٹسٹنٹ نے اپنے آپ کو رومن کیتھلک. چرچ سے سولہویں صدی میں الگ کر لیا تھا جب کہ مڈل ایسٹرن عیسائیوں نے یعنی چوتھے گروپ نے اپنے آپ کو رومن اور یونانی چرچ سے ہزار سال پہلے ہی علیحدہ کر لیا تھا۔(3)

مشرق وسطیٰ کے عیسائیوں کا گروپ (نمبر 4) کسی سیاسی یا علیحدہ مذہبی عقائد کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ یہ وہ لوگ تھے جو مختلف قومیت کے حامل تھے اور متحد ہوئے تھے تو رومن اور یونانی چرچ کی بالادستی کے خلاف ہوئے تھے۔

یہ ان کے دباؤ میں ایک ہزار سال رہے اور پھر انہیں مکمل آزادی اس وقت ملی جب ساتویں صدی میں مسلمانوں نے جنگ شروع کی۔ مگر تمام مشرقِ وسطیٰ کے عیسائی (گروپ 4) یونانی چرچ کے خلاف نہیں ہوئے۔ ساتویں صدی میں مسلمانوں کی آمد کے بعد وہ مشرقِ وسطیٰ کے عیسائی جو یونانی چرچ کے ساتھ رہے وہ ملکیت کہلائے اور جنہوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی وہ جیکو بایٹ کہلائے۔

بازنطین اور یونانی چرچ نے جس دباؤ میں مشرقِ وسطیٰ کے عیسائیوں کو رکھا تھا وہ مسلمانوں کے اس علاقے کو فتح کرنے کے بعد ختم ہو گیا۔

مسلمان نے ان عیسائیوں کو شہری حقوق دیے جو کہ بازنطین کے زمانے میں نہیں تھے۔ عیسائیوں کو عراق، مصر، شام اور ارمینیا میں اپنے چرچ قائم کرنے کی آزادی ملی۔

Marfat.com

''ایک نیا تحفظ جو مسلمانوں کے ابتدائی دور میں خلیفہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یروشلم کی فتح کے بعد عیسائیوں کو دیا تھا کہ انہیں زندگیوں کی ضمانت ان کے مال اور اولاد کی ضمانت ان کے چرچ، صلیب اور مذہب کی آزادی ہے۔''(4)

''مشرقِ وسطیٰ کے عیسائیوں نے مسلمانوں کی مدد کی (جنگ کے دوران) اور ان کا استقبال کیا کہ انہیں آزادی دلانے والے ہیں ہی یہ مسلمان!''

''ہم پڑھتے ہیں کہ نویں صدی میں جیکو بایٹ کے بڑے مذہبی لیڈر عباسی خلیفہ کے دربار میں آتے جاتے رہے اور ایک مذہبی راہنما ڈایونالیس خلیفہ المامون کے ساتھ مصر کے دورے پر بھی گیا تھا۔''(5)

عباسی دور میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان تعلق اس حد تک تھے کہ ''یونانی عربی ترجمہ تحریک'' کا قیام عمل میں لایا گیا جس میں کئی مشہور عیسائی شامل تھے جنہوں نے یونانی علوم کا عربی میں ترجمہ کیا جیسے اسارین چرچ کا ممبر حسیان ابن اسحٰق (متوفی 873) جس نے ارسطو کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔

دوسرا نام سیرین چرچ کے ممبر یحییٰ ابن عدی (متوفی 974) جس نے نہ صرف خلیفہ کو یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا بلکہ مزید فلسفہ پر کتابیں بھی لکھیں۔(6)

''یونانی عربی ترجمہ تحریک'' کے پیچھے ایک دلچسپ کہانی ہے کہ

''ایک رات بغداد میں خلیفہ المامون نے خواب میں ارسطو کو دیکھا جو اس سے کہہ رہا تھا کہ یونانی فلسفہ اور اسلام دو علیحدہ چیزیں نہیں ہیں۔ یا ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہیں جب خلیفہ کی آنکھ کھلی تو اس نے حکم دیا کہ ارسطو کا سارا کام عربی میں ترجمہ کرایا جائے۔''(7)

اس تحریک کا عربی نام ''بیت الحکما'' تھا۔ اس میں 2 مسلمان اور 12 عیسائی مترجم تھے جب کہ اس کا انچارج عیسائی حسیان ابن اسحٰق تھا۔ یہ ادارہ خلیفہ المامون کے زمانے میں ترقی کی انتہا کو پہنچا تھا۔ بیت الحکما کے کچھ مترجمین کے نام یہ ہیں۔

یعقوب بن اسحاق کندی یہ مسلمانوں میں پہلا شخص ہے جس نے فیلسوف عرب کا معزز لقب حاصل کیا، اس کی چھوٹی بڑی تالیفات و تراجم کی تعداد پچاس سے اوپر ہے۔

Marfat.com

حنین بن اسحاق عبادی، یہ اپنے عہد کا بڑا صاحب کمال نصرانی طبیب تھا،اس کو یونانی، سریانی اور عربی تینوں زبانوں میں کامل دستگاہ حاصل تھی، اس نے یونانی کتابوں کے بکثرت عربی اور سریانی تراجم کیے،اس کی تالیفات وتراجم بے شمار ہیں۔

قسطا بن لوقا بعلبکی نصرانی، یہ دولت عباسیہ کا مشہور مترجم ہے، اس کو ریاضی، ہندسہ، ہیئت، منطق، طب اور علومِ طبعیہ میں یہ طولیٰ حاصل تھا، یہ عباسیہ کے زمانہ میں روم گیا اور وہاں سے بہت سی رومی تصانیف ساتھ لایا، مترجم کی حیثیت سے بغداد طلب کیا گیا، چنانچہ یونانی کتابوں کا عربی ترجمہ کرتا تھا۔

عمر بن فرخان طبری: یہ علم ہیئت کا بڑا زبردست ماہر تھا، مامون کے وزیر فضل بن سہل نے اس کو بلا کر مترجمین کے زمرہ میں منسلک کیا، اس نے بہت سی نجوم کی کتابیں مامون کے لیے ترجمہ کیں، نجوم کے علاوہ اس نے فلسفہ کی بعض کتابیں بھی مامون کے لیے لکھیں۔(8)

یہ بات تسلیم کہ بیت الحکما سے بے انتہا معلومات کا خزانہ عربی میں منتقل ہوا اور بعض نایاب کتابیں محفوظ ہوئیں مگر اس کا ایک دوسرا رخ بھی ہے۔

ہمیں تاریخ دہرانا نہیں ہے
ہمیں تاریخ کا رخ موڑنا ہے

خلیفہ مامون کے بعد معتصم باللہ (846-833) اور اس کے بعد واثق باللہ (-844841) کے عہد میں بیت الحکما میں کافی ترقی ہوئی مگر خلیفہ متوکل علی اللہ کے دور میں یہ زوال کا شکار ہو گیا۔

اکثر تاریخ کی کتابوں میں خاص کر غیر مسلم اور چند مسلمان مصنفین نے بھی اس کی بہت تعریف کی ہے کہ مامون کے زمانے میں یونانی علوم کے تراجم عربی میں ہوئے۔

مگر اس کا ایک دوسرا رخ بھی ہے جو قابل غور ہے مامون کا خواب میں ارسطو کو دیکھنا پھر اپنے دادا خلیفہ منصور کے علمی کام کو آگے بڑھانا یعنی منطق، فلسفہ اور یونانی علوم کے تراجم کے لیے ادارہ کا قیام اور بغداد کا علم وفن کا مرکز بن جانا مگر ان سب چیزوں نے خلیفہ مامون کی مذہبی زندگی پر کیا رنگ ڈالا یہ سوال زیادہ اہم ہے۔

اس کی مذہبی زندگی ایک مکس پلیٹ بن کر رہ گئی یعنی اس کے کچھ عقائد اہل سنت کے، کچھ عقائد شیعی

Marfat.com

اور کچھ فلسفیانہ ہو گئے۔

یہ بات قابل غور ہے وہ حافظ قرآن تھا اور خلفائے راشدین کے علاوہ یہ نعت کسی اور خلیفہ کے حصے میں نہیں آئی تھی۔

ویسے ایک بات اور میرے ذہن میں گردش کرتی ہے کہ کب کسی مغل بادشاہ نے کبھی حج کیا تھا؟

بہر حال بات مامون کی ہو رہی تھی۔ تو اسی دور میں خلقِ قرآن کی بدعت ایجاد ہوئی، مامون خلق قرآن کا قایل تھا اس کے زمانے میں ہی حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کو خلقِ قرآن سے انکار پر شدید مصائب کا سامنا ہوا مگر مامون مرتے دم تک ان سے اقرار نہ کرا سکا اور مرتے وقت معتصم باللہ کو وصیت کر گیا کہ امام پر سختی کی جائے معتصم جاہل تھا علم سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا اس نے امام احمد بن حنبلؒ پر اور زیادہ سختیاں کیں۔

”اس نے اپنی تمام عمر لوگوں کا مسئلہ خلق قرآن میں امتحان لینے میں گذار دی اور تمام استادوں کو حکم دے دیا کہ بچوں کو اس مسئلہ کی تعلیم دیا کریں اس کے دور میں بہت سے علما قتل ہوئے امام احمد بن حنبلؒ کو بھی بہت ستایا اور مارا۔“ (9)

بچپن سے اسے تعلیم کا شوق نہ تھا تاریخ خطیب میں ہے کہ نفرت تعلیم کے سبب اس کے باپ نے اس کی توجہ تعلیم سے دور کر دی تھی جب اس کا ایک ساتھی مر گیا تو اس نے کہا تھا کتاب کی زحمت سے بچ گیا۔ اس کے بعد الواثق باللہ تخت پر بیٹھا اور خلق قرآن کے مسئلہ میں اپنے باپ پر گیا۔

231 ہجری میں بصرہ کے حاکم کو حکم بھیجا کہ آئمہ اور مؤذنوں سے خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان لے۔ یہ خبط اسے اپنے باپ سے ورثہ ملا تھا۔ مگر آخر میں دو باز آ گیا تھا۔ اسی سال اس نے احمد بن خزاعی کو قتل کیا۔ یہ بڑے محدث اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم تھے۔ انہیں بغداد سے قید کر کے سرمن رائے میں بلایا اور خلق قرآن سے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا مخلوق نہیں ہے۔ پھر رویۃ فی القیامت کے بارے پوچھا۔ انہوں نے کہا احادیث میں ایسے ہی آیا ہے۔ پھر ایک حدیث بھی پڑھ کر سنائی تو اس نے کہا تم جھوٹ بول رہے ہو۔ آپ نے فرمایا میں تو جھوٹ نہیں بول رہا بلکہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ واثق نے کہا افسوس ہے۔ کیا خدا مجسم و محدود دکھائی دے سکتا ہے۔ کیا وہ کسی احاطہ میں آ سکتا ہے۔ جس رب کی ایسی صفات ہوں، میں تو اسے نہیں مانتا۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اس کے بارے تم مجھے کیا رائے

Marfat.com

دیتے ہو؟ فقہائے معتزلہ جبشہ نے کہا اس کا قتل کرنا حلال ہے۔ واثق نے تلوار منگوائی اور کہا جب میں اس کے قتل کرنے کے لیے اٹھوں تو میرے ساتھ کوئی نہ جائے کیونکہ اس کافر کو مارنے کے لیے چلنا داخل ثواب ہے کیونکہ یہ ایسے خدا کی عبادت کرتا ہے جس کی ہم عبادت نہیں کرتے اور نہ ہم اسے ان صفات سے جو اس نے بیان کی ہیں، جانتے ہیں۔

منہ قبلہ رو ہو جانا

اس کے بعد احمد بن نصر طوق و زنجیر پہنائے ہوئے نطع پر بٹھائے گئے اور خلیفہ امیر واثق نے ان کو قتل کر دیا اور کہا ان کا سر بغداد بھیج دیا جائے اور اس وہاں سولی دیا جائے اور جسم کو سر من رائے میں سولی دیا جائے۔ ان کا سر اور جسم برابر چھ سال تک اسی طرح رہا۔ جب متوکل بادشاہ ہوا تو اس نے اتروا کر دفن کرا دیئے۔ ان کے کان میں ایک پرچہ لکھ کر لٹکا دیا گیا تھا کہ یہ احمد بن نصر بن مالک کا سر ہے جس کو خلیفہ ہارون واثق باللہ نے خلق قرآن اور نفی تشبیہ کی طرف بلایا۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔ ان کے سر کے لیے ایک چوکیدار مقرر کر دیا تھا جو قبلہ کی طرف سے ان کا منہ پھیرتا رہتا تھا۔ اسی شخص نے ایک متوکل سے بیان کیا کئی دفعہ رات کو قبلہ کی طرف منہ کر لیتا ہے اور نہایت خوش الحانی سے سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتا ہے۔ یہ حکایت کئی اور طریقوں سے بھی مروی ہے۔ اسی سال ایک ہزار چھ سو مسلمان قیدی روم سے چھڑائے گئے۔ ابن ابی داؤد نے (خدا اس کا برا کرے) کہا کہ ان میں سے جو خلق قرآن کا قائل ہو جائے، اسے چھوڑ دو اور دو دینار دیدو اور جو شخص قائل نہ ہو اسے قید میں ہی رہنے دو۔ (10)

واثق کی وفات کے بعد اس کا بھائی متوکل علی اللہ تخت پر بیٹھا یہ وہ دور تھا جب ''بیت الحکما'' زوال کا شکار ہوئی۔

اس کے دور میں بڑا کارنامہ سنت نبویؐ کا احیا اور احادیث رسولؐ کی اشاعت کا ہے۔ امام شافعیؒ سے اسے بہت عقیدت تھی۔ اس نے محدثین کو انعامات سے نوازا۔ علما کا بہت احترام کرتا تھا۔

''اس نے ان تمام عقائد و خیالات اور مباحث کو جو کتاب و سنت کے خلاف تھے یک قلم بند کرا دیا، اس سلسلے میں سب سے بڑی بدعت خلق قرآن اور رویت باری کے مسئلہ کی تھی، جو مامون کے عہد سے جاری

Marfat.com

تھی۔

قاضی احمد بن ابی داؤد جس نے مامون کے زمانے خلقِ قرآن کی بدعت ایجاد کی تھی اور واثق کے عہد تک اس کی اشاعت میں مصروف رہے۔

''قاضی احمد بن ابی داؤد کا رعب وزیرِ اعظم سے بھی زیادہ تھا شروع میں تو ایسا ہی رہا مگر متوکل نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے قاضی کی جائیداد ضبطی کا حکم دے دیا۔ قاضی احمد بن ابی داؤد کو جیل میں ڈلوا دیا اور قاضی کا عہدہ یحییٰ بن اکثم کو دے دیا۔'' (11)

تاریخ الخلفا میں ہے کہ بعد میں ابن ابی داؤد پر ایسا فالج گرا کہ وہ ایک پتھر بن گیا۔

دوہوان (Du Huan) ایک چینی سفرنامہ نگار تھا۔ جو ٹینگ Tang نامی خاندانی شاہی دورِ حکومت کے دوران چینگوان (Chang'an) میں پیدا ہوا۔ وہ ان چند چینیوں میں سے ایک تھا جو جنگِ تلاس Battle of Talas میں گرفتار ہوئے۔ عرب ممالک سے ہوتا ہوا ایک طویل سفر کے بعد وہ بحری جہاز کے ذریعے 762 میں گیانگر و Guangzhou واپس پہنچا۔ وہاں اس نے اپنی کتاب Jingxingji تصنیف کی، جو تقریباً ضائع ہو چکی ۔ جلد 192 اور 193 کی صورت میں اس کتاب کے چند اقتباسات Tongdian دستیاب ہوئے، یہ انسائیکلو پیڈیا تھا جسے اس کے ایک عزیز دویو Duyou نے مرتب کیا تھا۔ (12)

بائی شوئی Bai Shouyi (فروری 1909ء۔ 21 مارچ 2000ء) جو جمال الدین بائی شوئی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ وہ ایک ممتاز چینی مسلم مؤرخ، مفکر، سماجی کارکن اور ماہرِ نفسیات تھا جس نے حالیہ چینی وقائع نگاری میں انقلاب برپا کیا اور سائنسی تحقیق اور واقعات پر بہت زیادہ انحصار کرنے کے حوالے سے اپنے ہم عصروں میں سے پہلے اس ضمن میں پیش رفت کی۔

بائی کا موقف تھا کہ 1937ء میں عمومی طور پر چینی آبادی کو اسلام اور مسلمانوں کے بارے زیادہ سے زیادہ آگہی اور ادراک کی ضرورت ہے۔

شیخند گومانکِ وشار Shikang-gumanic Vichar، نویں صدی کے ایران کی دینِ زرتشت بارے ایک کتاب ہے جسے مروان فرخ نے تحریر کیا۔ ایک تو یہ کتاب جزئی طور پر معذرت خواہی اور مباحث پر

Marfat.com

مشتمل ہے اور دوسرے اس میں تقابلی مذہب کے محاظ سے دینی مصائب کے بنیادی عناصر بیان کیے گئے ہیں۔

مروان فرخ کی کتاب Shikang-gumanic Vichar کی تصنیف ''زرتشت کی نشاۃ ثانیہ'' کے دوران ہوئی جو ''زرتشت مت کے زوال، ہندوستان میں منتقلی اور اسلام کی قبولیت سے ذرا پہلے'' واقع ہوا۔ اس واقعہ کی کئی وجوہ بیان کی جاسکتی ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں نہ صرف اس قسم کی تحریروں کی اجازت تھی بلکہ ایسی تحریروں کے لیے ترغیب بھی مہیا کی گئی۔ معتزل، یا روشن خیال اسلامی مفکر، جن میں سے اکثر ایرانی تھے، نے بے روک ٹوک مباحث اور فلسفیانہ و دینی مسائل بارے دل چسپی کے لیے فضا پیدا کی ہوئی تھی۔ (خلیفہ مامون کے عہد میں جو مناظرہ ہوا جس نے یہ فضا بنائی)

دوسری وجہ یہ ہے کہ دین زرتشت کے پیروکاروں کے پاؤں اکھڑ رہے تھے اور وہ اسلام یا عربوں کے خلاف جنگجویانہ رویے سے لے کر عاقلانہ و دانشورانہ معذرت خواہانہ رویے اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ یہ صورت حال اس دور میں تحریر کردہ بے شمار معذرت خواہانہ کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

کتاب کے پہلے نصف حصے میں مروان فرخ نے دینی معاملات و مسائل (باب ایک تا چار اور سات تا دس) بارے دینِ زرتشت کے جواب اور ردعمل بارے اپنا موقف بیان کیا ہے۔

(باب گیارہ اور بارہ) میں قرآنی نظریات، اور پھر انجیلی نظریات، دونوں عبرانی کتب (باب تیرہ اور چودہ) کے علاوہ نئے عہد نامے کی پہلی چار کتابوں Gospels (باب پندرہ) بارے بھی اظہار خیال کرتا ہے۔ اس سے پہلے مادہ پرستوں (ملحدوں اور صوفیوں) کے بارے بھی گفتگو کی گئی اور ان کا استرداد کیا ہے۔

''آر۔سی۔زہیز لکھتا ہے کہ

''کئی پہلوؤں کے لحاظ سے یہ کتاب زرتشت مت بارے تمام کتب کی نسبت بہت ہی دل چسپ ہے کیوں اس میں زرتشتی تثویت کی فلسفیانہ توجیہ بارے کم و بیش مدلل اور معقول انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں، خدائے واحد کے عقیدے کے حامل مذاہب اسلام، یہودیت اور مسیحیت بارے مفصل تنقیدی جائزہ لینے کے علاوہ زرتشت مت کے تثوی حریف Manichaeanism پر بھی شدید تنقید کی گئی ہے۔

سب سے پہلے اس کا ترجمہ سنسکرت زبان میں G.1100 میں کیا گیا تا کہ پارسی (ہندوستان کے زرتشت) مستفید ہوسکیں۔ عصرِ جدید میں اس کتاب کا ترجمہ بہت سی یورپی زبانوں میں کیا جاچکا ہے۔ (13)

Marfat.com

باب نمبر10

ٹھوس کرّہ

Marfat.com

Marfat.com

ٹھوس کرّہ

نائی سیٹس آف بازینطن (Nicetas of Byzantium)

تاریخ میں اس مصنف کی شہرت کا سبب اس کی وہ تحریریں ہیں جو اس نے اسلام کے خلاف لکھیں۔ اس کی کتاب جس کا عنوان ہی یہ ہے کہ قرآن محمدؐ کی (نعوذ باللہ) تصنیف ہے۔

''نائی سیٹس تاریخ کے حوالے سے قرآن پر تنقید نہیں کرتا بلکہ وہ اس کا موازنہ بائبل سے کرتا ہے، جو چیز اسے قرآن میں تو ملتی ہے مگر بائبل میں نہیں ملتی وہ اس رد کر دیتا ہے۔''(1)

مثال کے طور پر قرآن میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی تھی مگر نائی سیٹس بائبل کا حوالہ دے کر کہتا ہے کہ اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ قرآن میں ذوالقرنین کو وہ سکندر اعظم سمجھتا ہے اور پھر سوال کرتا ہے کہ سکندر اعظم کیسے تو حید کا قائل تھا۔

بازینطن دور میں قرآن اور اسلام کے حوالے سے جو خاکہ پیش کیا گیا نائی سیٹس اس کی ایک مثال ہے۔

نیوسن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ کس طرح نائی سیٹس نے قرآن کے الفاظ کا غلط ترجمہ کر کے مفہوم بدلنے کی کوشش کی۔

''سورۃ اخلاص میں لفظ ''الصمد'' جس کے معنی بے نیاز کے ہیں اس کو اس نے لفظ صم لے کر ترجمہ کیا کہ پیغمبر نے خدا کو ٹھوس کرہ یا گول سی کوئی چیز سمجھا ہے۔''(2)

ٹولان نے اس حوالے سے لکھا ہے کہ

Marfat.com

''نائی سیٹس کا تعلق مسلمانوں سے بہت کم تھا مگر اس کی قرآن کے متعلق معلومات کافی تھیں، اس کی تین تحریریں جو اس نے شہنشاہ مایکل سویم (867 -842) کے کہنے پر لکھیں ان میں اس نے قرآن پر تنقید کی ہے اور اسے پیغمبر کی تصنیف کا نام دیا ہے۔ اس نے قرآن کی سورۃ نمبر 112 کا ایک لفظ کا غلط ترجمہ کر کے مفہوم بدل دیا ہے، یقیناً نائی سیٹس کو ابو قرہ کے پرانے غلط ترجمہ ''الصمد'' سے واقفیت رہی ہو گی تو اسنے اسی راستے پر چلتے ہوئے منفی اثرات زیادہ پیدا کر دیے۔''(3)

یعنی کوشش یہ ہی رہی اس دور میں کہ کسی طرح قرآن کو غیر الہامی کتاب قرار دیا جائے، تابناک کردار نبوی کو مغربی اقدار پر پرکھا جائے۔

یورپ کا ایک اور مصنف لکھتا ہے

''نائی سیٹس کی کتاب کا عنوان ہی ظاہر کرتا ہے کہ قرآن کی اہمیت کو کم کیا جائے، کتاب میں پہلے تثلیث کا دفاع کیا گیا بعد میں پیغمبر کی اہمیت کو گھٹا کر اسے کاذب بتایا گیا۔''(4)

بازینطن دور میں تمام لکھنے والے اسلام کے خلاف لکھتے رہے اور تمام بادشاہ اس طرح کے کام کراتے رہے یہ صحیح نہیں ہے کچھ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں مخالفت کے بجائے مفاہمت نظر آتی ہے۔

ایسی ہی ایک مثال شہنشاہ مینویل اول کی ہے۔ٹولان نے اپنی کتاب میں اس حوالے سے ایک علیحدہ باب مقرر کیا ہے اور بہت تفصیل سے اس شہنشاہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''اپنی حکومت کے آخری ایام میں شہنشاہ مینویل اول کومینس (1180 -1143) نے اس پرانے قصے کو کہ ''محمد کا خدا کون ہے'' کی بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا کہ یہ جو کتابوں میں غلط ترجمہ قرآن خاص کر کہ خدا ایک ٹھوس کرہ ہے وغیرہ جیسے الفاظ کو کتابوں سے نکال دیا جائے، اسی بات کو لے کر اس وقت کے پادریوں نے اختلاف کیا، اس باب میں اس حوالے سے مکمل بحث ہو گی۔''(5)

یہ کتاب میرے مطالعہ میں ہے آئندہ کسی حوالے سے اس پر تفصیلی گفتگو ہو گی۔

سورۃ الاخلاص چار آیات اور ان کی اہمیت مسلمانوں کے نزدیک کتنی ہے اس سے ہم واقف ہیں۔

ترجمہ i :۔(اے نبی مکرم) آپ فرما دیجئے، وہ اللہ ہے جو یکتا ہے۔

Marfat.com

ii۔اللہ سب سے بے نیاز، سب کی پناہ اور سب پر فائق ہے۔

iii۔نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے۔

vi۔اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔(6)

اس سورۃ کو قرآن کا ایک تہائی مانا جاتا ہے۔(7)

اموی خلیفہ عبدالملک (متوفی 705ء) کے زمانے میں اسلامی سکوں پر یہ سورۃ کندہ کی جاتی تھی۔
اس اہمیت سے یقیناً بازینطین مذہبی لوگ اور پادری واقف تھے کہ سلطانوں کے نزدیک یہ اہم ترین چار آیات ہیں۔

اس سورۃ کو لے کر 8ویں صدی تک اسلام کے حوالے سے جو تعصب سے لبریز تحریریں ملتی ہیں ان میں کسی نہ کسی حوالے سے اس کا ذکر ہے۔

مختلف سکالرز نے لفظ ''الصمد'' کا مختلف ترجمہ کیا ہے۔ جیسے سڈنی۔ ایچ۔ گرفت اور ڈینیل جے شاہس نے ٹھوس کرہ کہا ہے جب کہ رینائر گلے نے ''ٹھوس'' کہا ہے۔(8)

یعنی مختلف حوالوں سے آٹھویں صدی سے بارہویں صدی تک میں عیسائی مصنفین کے لٹریچر میں ''الصمد'' کے جو معنی ہیں ان کا حوالوں کے ساتھ ان مصنفین نے ذکر کیا ہے۔

بات یہ ہے کہ بازینطین دور میں اسے ''ٹھوس کرہ'' کیوں کہا گیا دراصل ''الصمد'' کو ٹھوس کرہ کیا جائے تو مطلب ہوا یہ مادہ ہے یا جسم ہے۔

بازینطین اس سورۃ کی اور اس لفظ کی اہمیت سے واقف تھے اس لیے اس دور میں جو مسلمان عیسائیت اختیار کرتا تھا اسے ایک رسم نبھانی ہوتی تھی یعنی اسے کچھ الفاظ اپنی زبان سے ادا کرنے ہوتے تھے یہ رسم کب سے شروع ہوئی اس بارے میں تاریخ خاموش ہے مگر وہ الفاظ جو منہ سے ادا کرنے ہوتے تھے وہ یہ ہیں۔ اس رسم میں 22 تحریریں جنہیں اناتھیما کہا جاتا تھا۔ پڑھنا ہوتی تھیں یعنی خود کو پاک کرنے کے لیے پچھلے عقائد کا انکار کرنا۔

اس میں سے جو آخری اناتھیما ہے وہ یہ ہے۔

''اور اس کے ساتھ ساتھ میں۔۔۔ کے خدا کا انکار کرتا ہوں جس کے لیے وہ کہتا ہے وہ خدا ہے ایک جو ٹھوس مادہ ہے۔۔۔۔۔اب میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوں جو سچا خدا ہے۔''

(خالی جگہ محمد صلی اللہ علیہ کا نام حذف کردیا ہے)

Marfat.com

یعنی یہ ظاہر کرنا ہے بلکہ ثابت کرنا ہے کہ قرآن میں جس خدا کا ذکر ہے وہ مادہ ہے ٹھوس ہے (نعوذ باللہ)
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس دور میں یہ خیال کیسے آیا کب آیا اور کہاں سے آیا۔

دسویں صدی کے ابتدائی زمانے کی تفسیر الطبری کا حوالہ دیتے ہوئے جوزف وان ایس نے 1988ء میں امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں لیکچر کے دوران ''الصمد'' کے معنی کے حوالے سے کہا کہ اس کا مطلب ٹھوس مادہ ہے اس نے اپنا لیکچر ان الفاظ سے شروع کیا۔

''جب اللہ نے آدم کو بنایا فرشتے اس کے پاس سے گذرتے تو ڈر جاتے تھے ابلیس سب سے زیادہ خوفزدہ تھا، وہ گذرتے وقت اسے ضرب لگاتا تو مبہم سے اس طرح آواز آتی جس طرح مٹی کے بنے ہوئے برتن سے کوئی چیز ٹکرائے تو آواز آتی ہے۔
اس لیے جب وہ کہتا (الرحمٰن 55 / 14) تو وہ کہتا تجھے کسی خاص مقصد کے لیے بنایا گیا ہے، وہ اس خاکی بدن میں منہ کی طرف سے داخل ہوا اور دوسری طرف سے نکل گیا، اور اس نے فرشتوں سے کہا اس سے مت ڈرو تمہارا رب صمد ہے (ٹھوس) لیکن یہ تو کھوکھلا ہے مجھے اسی پر اگر قابو دیا گیا تو میں اسے ضرور تباہ کر دوں گا۔'' (9)

اور یہ ہی تحریر قصص الانبیاء شائع دار السلام لاہور کے صفحہ نمبر 27 پر ہے۔

یعنی اسلام کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے عیسائی پادریوں اور مصنفین نے کون کون سی کوششیں نہیں کیں اور کس کس طرح لفظوں کے معنی غلط ملط کر دیے۔

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے لفظ الصمد قرآن میں صرف ایک مرتبہ آیا ہے۔

گریو بام نے لکھا ہے کہ

''جب کبھی کسی عیسائی نے اسلام کی طرف نگاہ کی تو پھر اس کا بنیادی کام یہ نہیں تھا کہ اس اجنبی عقیدے کے طریقہ کار کا جائزہ لیتا جو اس کے اپنے عقیدے سے مشابہہ تھے اور الگ بھی تھے، بلکہ اس کا کام یہ تھا کہ اس ذکی اور ماہرانہ لائحہ عمل کا جائزہ لیتا جس کے ذریعے حضرت محمدؐ نے اپنے لوگوں کو اپنی الہامی تعلیمات کی طرف راغب کیا،
یہ امر حیران کن نہیں ہوگا کہ مسیحیت مشرقی ہو یا مغربی، نے اسلام اور اس کے بانی کے بارے سوچ کے ایک غلط انداز کی ابتدا کی۔'' (10)

Marfat.com

باب نمبر11

ٹولیڈو اسکول

Marfat.com

Marfat.com

ٹولیڈو اسکول

دی ٹولیڈو سکول آف ٹرانسلیٹر ز The Toledo School of Translatocs ایک ایسا نام ہے جو ان علماء وفضلا کے گروہ کو ظاہر کرتا ہے جنہوں نے بارہویں اور تیرہویں صدیوں کے دوران ٹولیڈو شہر میں اکٹھے کام کیا اور اس ضمن میں کلاسیکی عرب، یونانی اور نایاب عبرانی تحریروں اور کتب پر مشتمل بے شمار نفسیاتی اور سائنسی تحقیقی مقالوں اور مضامین کا ترجمہ کیا۔

مغرب کی سرحدوں پر ان علوم کے دو مراکز تھے۔ ایک قرطبہ، دوسرا پلر مو (سسلی)۔ ان دونوں مراکز سے علوم کی مشام جانفزا مغرب میں بھی پہنچنے لگی۔ اس دور کا مغرب قومی نظریات سے نابلد، مختلف ریاستوں پر مشتمل تھا جو سب کی سب ایک مشترک مذہبی قدر میں منسلک تھیں، اور رومن چرچ ان سب پر حکمران تھا۔ عقل وفہم کے تمام شعبے اسی کے قبضے میں تھے۔ علم پر اس کی اجارہ داری تھی۔ اس وقت کا مغرب عالم اسلام پر رشک کرتا تھا۔ عالم اسلام، صنعت وتجارت وحرب میں ہی ممتاز نہ تھا، بلکہ فلسفہ، سائنس، طب وقانون ہر میدان میں یکتا تھا۔ جب کہ مغرب میں اس وقت ان میں سے کسی شے کا وجود نہیں تھا۔ مغربی ذہن جب اپنی غفلت سے بیدار ہونے لگا تو اس میں اسلامی فطانت اور علوم کی طلب پیدا ہوئی۔ لیکن اس طلب میں یہ خوف بھی پوشیدہ تھا کہ کہیں ان علوم کے ساتھ اسلام کے مذہبی اثرات بھی نفوذ نہ کر جائیں۔ اس خدشے کے پیش نظر کلیسا نے انہیں کالے علوم کا خطاب بخشا اور اپنی حدود میں ممنوع قرار دیا۔ لیکن جب کلیسا کو یہ احساس ہوا کہ یہ علوم قوت کا سرچشمہ ہیں تو اس نے ان علوم کے حصول کی جانب توجہ کی، تاہم یہ احتیاط ملحوظ رکھی کہ علوم کو منتقل کرنے سے پیشتر

Marfat.com

انہیں بپتسمہ ضرور دیا جائے۔(1)

مسلمانوں کے علوم سے کلیسا کی طاقت خوف زدہ تھی جب مسلمان اپنے علوم کی بدولت آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے تھے اس وقت مغرب میں اس طرح کی روشنی کا وجود تک نہیں تھا۔

دھیرے دھیرے مغرب کے دل میں بھی علم کا شوق پیدا ہوا، اب چونکہ شروع شروع میں مغرب کے علما عربی سے واقف نہ تھے اس لیے مسلمانوں کے علوم کا ترجمہ یہودی مترجمین نے کیا۔

علوم کا بپتسمہ:

علوم کا منتقلی دوادوار میں ہوئی۔ دورِ اول میں مغربی علماء نے عربی زبان سے ناواقف کے سبب یہودی مترجمین سے تراجم کروائے۔ پہلے تو یہود نے ہی ان علوم سے ممکنہ حد تک اسلامی اثرات دور کیے۔ پھر جب یہ علوم عیسائیوں کے پاس پہنچے تو سونے پر سہاگہ کے مصداق ان کو حتی الامکان اپنا رنگ دیا۔ انہیں خود سے منسوب کیا اور جن علوم کو خود سے منسوب نہ کر سکے انہیں یونانی الاصل قرار دے کر اپنی میراث ٹھہرایا۔ مسلم تصانیف کو اپنے ناموں سے منسوب کرنے کی شکایت ہمیں گیارہویں صدی عیسوی سے ملنی شروع ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر جیلانی نے جورنٹ کے حوالے سے مزید لکھا کہ

> ''کتابوں کو عیسائیوں کے ہاتھ فروخت نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ وہ انہیں ترجمہ کر کے اپنے بشپوں (Bishops) سے منسوب کر دیتے ہیں۔''(2)

آٹھویں صدی میں جب یورپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا، ہارون الرشید کا دربار علوم وفنون کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔

> ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے ہی بیرونی ممالک میں سفیر بھیجنے کی ابتدا ہو چکی تھی۔ عباسی دور کے ابتدائی دنوں میں تحائف کا بھیجنا، سفیروں کا آنا جانا وغیرہ عیسائی اور مسلمان ریاستوں میں موجود رہا، یہ چیزیں صرف آپس کے تعلقات کے لیے ہی نہیں بلکہ قیدیوں کی رہائی اور تبادلہ، غلط فہمیوں کا ازالہ تعزیت اور کاروبار بڑھانے کے لیے بھی تھیں، عیسائی بادشاہ شارلیمن کو ہارون الرشید نے تحائف بھی بھیجے جن میں ہاتھی اور گھڑی شامل ہیں۔''(3)

شارلیمن کے دور حکومت میں یورپ میں صرف مذہبی تعلیم تھی اور صرف گرجوں میں ہوتی تھی جس

Marfat.com

سے خرافات بڑھنی شروع ہوگئی تھی۔

شارلیمن کے عباسی خلفا سے تعلقات نے شارلیمن کے دل و دماغ میں تعلیم وفنون کا شوق پیدا ہوا اور اس نے بھی اپنے دربار میں شعرا اور حکما کو بلانا شروع کر دیا۔

دھیرے دھیرے یورپ نے اسلامی علوم سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔

''شارلیمن کے پوتے شارل نے نویں صدی میں جب اپنے دادا کے نقش قدم پر چلنا چاہا اور ایک انگریز عالم سے جو عبرانی، یونانی اور عربی زبانوں اور طب وفلسفہ کا بڑا ماہر تھا، مسلمانوں کے علوم وفنون کو اپنی زبان میں ترجمہ کرانے کی خواہش کا اظہار کیا تو تمام یورپ گونج اٹھا اور کلیسا نے اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔''(4)

بہرحال یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ مغرب نے اپنے علوم کی بنیاد مسلمانوں کے علوم وفنون پر رکھی ہے۔

نویں صدی میں اندلس میں بھی علمی اکیڈیمیاں قائم ہوگئیں تو یورپ بھی اس سے متاثر ہوا، بہت سے لوگوں نے یورپ سے آ کر یہاں تعلیم حاصل کی۔

جربرٹ جو کہ ایک ذہین شخص تھا بعد میں یورپ بھی بنا اس نے بھی ان مدارس میں تعلیم حاصل کی اور علوم وفنون کو یورپ میں منتقل کیا، خیال رہے یورپ اس وقت اندھیروں میں تھا۔

جربرٹ جس کا دوسرا نام پوپ سلوئسٹر دویم بھی ہے سن 945ء میں پیدا ہوا تھا اور 1003ء میں وفات پائی،اس کے تعلیمی رجحان کو دیکھتے ہوئے یورپ میں خاص کر اس کے اسلامی علوم اور عربی سیکھنے کو لے کر یہ کیا گیا کہ

''سلوئسٹر دویم ان 10 لوگوں میں سے ایک ہے جنہوں نے اپنی روح شیطان کو بیچ دی ہے۔''(5)

یہ وہ زمانہ تھا جب عیسائیت ایک عجیب وغریب کشمکش سے دوچار تھی۔ فرانس کے ہنری نے پوپ کے خلاف اقدامات کیے مغرب میں جا بجا کلیسا کے تسلط کے خلاف آواز اٹھی، عوام میں ایک تحریک بھی اٹھی جس کا کہنا تھا کہ مذہبی زندگی کا مرکز کلیسا نہیں بلکہ خود کا گھر ہے ایسی ہی ایک تحریک برطانیہ میں اٹھی جسے میتھوڈسٹ کہتے ہیں۔

چرچ کا قائم رہنا اس وقت ہی ممکن تھا اگر اسلام کو روک دیا جائے یہ ایک ایسا طوفان تھا جس پر گبن

Marfat.com

نے اپنی کتاب رومن ایمپائر میں تبصرہ کرتے ہوا لکھا کہ اگر مسلمان جنگ طورس میں فتح حاصل کر لیتے تو آج شاید آکسفورڈ میں قرآن اور حدیث پڑھائی جاتی۔

ان دنوں میں ایک نام اور ہے جو تاریخ میں اپنی جگہ بناتا ہے اور وہ ہے سسلی کا حکمران فریڈرک ثانی جس نے مسلم اثرات کے سبب ہمیشہ پوپ سے ٹکر لی۔

فریڈرک ثانی وہ پہلا شخص ہے جس نے یورپ میں اسلامی علوم کے مدارس قائم کیے۔ فریڈرک 1194ء میں پیدا ہوا اور 1250ء میں وفات پائی۔

''فریڈرک خداداد صلاحیتوں کا مالک تھا، سائنسدان اور شاعر تھا، اس کی شخصیت جرمن کے عیسائی اور بازنطین مسلمانوں سے متاثر تھی اور یہ رنگ اس میں جھلکتا تھا۔ اس نے کئی مرتبہ پوپ کے خلاف زور آزمائی کی۔'' (6)

اس نے تعصب سے ہٹ کر اسلامی اور غیر اسلامی علوم وفنون کا مطالعہ کیا اور یہ بے تعصبی اس کی شخصیت میں بھی موجود تھی۔

''اس نے عربوں کو سسلی سے بے دخل کرنے کے بجائے پناہ دی اور مساجد تعمیر کرنے کی اجازت بھی دی اور انہیں اپنی فوج میں بھی شامل کیا یہاں تک کہ اس کے باڈی گارڈ بھی مسلمان تھے۔''(7)

فریڈرک نے ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی قائم کیا جہاں مصر، اندلس، شام اور دوسرے گرجا گھروں سے کتابیں منگوا کر رکھی گئیں۔ اس نے ناپولس شہر میں یونیورسٹی آف ناپولی بھی قائم کی جو آج تک موجود ہے۔

بہر حال عربی علوم کے تراجم کا رجحان اور ذوق بڑھتا رہا اور 12 ویں صدی میں آرچ بشپ ریمنڈ آف ٹولیڈو نے ''دی ٹولیڈو اسکول آف ٹرانسلیٹر'' قائم کیا۔ یعنی تراجم کا پہلا محکمہ طلیطلہ میں قائم ہوا۔

اس کے ذریعے یورپ میں تراجم کی اشاعت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔

اس محکمہ سے عربی کی طب کی 300 کتابوں کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا لیبان (تمدنِ عرب کا مصنف) نے لکھا ہے کہ چھ سو سال تک یورپ میں انہی ترجمہ کی ہوئی کتابوں سے تعلیم دی جاتی رہی خاص کر طب میں ابن سینا کی کتابیں اٹھارویں صدی تک پڑھائی جاتی رہیں۔

Marfat.com

جو کتابیں ترجمہ ہوئیں ان کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ کتابیں جنہیں مسلمانوں نے یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا تھا، جب ٹولیڈو سکول آف ٹرانسلیٹر کے مترجمین نے اس کا ترجمہ کیا یعنی عربی سے لاطینی میں تو کتابوں کو ان کے اصلی مصنفین سے منسوب کیا جیسے ارسطو، بقراط، جالینوس وغیرہ مگر یہ حوالہ نہیں دیا کہ اس کا عربی ترجمہ پہلے مسلمانوں نے کیا تھا یا اس کا ترجمہ عربی میں پہلے ہوا تھا۔

دوسری وہ کتابیں ہیں جو مختلف علوم پر مسلمانوں نے لکھی تھی جن کا ترجمہ ہوا۔

اس اسکول کے چند مترجمین کے نام یہ ہیں۔

1۔ ڈومنگو گنڈی سال (Domingo Gundisalvo)

مترجمین کے اسکول کا اہم رکن تھا اور فلسفہ کا شوق رکھتا تھا۔ اس نے بہت سی کتابوں کا ترجمہ کیا جن میں ابن سینا اور الغزالی کی کتابیں بھی شامل ہیں۔ اس نے فارابی کی بھی کتابوں کا ترجمہ کیا تھا۔

> ''مگر اسے عربی نہیں آتی تھی اس لیے عربی کتابوں کا اس نے پہلے کاسٹی لان (ہسپانوی زبان) میں ترجمہ کرایا پھر اسے لاطینی زبان میں ترجمہ کیا اس کام کے لیے اس نے مسلمان یا یہودی ترجمہ نگاروں سے کام لیا تھا۔''(8)

2۔ جیراڈ آف کریمونا (Gerad)

اس نے عربی سائنس کی 87 سے زائد کتابوں کا ترجمہ کیا۔(9)

سب سے زیادہ اہم جیراڈ آف کریمونا ہی ہے، یہ اٹلی سے ٹولیڈو آیا تھا۔ جن کتابوں کا اس نے ترجمہ کیا ان میں چند یہ ہیں۔

یعقوب کندی کی السمع والبصر

فارابی کی المنطق

زکریا رازی کی الاغذیہ

ابن سینا کی القانون

اسحاق الاسرائیلی کی الحدود

زہراوی کی الجراحۃ

Marfat.com

ابن رضوان کی ضاعۃ جالینوس

خوارزمی کی الجبر

ابو کامل شجا کی الجبر

3۔ مارک آف ٹولیڈو (Mark of Toledo)

اس نے حسینان ابن اسحٰق کی طب کی کتاب کا ترجمہ کیا اس نے بہت سے اور طبی مسائل پر مشتمل کتابوں کا ترجمہ بھی کیا اور قرآن کا ترجمہ بھی کیا۔ (10)

4۔ مائیکل سکاٹ (Michael Scot)۔

سکاٹ ایک انگریز جو آکسفورڈ اور پیرس سے پڑھائی مکمل کر کے ٹولیڈو گیا اور وہاں مترجم کے فرائض ادا کیے۔

سکاٹ نے ابن سینا کی مختصر الحیوان کا ترجمہ کیا، اس کے علاوہ اس نے ثابت بن قرہ اور البتیر و جی کی کتابوں کا بھی ترجمہ کیا۔

یہ نام تھے ان چند مترجمین کے اور کتابوں کے مگر یہ فہرست مکمل نہیں ہے مکمل فہرست کے لیے ایک کتاب اور درکار ہوگی۔

یہ کارنامہ عظیم (ٹولیڈو اسکول میں ترجمہ کا کام) درحقیقت مسلمان عرب یہودی، اور لاطینی عیسائی اسکالرز کا کام تھا اس کے لیے کسی ایک کو تمغہ نہیں دیا جا سکتا یہ ایک اجتماعی کوشش تھی۔

عبدالرحمٰن بداوی جن کا حوالہ اس مضمون میں ہے تاریخ فلسفہ کے ماہر اور مصر کی کئی یونیورسٹیوں سے منسلک رہے ہیں۔ انہوں نے اس حوالے سے کافی تحقیق کی ہے۔ 150 سے زائد کتابوں کے مصنف جنہیں کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ سن 2002ء میں ان کا انتقال ہوا تھا۔

بارہویں صدی میں ترجمہ کے حوالے سے خاص کر لاطینی زبان کے ترجمہ سے متعلق چند نام اور بھی ہیں جن کا تعلق ٹولیڈو اسکول سے نہیں تھا۔

کونسٹیٹاین دی آفریکن (Constentine the African)

یہ تیونیسا کا ڈاکٹر تھا جو 1017ء میں پیدا ہوا، زندگی کا آدھا حصہ تیونسیا میں گذارنے کے بعد اٹلی چل گیا۔ اس نے الرازی، ابن عمران، ابن سلیمان اور ابن الجزر کی طب

Marfat.com

کی کتابوں کا ترجمہ کر کے ایک معرکۃ آراء کتاب تصنیف کی۔ اس کے کیے ہوئے تراجم آج بھی اٹلی، فرانس، بیلجیم اور برطانیہ کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ اس کی کتابیں سترہویں صدی تک نصاب کا حصہ رہی ہیں۔(11)

ترجمہ کا یہ سلسلہ تیرہویں صدی میں بھی جاری رہا، ڈیوڈ نے الرازی کی کتابوں کا ترجمہ کیا، امال دوس نوا متوفی 1313ء نے ابن سینا کے کام کو لاطینی زبان میں منتقل کیا۔

ولیم آف مار نیک (متوفی 1286ء) نے سائنس، فلسفہ اور طب کی کتابوں کا ترجمہ کیا، اس کے علاوہ ارسطو کے کام کو بھی لاطینی میں منتقل کیا۔

ان میں کچھ مترجمین کا تعلق یورپ سے تھا جیسے الفریڈ ساریشی (متوفی 1227ء) نے حسین ابن اسحٰق کی کتابوں کا ترجمہ لاطینی میں کیا۔

ایڈلارڈ آف باتھ (Adelard of Bath) بھی بارہویں صدی کا مترجم ہے جس کے بارے میں تفصیلی مضمون اس کتاب میں ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

فلسفہ

یونانی فلسفہ کا آغاز تھلز (Thales) سے ہوا جس کو طالیس بھی کہتے ہیں۔

یونان کے چند بڑے فلسفی جو حکمت کے حوالے سے بنیاد مانے جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔

1۔Thales

فطری فلسفے کا بانی Thales قبل از سقراط، یونانی فلسفی تھا جس کا تعلق Miletvo کے شہر Ioniad سے تھا۔(C.624-C.546 B.C) اس نے سورج گرہن کی پیشین گوئی کی اور اسے سات قدیم بزرگوں/زاہدوں میں سے سمجھا جاتا تھا۔

"Thales نے جیومیٹری کے علم کا مطالعہ کرنے کے لیے یورپ کا سفر کیا۔ اس نے کسی نہ کسی طرح مصری طریقوں کو مزید نفیس شکل دی۔ جب وہ Miletvo واپس آیا اس نے ریاضی میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے باعث اپنے ہم عصروں کو حیران کر دیا۔ اس نے زمین پر موجود دو نکات کے لحاظ سے سمندر میں موجود بحری جہاز کے فاصلہ شمار کیا۔ اسے معلوم تھا کہ اہرام کے سائے کی لمبائی کے لحاظ سے اہرام کی بلندی کیسے ناپی جاتی ہے۔ جس چیز نے اسے سکہ بند شہرت بخشی وہ BC 585 میں سورج گرہن کے بارے اسکی پیشین گوئی تھی۔(1)

2۔فیثا غورث

فیثا غورث (582-500 BC) ایک ابتدائی یونانی فلسفی، ہیئت دان اور ریاضی دان تھا جو اپنے نظریے "فیثا غورث" کے باعث مشہور ہے۔ جسے جیومیٹری کے طلبہ قائمہ زاویہ کا وتر معلوم کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنے نام پر قائم شدہ سکول کا

Marfat.com

بانی بھی تھا۔(2)

3۔انکساغورث(500BC- 428BC)

یہ پہلا فلاسفر تھا جو فلسفہ کولونیا سے ایتھنز لایا۔ایتھنز میں اسے بے دینی کے مقدمے کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اس کا فلسفہ تمام دیگر دیوتاؤں کی تقدیس سے انکاری تھا۔(3)

4۔اناکسی مینس(Anaximenes)

قبل از سقراط، یہ فلسفی 585 BC میں پیدا ہوا، یہ انکسامندر، جو کہ فلسفی تھا، کا ہم عصر تھا۔

اس کے خیال کے مطابق ہوا ہی تمام اشیا کا بنیادی عنصر ہے۔کثافت اور حرارت یا ٹھنڈک ہوا کو اس قدر تبدیل کر دیتے ہیں کہ یہ سکڑتی یا پھیلتی ہے کیونکہ اس کے نزدیک زمین اس قسم کے مراحل کے بعد وجود میں آئی اور ہوا کی بنی ہوئی ایک طشتری ہوا کے اوپر اور نیچے تیرتی ہے۔

''ممکن ہے کہ یہ فلسفی انکسامندر کا شاگرد ہو۔اگر اس ضمن میں کچھ اختلاف موجود ہے، لیکن اس کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے ''نظریہ تبدیلی'' منع کیا۔''(4)

5۔ایمپی ڈوکلس(Empedocles)(495-435 BC)

ایک اور با رسوخ ابتدائی یونانی فلسفی تھا کہ جسنے سب سے پہلے یہ دعویٰ کیا کہ اس کائنات کے چار عناصر ہیں، یعنی مٹی، ہوا، آگ اور پانی۔اس کے خیال کے مطابق اس دنیا میں پیار اور غصہ، دو متضاد قوتیں ہیں۔اس کا یہ بھی موقف تھا کہ روح کسی سبزے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اس نے ''فطری مظاہر پر ایک بہت ہی جرأت مندانہ اور مشتاق کتاب لکھی۔

''اس کا بنیادی دعویٰ یہ ہے کہ ہر چیز چار مادی عناصر پر مشتمل ہے اور یہ چاروں عناصر دو متضاد قوتوں کے ذریعے حرکت میں آتے ہیں۔یہ عناصر آگ، ہوا، پانی اور مٹی ہیں اور یہ متضاد قوتیں پیار اور غصہ ہیں۔''ہوا'' کو ایتھر کہا جاتا ہے یعنی وہ ہوا جو اوپر فضا میں موجود ہوتی ہے، وہ ہوا نہیں جس میں ہم سانس لیتے ہیں۔''(5)

6۔سقراط(Scorates)

Marfat.com

سقراط (469-399 BC) جو اپنی نوعیت کا واحد اور منفرد شخص ہے، یونانی فلسفے کی تاریخ میں ایک غیر معمولی اور منفرد حیثیت کا مالک ہے اور اس کا کوئی ثانی نہیں۔ اس کا تعلق کسی دولت مند گھرانے سے نہیں تھا۔ اس کا باپ شاید ایک مجسمہ ساز تھا، اور سقراط بھی یہی کام کرتا تھا حالانکہ وہ اپنے کام میں ماہر نہ تھا۔ سقراط کی ماں دایہ تھی۔ جب Peleponnesion کی جنگ کا آغاز ہوا تو سقراط، اہل ایتھنز کی طرف سے بہادری سے لڑا۔

''اس سے پہلے بھی لازمی طور پر کچھ پیغمبر مبعوث ہوئے اور بعد میں بھی یقیناً پیغمبر آئے لیکن چند عجیب وغریب حوالوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سقراط بذاتِ خود ایک پیغمبر تھا۔ مثال کے طور پر اس کے متعلق سنا گیا کہ اس نے بذات خود کہا کہ خدا کی طرف سے صرف اسے ہی وحی وصول نہیں ہوتی، بلکہ اس سے پہلے بھی عظیم افراد موجود تھے جن پر وحی اس لیے نازل ہوتی کہ وہ انسانیت کی بھلائی کے لیے کام کریں۔ پھر اس نے اہل ایتھنز کو متنبہ کیا کہ وہ اسے موت کے گھاٹ اتاریں ورنہ اس جیسا انہیں کوئی شخص دوبارہ نہیں ملے گا۔ لیکن اگر خدا کی رضا ہوئی کہ اہل ایتھنز کو سیدھا راستہ دکھایا جائے تو پھر کوئی دوسرا شخص آ سکتا ہے۔'' (6)

399 BC میں سقراط پر الزام لگایا کہ وہ نوجوانوں کو گمراہ کر رہا ہے، اور وہ ان کے دیوتاؤں پر بھی ایمان نہیں لاتا۔

جن تین اشخاص نے سقراط پر الزامات عائد کیے، ان کے نام Anytus Meletus اور Lycon تھے۔ (7)

7۔ افلاطون (Plato) (424-348 BC)

افلاطون، یونانی فلسفی، ریاضی دان، فلسفیانہ مکالموں کا مصنف ایتھنز میں اکیڈمی کا بانی اور سقراط کا شاگرد تھا۔

سقراط کے ساتھ مل کر اس نے مغربی فلسفہ اور سائنس کی بنیاد رکھی۔

''افلاطون کافی حد تک ہر زمانے کے لحاظ سے ہی ایک عظیم فلسفی تھا، شاید عظیم ترین کتنا درست نہ ہو، لیکن کم از کم وہ ان ابتدائی فلسفیوں میں سے ایک تھا جو مغربی فلسفے سے

Marfat.com

متعلق تھے اور حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے چند سو سال پہلے یونان میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ وہ ایسا فلسفی تھا جس کا کام مکمل طور پر آج بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ لیکن اگر ہم اس سے منسوب تحریروں کا تقابل کریں کہ کچھ مکالمے اور خطوط اس کے نام کے تحت ہمیں دستیاب ہوئے۔ واضح طور پر اس کے نہیں ہیں کیونکہ ہمیں اس کی زندگی کے حالات اور اس کے علمی کاموں کے بارے بہت کم علم ہے۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ افلاطون کے مکالموں اور ان کی تاریخی ترتیب بارے مختلف زبانوں سے تعلق رکھنے والے علما کی طرف سے اختلافی نظریات سامنے آئے۔"(8)

8۔ارسطو (Aristotle)(384-322 BC)

ارسطو قدیم یونانی فلسفے کے اعتبار سے ایک سرکردہ شخصیت کا حامل ہے جس نے منطق، مابعد الکلیات، ریاضی، طبیعات، نباتات، حیوانات، اخلاق، سیاست، زراعت، طب، رقص اور تھیٹر کے شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ وہ افلاطون کا شاگرد تھا۔ جس نے سقراط سے تعلیم حاصل کی۔ وہ افلاطون یا سقراط کی نسبت زیادہ عملی ذہن کا مالک تھا۔ اس کی شہرت اس لیے بھی ہے کہ اس نے افلاطون کے نظریہ اشکال کو مسترد کر دیا تھا۔ اس نے بہت سی تصانیف کیں، نیز اسے کئی ایک علوم اور مضامین میں مہارت حاصل تھی۔ ارسطو نے علم کی جس شاخ کو بھی چھوا، اس میں انقلابی تبدیلیاں رونما کیں۔

ارسطو نے Empedocles کی طرف سے تجویز کردہ چار عناصر کے علاوہ مزید ایک عنصر کا ذکر بھی کیا جسے ایتھر کہتے ہیں۔

مٹی، جو ٹھنڈی اور خشک ہے، وہ "ٹھوس" کے جدید نظریے کے مترادف ہے۔

پانی، جو ٹھنڈا اور گیلا ہے، وہ "مائع" کے جدید نظریے کے مترادف ہے۔

ہوا، جو گرم اور گیلی ہے، وہ "گیس" کے جدید نظریے کے مترادف ہے۔

آگ، جو گرم اور خشک ہے، وہ "حرارت" کے جدید نظریے کے مترادف ہے۔

ایتھر، وہ الموی مادہ ہے جو حلقہ ہائے فلکی اور اجرام فلکی (ستارے اور سیارے) پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

باب نمبر 13

ابن رشد

Marfat.com

Marfat.com

ابن رشد

علم کی شمع جو اسپین اور سسلی میں روشن ہوئی اس نے یورپ کے اندھیروں کو اجالے میں بدل دیا، ایسی ہی ایک روشن کرن کا نام ابن رشد ہے۔ ابوالولید محمد ابن رشد القرطبی جسے Averroes بھی کہا جاتا ہے۔

ابن رشد (1126-1198) عرب کی اسلامی تاریخ کا وہ چراغ ہے جس نے برسوں یورپ کے ذہن پر حکومت کی۔

ابن رشد سے قبل جو مسلمان فلاسفر تھے جیسے ابن سینا اور الفارابی نے ارسطو کے نظریات کو بیان کرنا چاہا تو وہ اس میں مکمل طور پر کامیاب نہیں ہوئے اور معاملہ اور الجھا دیا، ابن رشد نے ارسطو کو دوسرا جنم دیا، اس کے خیالات کی اس انداز میں تشریح کی کہ اسے فلسفہ ارسطو کا سب سے بڑا مفسر مانا گیا، اس کے فلسفہ نے 200 سال سے زیادہ یورپ پر حکمرانی کی۔

ابن رشد نام ہے اس شخص کا جس نے ایک جدید علم کلام کی بنیاد ڈالی، بوعلی سینا کی غلطیوں کو سدھارا اور سب سے بڑھ کر اشاطرہ کا طلسم توڑ دیا۔

جیکب اناٹولی Jacob Anatoli (1194-1256) ایک مترجم تھا جو عربی سے عبرانی زبان میں کتابوں کا ترجمہ کیا کرتا تھا۔

شہنشاہ فریڈرک دوم (سسلی) نے اسے مدعو کیا تھا کہ وہ ابن رشد کی کتابوں کو عربی سے عبرانی زبان میں ترجمہ کرے۔ جیکب نے عربی زبان کو یورپ کے لیے آسان بنایا اس نے سب سے پہلے ابن رشد کے کام کو عبرانی زبان میں منتقل کیا، جس میں ایک ابن رشد کی ارسطو پر شرح اور چار دوسری کتابیں جو ابن رشد کی تصنیف تھیں انہیں عبرانی میں منتقل کیا۔

مایکل سکاٹ جس کا ذکر کتاب میں آپ پڑھ چکے ہیں، پہلا شخص تھا جس نے ابن رشد کے کام کو عربی

Marfat.com

سے لاطینی زبان میں ترجمہ کر کے اسے یورپ سے متعارف کرایا۔

ابن رشد کے افکار کے ازالے کا کام جس نے کیا وہ سینٹ تھامس اکویناس تھا۔ 1225ء میں پیدا ہوا، اطالوی پادری تھا، 1274ء میں انتقال ہوا۔

اس سے پہلے کہ ہم اکویناس اور ابن رشد کے بارے میں پڑھیں ہمیں اس وقت کی مذہبی اور سیاسی صورت حال کو سمجھنا ہوگا کیونکہ ایک طرف عیسائی اکویناس اور یورپ ابن رشد کے افکار کے خلاف تھے تو دوسری طرف بیکن اور اس کے ہمنوا ابن رشد کے حامی تھے۔

کلیسا کے خلاف تحریکوں کی ابتدا بہت پہلے سے ہوگئی تھی، کلیسا نے پوری کوشش کی تھی کہ مغرب کو رومن کیتھولک نظریات کا پابند بنایا جائے، یہ نظریات بنیادی طور پر لاطینی تھی، اب وہ لوگ جو عیسائی تو تھے مگر مغرب کی حدود میں نہیں رہتے تھے وہ ان نظریات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھے اور اس کے خلاف تحریکیں اٹھیں مگر کلیسا نے انہیں دبا دیا۔

یعنی نظریہ کی حفاظت ضروری تھی اور اس سے اختلاف کرنے والا بدعتی کہلاتا تھا اور اس کی سزا موت اور اس کا قتل جائز ہو جاتا تھا۔

عیسائیت کی بنیاد افلاطون کے نظریات پر تھی اور ارسطو کے نظریات عیسائیت کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتے تھے۔ ابن رشد نے جب ارسطو کی شرح لکھی تو کیتھولک چرچ کے عقیدے سے ٹکراؤ ہو گیا لیکن جو کیتھولک چرچ کے مخالف تھے انہیں ابن رشد میں دلچسپی پیدا ہوئی۔

تاریخ میں اس حوالے سے کوئی بات نہیں ملتی مگر میرا خیال ہے کہ سسلی کے شہنشاہ فریڈرک ثانی کا ابن رشد کی کتابوں کا ترجمہ کرانا، ایک اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ یورپ کے خلاف تھا اور پوپ نے اسے خطرناک دشمن سے تعبیر کیا تھا۔

ابن رشد کلیسا کے لیے مسئلہ بن چکے تھے ارباب قلم نے ان کے اثرات زائل کرنے کی کوشش کی، ابن رشد سے فرضی نظریات وابستہ کر دیے گئے پھر ان کا احتساب کیا گیا، پھر انہیں رد کر دیا گیا اور ابن رشد کو ملعون و مردود قرار دیا گیا۔ (1)

تھامس اکویناس، فلسفی اور رومن کیتھولک سے وابستہ معروف شخص تھا، 1227ء میں اس نے ابن رشد کے کام پر تنقید کی اور ایک کتاب لکھی جس کا نام (On the Uniqueness of Intellect against

Marfat.com

(Averroists) کتاب کیا شائع ہوئی تمام مغرب خوشیوں میں نہا گیا، گویا اسلام کو شکست ہوگئی۔

اکیناس اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

''فطری طور پر ہر انسان سچائی کا متلاشی ہوتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ موقع میسر ہونے پر غلطی سے اجتناب کرے اور اس کا استرداد کرے چونکہ ہمیں وہ سمجھ اور دانائی ملی ہے کہ ہم سچ سے آشنا ہو سکیں اور غلطی سے بچ سکیں تو پھر یہ امر قطعی طور پر نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سچائی کو سمجھ نہ سکیں۔ اب ایک طویل عرصے سے عرب فلسفی ابن رشد کی تحریروں میں موجود دانائی بارے وسیع پیمانے پر غلطی اور غلط فہمی موجود ہے وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ جسے ارسطو ممکن کہنا چاہتا ہے لیکن وہ غلط فہمی کی بنا پر اسے مادہ کہتا ہے، دانائی اور سمجھ ایک ایسی شے ہے جو بدن سے علیحدہ ہے، اور کسی بھی صورت میں کوئی ٹھوس شکل اختیار نہیں کر سکی اور مزید برآں یہ ممکنہ دانائی اور سمجھ ہر انسان کے لیے ہے۔ اس کی تردید میں ہم اس سے پہلے کافی کچھ تحریر کر چکے ہیں لیکن چونکہ اس معاملے بارے جنہیں غلط فہمی ہوئی سچائی کی مخالفت پر تلے ہوتے ہیں۔ اب ہمارا دوبارہ ارادہ ہے کہ ہم اس غلطی کے خلاف لکھیں اور اس طرح لکھیں کہ فیصلہ کن انداز میں اس کا استرداد ہو۔ (2)

علامہ شبلی اپنے ایک غیر مطبوعہ مضمون میں لکھتے ہیں۔

علم کی بدقسمتی اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ وہ شخص جو فلسفہ ارسطو کا سب سے بڑا مفسر تھا جس کے فلسفہ نے دوسو برس تک یورپ پر حکمرانی کی، جس نے بوعلی سینا کی غلطیوں کی اصلاح کی، جس نے ایک جدید علم کلام کی بنیاد ڈالی، جس نے اشاعرہ کی طلسم کو توڑ دیا، جس کی افادات کے لیے بیس ہزار صفحات درکار ہوئے، آج اس کی تصنیفات اس طرح مفقود ہیں کہ کہیں دو چار ورق ہاتھ آجاتے ہیں تو شائقین فن سمجھتے ہیں کہ کیمیا ہاتھ آگئی۔

اس کی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ اس کی تصنیفات خود اس کے زمانہ میں برباد کی گئیں، کچھ یہ کہ اسپین کی تصنیفات ممالک مشرقیہ میں کم پھیلیں اور اسپین خود تباہ ہو گیا، اور سب سے زیادہ یہ کہ عیسائیوں نے جب اسپین پر قبضہ کیا تو سب سے زیادہ انہوں نے مسلمانوں

Marfat.com

کی علمی کارناموں پر توجہ کی، اسپین میں جب انکوزیشن کا محکمہ قائم ہوا جس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جو کتابیں عقائد عیسوی کے خلاف ہوں وہ برباد کر دی جائیں، تو کارڈینل کربمین نے جو اس محکمہ کا ایک ممبر تھا، غرناطہ (گرینڈا) میں 80 ہزار عربی زبان کی کتابیں جلا دیں، ابن رشد کی تصنیفات بھی اسی بدقسمت ذخیرہ میں شامل تھیں۔ (3)

1993ء میں ''اسلام اور مغرب'' کے عنوان سے برطانیہ کے پرنس چارلس دی پرنس آف ویلز نے تقریر کی تھی جس میں کہا تھا۔

''سپین میں اسلامی کلچر اور سوسائٹی کے آٹھ سو سالہ قیام یعنی آٹھویں صدی سے پندرھویں صدی تک اہمیت کو سمجھنے میں ہم سے غلطی ہوئی ہے، کلاسیکل کتابوں کے بچاؤ ور نشاط ثانیہ کے شروع ہونے کے لیے اسلامک سپین نے جو کام کیا ہے وہ سب تسلیم کر چکے ہیں۔''

انہوں نے مزید کہا کہ

''ابن رشد اور ابن زہر نے اپنے پیش دو عالموں الرازی اور ابن سینا کی طرح میڈیسن کی تعلیم اور پریکٹس میں جس طرح کام کیا اس سے صدیوں بعد یورپ نے استفادہ کیا۔'' (4)

ابھی پچھلے صفحات میں ہم پڑھ آئے ہیں کہ اکیناس نے جب ابن رشد کا رد لکھا تو مغرب جھوم گیا تھا۔ دراصل ابن رشد کی، اس کے علم اور فلسفہ کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے سینٹ تھامس کی ابن رشد پر فتح کو مختلف انداز سے پیش کیا۔ چودھویں صدی میں ایک پینٹنگ بنائی گئی جس میں ابن رشد اور تھامس اکیناس کو دکھایا گیا ہے، یہ تصویر 1365ء میں پیسا (Pisa) میں واقع ایک گرجا کی دیوار پر بنائی گئی تھی۔ آج کل یہ پوسٹ کارڈ کی شکل میں انٹرنیٹ پر فروخت ہو رہی ہے، یہ ہے اسلاموفوبیا!

اس تصویر میں دکھایا گیا ہے کہ

''سینٹ تھامس اکیناس کو علم وحکمت آسمان سے خداوند مسیح اور دوسرے عیسائی عالموں اور یونانی فلسفیوں سے مل رہی ہے جس کی وجہ سے ان کے قدموں میں ایک عرب گرا پڑا ہے۔''

''یہ عرب کوئی اور نہیں ابن رشد ہیں''

قرطبہ میں اموی امیر عبدالرحمٰن کی رہائش گاہ کے قریب ابن رشد کا عالی شان مجسمہ نصب ہے اور قرطبہ کی یونیورسٹی میں بھی ایک مجسمہ نصب ہے۔

Marfat.com

باب نمبر 14

بازنطین، ساراسن

Marfat.com

Marfat.com

بازنطین

ساراسن

بازنطین:

753 قبل مسیح میں شہر روم دریافت ہوا، اور پہلی صدی عیسوی تک بحرِ روم سے ملحق تمام علاقے رومن ایمپائر کے صوبے بن چکے تھے۔ اسلام سے قبل ان سے ٹکرانے کی نہ کسی میں ہمت تھی نہ حوصلہ!

عیسائیت سے قبل رومن ایمپائر دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی یعنی علاقے کے لحاظ سے یہ تقسیم مشرقی ایمپائر اور مغربی ایمپائر بن گئی تھی۔

جب رومن ایمپائر میں عیسائیت رائج ہوئی (سینٹ پال کے ذریعے) تو یہ مشرقی عیسائیت اور مغربی عیسائیت ہوگئیں۔

تیسری صدی عیسوی سے ازمنہ وسطیٰ کے درمیان مشرقی ایمپائر یا مشرقی عیسائیت بازنطین (Byzantine) کہلاتی ہے۔

مگر خیال رہے کہ بازنطین کا لفظ بہت سارے معنی رکھتا ہے۔ اس کا صرف یہ ہی مطلب نہیں ہے کہ وہ لوگ جو بازنطین علاقے کی حدود میں رہتے تھے وہ بازنطینی کہلاتے تھے۔ مثال کے طور پر جان آف دمشقی (جس کے بارے میں آپ اس کتاب میں پڑھ چکے ہیں) کو بازنطین کہا جاتا ہے جب کہ اس نے اپنی زندگی کا کوئی حصہ بھی بازنطین کے علاقے میں نہیں گزارا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام کا جھنڈا لے کر عرب روم اور ایران کی عظیم سلطنتوں نبرد آزما ہوئے۔

مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہو رہی تھیں اور بازنطین سوچ رہے تھے کہ اسلام ہی عیسائیت کا سب سے بڑا مخالف ہے۔

مگر شروع میں انہیں یہ احساس نہیں ہوا تھا کہ عیسائیت کے عقائد اور اسلام کے عقائد آپس میں ٹکرا

Marfat.com

بھی سکتے ہیں اس لیے شروع میں یہ عرب مسلمانوں کو ساراسن، اشمعلیی یا حاجرنس کہتے تھے انہیں کوئی مذہبی نام نہیں دیتے تھے۔

بازنطین نے اسلام کو کیسے دیکھا اور سمجھا اس کے لیے ایک طویل مقالہ کی ضرورت ہے۔

ساراسین (Saracens) مغرب کی طرف سے مسلمانوں کو دیا گیا نام۔

یورپ کی کتابوں میں ایک عرصہ عرب یا مسلمان کو ساراسین لکھا جاتا رہا ہے، یہ کس زبان کا لفظ ہے ابھی تک طے نہیں ہوا ہے، سب سے پہلے یہ کس سے اور کہاں سنا گیا اس کے بارے میں بھی متضاد رائے ہیں۔

مسلمانوں یا عربوں کو ساراسین کہنا چاہیے یا نہیں اس بارے میں بھی یورپ کے لکھنے والوں میں اتفاق نہیں ہے۔

مولوی قاضی احمد میاں صاحب اختر جونا گڑھی نے 1931ء میں اس لفظ پر اپنی تحقیق کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔

اس نام کا قدیم ترین استعمال پہلی صدی عیسوی کے وسط میں پایا جاتا ہے، چنانچہ مشہور یونانی عالم نباتات ومیقوداس نے اپنی کتاب الادویہ ج امرتبہ ویلیپن مطبوعہ دلپرنگ 12-1808ء میں مقل، گوگل، کو ساراسین کی پیداوار بتایا ہے، اسی طرح مورخ پلینی کبیر نے اپنی تاریخ مطبعی ج مرتبہ، ڈنیفنس میں اندورن عرب کے ان قبائل کو ساراسینی لکھا ہے، جس کی سرزمین نبطیون کی حدود پر ختم ہوتی تھی، اس کے ساتھ ہی اس نے مشہور عربی قبائل، ثمود کو طوینی اور ثمود اولیٰ کے نام سے ذکر کیا ہے، مشہور جغرافیائی بطلیموس نے دوسری صدی عیسوی کے وسط میں عرب سنکستان میں سراکین نامی ایک ضلع کا ذکر کیا ہے، اور اس کا کل وقوع جبل اسود کے مغرب میں بتایا ہے، جو بقول اس کے خلیج فاران سے جودی تک پھیلا ہوا ہے، ایک اور مقام پر اس نے ساراسین کو وسط عرب آبادان کے باشندے لکھا ہے، نبر نطینی مورخ اصطفانوس لکھتا ہے کہ سرکہ ایک ضلع کا نام ہے جس کے باشندوں کو ساراسینوئی کہتے ہیں اور قبیلہ لے کی نسبت یہ مورخ لکھتا ہے کہ وہ ساراسین کے جنوب میں رہتے ہیں چوتھی صدی عیسوی کے کلیسائی مورخین یوسبین اور ۔۔۔ میں ساراسین کو بائبل کے اسماعیلی بتایا گیا ہے جس کا مسکن بیرون عرب صحرا میں بمقام قادش ۔۔۔ مدین کے ضلع میں ہے جہاں کوہ حرب بحر احمر کے مشرق میں واقع ہے، پہلے وہ اسماعیلی کہلاتے تھے ۔۔۔ (بنو ہاجرہ) اور آخر میں

Marfat.com

سارا سین کہلانے لگے۔(1)

سارا سین کا لفظ پہلی صدی عیسوی میں ''کتاب الادویہ'' میں وہتوریدوس نے ایک درخت کے پودے کے لیے استعمال کیا تھا۔ جب کہ اس زمانے میں چین اور تبت کے علاقے میں لوگ ''بک وہیٹ'' (Buck Wheat) کو دوا کے طور پر بھی استعمال کرتے اور اسے کھاتے بھی تھے اور اس کا نام سارا سین کہا جاتا تھا۔ بک وھیٹ ایک پودا ہے جو مویشیوں کے چارے میں استعمال ہوتا ہے اور اس کی روٹی بھی پکائی جاتی ہے۔

مغرب میں اسے گندم کے نعم البدل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

''لفظ ''عرب'' کا پہلا استعمال 853 قبل مسیح میں آشوری زبان میں ہوا تھا اور لفظ سارا سین پہلی مرتبہ یونانی ادب میں 150 سال قبل مسیح میں استعمال ہوا جو لفظ عرب یا مشرقی لوگوں کے لیے استعمال ہوا تھا۔''(2)

اس طرح 79ء میں ایک مورخ نے سارا سین ان قبائل کو کہا ہے جو اندورنِ عرب میں آباد تھے۔

''ازمنہ وسطیٰ میں عیسائی اپنے دشمنوں کے لیے یعنی مسلمان دشمنوں کے لیے لفظ سارا سین استعمال کرتے تھے خاص کر وہ مسلمان جو یورپ میں تھے۔ زمانہ قدیم میں یہ لفظ رومیوں اور یونانیوں نے عرب کے لوگوں کے لیے استعمال کیا تھا۔''(3)

گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ یا تو رومیوں یا یونانیوں کا ہے مگر آج تک اس بارے میں کوئی حتمی رائے نہیں ہے۔

نیلسن انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے۔

''یونانی اور لاطینی لوگ یہ لفظ ان لوگوں کے لیے استعمال کرتے تھے جو صحرائے شام کی حدود پر رہتے تھے، اس کے بعد ازمنہ وسطیٰ کے مصنفین یورپ نے اپنے مسلمان دشمنوں کے لیے یہ لفظ استعمال کیا خاص کر وہ مسلمان جن سے انکا مقابلہ یورپ میں ہوا تھا۔''(4)

''حقیقت میں یہ لفظ شامی یا عربی قبائل کے لیے استعمال ہوا، بعد میں صلیبی جنگوں کے دوران اسی لفظ کو تمام مسلمانوں کے لیے استعمال کیا گیا۔''(5)

''قدیم یونانیوں اور رومیوں نے یہ لفظ ان عرب قبائل کے لیے استعمال کیا جن سے

Marfat.com

انہیں اپنی سرحدوں پر خطرہ تھا، اس کے بعد اسے تمام مسلمانوں کے لیے استعمال کیا جانے لگا، بعد میں ازمنہ وسطیٰ کے عیسائیوں نے اسے مسلمان دشمنوں کے لیے استعمال کیا۔''(6)

''ابتدا میں غالباً اس لفظ کا استعمال خانہ بدوش عرب قبائل کے لیے استعمال ہوا جو اپنے آپ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے بتاتے تھے، بعد میں صلیبی دور میں یہ مسلمانوں کے لیے استعمال ہوا جن سے معرکہ ہوا تھا۔'' (7)

''ازمنہ وسطیٰ میں یورپ کے لوگ اس لفظ کا استعمال عرب، مسلمان اور سلجوقی ترک کے لیے استعمال کرتے تھے۔''(8)

جان آف دمشقی نے آٹھویں صدی میں اپنی کتابوں میں ساراسین کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد یا نسل سے تعبیر کیا ہے۔(9)

''چوتھی صدی عیسوی میں عیسائی مورخین ساراسین کو بابل کے اسماعیلی لکھتے ہیں بعد میں انہیں ہجرسین (بنو حاجرہ) اور آخر میں ساراسین کہا جانے لگا۔''(10)

تاریخ کی کتابوں میں یہ بھی ملتا ہے کہ

''لفظ ساراسین عربوں نے خود اپنے لیے چنا ہے، جب کہ انہیں حاجرین یا اسمعیلی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔'' (11)

''اور عربی کے قدیم سے قدیم مورخوں کے ہاں بھی یہ نام نہیں پایا جاتا اور اب تک جتنی بھی تشریحات اس نام کے حوالے سے ملی ہیں ان میں سے کوئی بھی اطمینان بخش نہیں ہے۔''(12)

گبن نے مزید لکھا ہے کہ

''یہ نام بطلیموس اور پلینی نے محدود اور امیانوس اور پروکوپیوس نے وسیع عنوان میں استعمال کیا ہے، اس کا اشتقاق مضحکہ انگیز طور پر سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سے، گمنام طور پر قیر یہ کہ سے، اور صحیح طور پر عربی الفاظ سے بتایا جاتا ہے جس کے معنی چوری یا مشرقی سکونت کے ہوتے ہیں، تاہم اس آخری اور زیادہ مشہور

Marfat.com

اشتقاق کی بطلیموس سے تردید ہو جاتی ہے، جو صاف طور پر ساراسین کی مغربی اور جنوبی سکونت کو بتاتا ہے کہ اس وقت ایک گمنام قبیلہ حدودِ مصر پر سکونت پذیر تھا، لہٰذا اس نام سے کسی قومی خصوصیت کی طرف اشارہ نہیں ہوسکتا، اور چونکہ غیروں نے یہ نام ان کے لیے مقرر کیا ہے اس لیے بجائے عربی کے اس کو کسی غیر زبان میں تلاش کرنا چاہیے۔"(13)

مستشرق پوکاک نے اپنی کتاب میں بھی کم وبیش یہ ہی لکھا ہے کہ جو لوگ پہلے خود کو عرب کہلاتے تھے وہ بعد میں ساراسین کیوں کہلاتے لگے۔(14)

گبن کے یہ الفاظ کہ "ساراسین کو مضحکہ انگیز طور پر حضرت سارہ (زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام) سے جوڑا گیا ہے" نے سب سے زیادہ جس شخص کے دل ودماغ میں آگ لگائی وہ ہے ریورنڈ چارلس فارسٹر۔ فارسٹر نے اپنی کتاب "عرب کی جغرافیائی تاریخ" میں 36 صفحات پر ساراسین کے حوالے سے بحث کی اور لکھا۔

"گبن نے جو کہ تاریخ رومہ کا مصنف ہے لکھا ہے کہ ساراسین کو مضحکہ انگیز طور پر حضرت سارہ سے جوڑا گیا ہے دراصل یہ گبن نے پوکاک کے تاریخ عرب سے نقل کیا ہے۔

تاریخ زوال رومہ کا مصنف گبن جسے مذہب سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے وہ اس بات کو جو سچ ہے مضحکہ انگیز بتارہا ہے۔"(15)

فارسٹر نے گبن کے ساتھ ایک اور مستشرق جی۔ ایس۔ اسیمانی جس نے گبن کی تائید کی تھی خبر لے لی اور لکھا۔

"ساراسین کے نام کی اصلی حقیقت سارہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی) سے مکمل شہادتوں سے ثابت ہو چکی ہے۔

حاجرہ سے حجرمین، قطورہ سے قطورین اور سارہ سے ساراسین سے ثابت ہوتا ہے کہ اب یہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔"(16)

آپ سوچ رہے ہونگے کہ فارسٹر آخر ساراسین کو حضرت سارہ سے ملانے پر کیوں بضد ہے اس کی وجہ

Marfat.com

یہ ہے۔

یہودی اہل عرب کو صحیح النسب نہیں سمجھتے تھے اس کی وجہ وہ یہ بتاتے تھے کہ اہل عرب حضرت ہاجرہ کی نسل سے ہیں اور حضرت حاجرہ حضرت سارہ کی کنیز تھیں اس لیے اہل عرب کو وہ غلام سارہ یعنی ساراسین کہتے تھے۔ لفظ ساراسین حقارت آمیز انداز میں بولا جاتا تھا اور نسلی تعصب کی وہ مثال ہے جو یہودیوں کو عربوں سے تھی۔

مولوی قاضی احمد نے اپنی تحقیق میں سعوی کی کتاب ''التنبہ والاشراف'' سے نقل کیا ہے۔

اوراس نے اہل روم کو ممانعت کر دی کہ وہ عربوں کو ساراقینوس نہ کہیں جس کے معنی غلام سارہ کے ہیں، جو حضرت ہاجرہ اران کے بیٹے اسماعیل کو وہ طعنا کہا کرتے تھے کیونکہ حضرت ہاجرہ سارہ کی کنیز تھیں، اور یہ بھی کہا کہ ان کو غلام سارہ کہنا جھوٹ ہے اور اہل روم اس وقت بھی عربوں کو ساراقینوس کہتے ہیں۔

''ایک ڈکشنری میں لکھا ہے ''ازمنہ وسطیٰ میں ساراسین کو حضرت سارہ سے ملایا جاتا تھا۔''(17)

یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر لکھنے والے نے ساراسین کا لفظ حقیر معنوں میں مسلمانوں یا اہل عرب کے لیے استعمال کیا ہو، مگر بہرحال یہ لفظ جتنا ازمنہ وسطیٰ میں استعمال ہوا ہے اتنا ہی آج بھی ہو رہا ہے۔ اس حوالے سے مضمون کے آخر میں بات ہوگی۔

امام بخاریؒ کی جنگ بدر کے حوالے سے کعبؓ بن مالک کی روایت ہے۔

''میں غزوہ بدر میں پیچھے رہ گیا اور کسی پیچھے رہ جانے والے پر کوئی عتاب نہیں ہوا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے قافلے کی نیت سے نکلے تھے۔''

یہ نیت کیا تھی۔ بدقسمتی یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے اسے مکروہ لفظ لوٹ سے وابستہ کر دیا ہے اور مغرب کے مصنفین کو اور کہا چاہیے انہوں نے ذرا سا رد بدل کر کے لفظ ساراسین کو بمعنی ''سارقین'' کر دیا، یعنی لیٹروں کی قوم۔

مستشرق پوکاک نے اپنی کتاب ''عرب کی تاریخ'' میں لکھا کہ

''جن لوگوں نے اسے یعنی ساراسین کو حضرت سارہ سے وابستہ کیا ہے ان کی رائے غلط ہے یہ تردید ہو چکی ہے۔ اب گمان یہ ہے کہ ساراسین کا لفظ سرق (چوری) سے نکلا

Marfat.com

ہے۔"(18)

نولدیکے نے اپنی کتاب میں لکھا۔

"بطلیموس نے جس سراکین نامی ضلع کا ذکر کیا ہے اس علاقے کے باشندے جو عربی روایات میں غیر معلوم ہیں انہوں نے اپنے طور پر خود کو رومی علاقوں میں مجرمانہ حیثیت سے مشہور کرلیا ہوگا۔" (19)

پوکاک نے ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لفظ شرک سے نکلا ہے جس کا مطلب مشرکین ہے۔

آیئے اب ازمنہ وسطیٰ اور 19 ویں صدی سے باہر نکلتے ہیں اور موجودہ صدی کی بات کرتے ہیں! دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے بڑے مفکر، پادری، ادیب، شاعر جو یورپ کی شان سمجھے جاتے ہیں ان کی تحریروں نے دنیا کے ماحول کو کس طرح بدلا ہے۔

ستمبر کی پہلی تاریخ سن 2010ء اور برلن سے شائع ہونے والے "دی اکنامسٹ" کا پہلا صفحہ (The Economist)

سرخی دیکھ کر دماغ ہل گیا، سارازن ورس ساراسین (Sarazin vs Saracens)

سارازن، جرمنی کے ساستدان اور ادیب کی کتاب کی تقریب رونمائی کے حوالے سے خبر تھی۔ یہ کتاب بازار میں آتے ہی چند گھنٹوں میں فروخت ہوگئی۔ اس کتاب میں مصنف نے لکھا ہے کہ

"صحیح اور ہوشیار جرمن عورتیں کم بچے کر رہی ہیں اور غلط یا کند ذہن عورتیں یعنی مسلمان اور کم تعلیم یافتہ عورتیں زیادہ بچے پیدا کر رہی ہیں اس سے صرف جرمن کی اصلی آبادی کم نہیں ہو رہی ہے بلکہ احمقوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔"(20)

انجلا مارکل نے اس پر یہ کہا ہے کہ مصنف معاشرہ کو تقسیم کر رہا ہے۔ بہت سے اور لوگوں نے بھی اس پر اعتراض کیا ہے۔

سوال یہ بھی اہم ہے کہ اس قسم کے خیالات رکھنے والے کو کیا کہیں گے مگر دوسری بات یہ ہے کہ ساراسین کا لفظ آج کی صدی میں بھی زندہ ہے اور ہوسکتا ہے اکنامسٹ کی سرخی میں یہ لفظ حقاوت کے معنوں میں نہ ہو مگر کون جانتا ہے۔

مسلمانوں اور عرب کے لوگوں کے لیے دقیانوسی (Stereotype) خیالات جتنے پہلے زمانہ میں تھے

Marfat.com

آج بھی ہیں۔

جینس ٹیری نے ''غلط شناخت'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے برطانیہ اور امریکہ کے ناول، افسانے، محبت بھری کہانیاں، جاسوسی کہانیاں کے حوالے دے کر یہ بتایا ہے کہ کس طرح عرب اور اسلام کو منفی انداز سے پیش کیا جارہا ہے۔(21)

جیک شاہین جو کہ سابقہ CBS News کے مشیر ہیں ان کی کتابیں ہیں جو امریکہ میں اہل عرب کی منفی تصویر اور دقیانوسی خیالات کو منظر عام پر لاتی ہیں۔

ان کی کتاب ''ٹی وی عرب (The T.V. Arab) میں انہوں نے بتایا ہے کہ کسی طرح ٹیلیویژن پر بچوں کے پروگرام، کامیڈی پروگرام اور ڈاکومنٹر یز میں اہل عرب کے حوالے سے دقیانوسی (Stereotype) خیالات کا اظہار ہوتا ہے۔(22)

ایاد القزاز نے ایک کتاب امریکہ کے اسکول ٹیچرز کے لیے لکھی ہے جس میں اس نے بتایا ہے کہ بچوں کو اسکول میں اسلام کے بارے میں اور اہل عرب کے بارے میں کس طرح سے پڑھایا یا سمجھایا جانا چاہیے۔(23)

Marfat.com

باب نمبر 15

تیرہویں اور چودہویں صدی میں تبدیلیاں

Marfat.com

Marfat.com

تیرہویں صدی اور چودہویں صدی میں تبدیلیاں

اسلام کے خلاف تحریروں میں تبدیلی آنے لگی اس سے پہلے منگول اور عیسائیت کا سمجھوتہ جو ہم اس باب کے آخری حصے میں پڑھیں گے کہ کتنی اہمیت رکھتا ہے۔

ولیم آف ٹریپولی (William of Tripoli) 1220ء میں پیدا ہوا، اسے اسلامی عقائد اور تاریخ سے بے انتہا واقفیت تھی۔ 1273ء میں اس نے ایک کتاب ''ٹریکٹس ڈی سٹاٹو سارسانورم'' لکھی۔ اس کتاب میں اس نے مشورے دیے کہ مسلمانوں میں عیسائیت کی تبلیغ کیسے کریں!

اس کی ایک اور کتاب ''ٹوٹیٹیا ڈی ماچو مونیٹو'' لکھی جس میں اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اسلام، عقائد اور تاریخ کے حوالے سے پوپ کو لکھا۔

> ''ان کے قانون میں لکھا ہے کہ سارا سین (عرب مسلمان) رومیوں یا لاطینی لوگوں کو شکست دیں گے، مگر بعد میں وہ خود بھی تباہ و برباد ہو جائیں گے، اور کوئی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا اور یہ پیشین گوئی ہے کہ سارا سین ختم ہو جائیں گے جب کہ عیسائی دنیا کے آخر تک رہیں گے یعنی 7000 سال اور 6000 سال ہو چکے ہیں سارا سین تین حصوں میں بٹ جائیں گے ایک عیسائیت کی طرف آ جائیں گے دوسرے تلوار سے ختم ہو جائیں گے اور تیسرے صحرا میں تباہ ہو جائیں گے۔''(1)

عشق رسول کا تقاضہ ہے یہ میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ جہاں جہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام کسی مصنف کے ترجمے میں آتا ہے میں وہ جگہ خالی چھوڑ دیتا ہوں۔ یا نام کی جگہ لفظ ''انہیں'' استعمال کرتا ہوں۔

ولیم نے اپنی کتاب جو 1273ء میں اس نے لکھی، لکھتا ہے کہ

بحیرا راہب سے ملاقات کے بعد انہیں پتہ چلا کہ انہوں نے اپنے استاد بحیرا کو نشے کی

Marfat.com

حالت میں قتل کر دیا ہے اس لیے انہوں نے شراب پینے کی ممانعت کر دی پھر ولیم لکھتا ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے خدا کا پیغام ان کو دیا تھا جس کو ان کے انتقال کے بعد ان کے ساتھیوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کی مدد سے مرتب کیا جو اسلام لا چکے تھے۔ انہوں نے کچھ چیزیں انجیل اور کچھ توریت سے لے کر اسے مکمل کیا۔ قرآن بائبل، عیسیٰ علیہ السلام اور عیسائیوں کی تعریف کرتا ہے اور مسلمان اسی پر یقین کرتے ہیں اور یہ عیسائیت سے قریب ہیں اور جن باتوں میں وہ عیسائیت سے الگ ہیں اس کے لیے انہیں راہ راست پر لانے کے لیے تبلیغ کی ضرورت ہے نہ کہ جنگ کی''(2)

منگول حملہ اور عباسی حکومت کے خاتمہ نے عیسائی مصنفین کے قلم سے متواتر نکلنا شروع کر دیا تھا کہ اب اسلام ختم ہونے والا ہے۔(3)

تیرہویں صدی کے آخر اور چودہویں صدی کے شروع میں ریکارلڈو ڈی مونٹ (Ricoldo De Monte) جو 1243ء میں پیدا ہوا اور 1320ء میں انتقال ہوا، نے بحیرہ راہب کی کہانی میں ایک نیا موڑ پیدا کر دیا، اس کے مطابق بحیرہ راہب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاص ساتھی تھا۔

ریکالڈو نے بغداد میں کچھ عرصہ کام کیا اور اسلام و قرآن کے خلاف ایک کتاب لکھی اس میں لکھتا ہے کہ

''قرآن عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہی باتیں دہراتا ہے جو ایریس نے کہی ہیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام خدا کی بہترین تخلیق ہیں مگر خدا نہیں ہے۔ عیسائیوں کو اس حوالے سے اپنا دفاع کرنا ہوگا۔''(4)

یورپ کے عیسائیوں کا رویہ اسلام کے حوالے سے 9ویں صدی سے بارہویں صدی تک یہ تھا کہ وہ عیسائیوں پر ثابت کرنا چاہتے تھے کہ عیسائیت اسلام سے برتر مذہب ہے۔

''مگر بارہویں صدی کے وسط سے تیرہویں صدی تک کے لکھنے والوں کا انداز مدافعانہ قسم کا ہو گیا، اور وہ دمشق اور قرطبہ کے عیسائیوں کو یقین دہانی کراتے تھے کہ اپنا مذہب چھوڑ کر مسلمان نہ ہو جانا۔''(5)

ان کی تحریریں مسلمانوں کے خلاف بھی ہوتی تھیں مگر عیسائیوں کو تبلیغ کے لیے بھی ان تحریروں کا

Marfat.com

استعمال ہوتا تھا۔

ریکالڈو نے بھی کم وبیش اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کیے اور وہ ہی تصویر پیش کی جو اس سے قبل پیش ہوئی تھی اس لیے میں نے اس کی تحریر کا ترجمہ نہیں کیا ہے۔صرف مثال کے لیے ایک حوالہ اوپر دیا ہے۔

جان ویکلف (John Waycliffe) (1320-84) ایک عیسائی عالم اور کلیسا کا مصلح (Reformer) تھا۔

اس کا کہنا تھا کہ بائبل عیسائیوں کی اپنی زبان میں ہونی چاہیے اس غرض سے اس نے سب سے پہلا بائبل کا انگریزی ترجمہ کیا۔

جان ویکلف کا کہنا تھا کہ جو خامیاں اسلام میں ہیں وہ سب کی سب کلیسا میں موجود ہیں اور یہ ہی وجہ ہے کہ کلیسا کی خامیوں کی بدولت اسلام پھیل رہا ہے اس لیے اگر اسلام کو روکنا ہے تو کلیسا کو اپنی خامیاں دور کرنا ہوں گے۔

> ویکلف کی کلیسا سے دشمنی کی تہہ میں اسلام دشمنی نظر آتی ہے اس کا کہنا ہے کہ اسلام سے مقابلہ کی ایک ہی صورت ہے کہ چرچ میں تبدیلیاں لائی جائیں۔(6)

ویکلف کے انہی خیالات کو تحریک کی شکل سولہویں صدی میں مارٹن لوتھر نے دی تھی جس کا ذکر علیحدہ سے اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔

سینٹ پیٹر پاسکل (Peter Pascal) متوفی (1299ء)

پاسکل بھی ویکلف کا حامی تھا اس نے بھی اسلام کے ارتقا کا ذمہ دار چرچ اور اس کی خامیوں کو گردانا۔

> پیٹر پاسکل، ریکولڈو، جان ویکلف یا رامن علی، ان کی تحریروں میں اسلام کی منفی تصویر کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔(7)

تیرہویں صدی عیسوی میں سنجیدگی سے قرآن، اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے تحریریں ابھریں مگر ان کا مقصد اسلام کو جاننا نہیں تھا بلکہ نقصان پہنچانا تھا۔

ان تحریروں میں بھی وہ ہی باتیں تھیں جو اس سے پہلے کی تحریروں میں نظر آتی ہیں مثلاً حیات طیبہ پر اعتراضات کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگا۔

Marfat.com

☆ اسلام عیسائیت کا چربہ ہے۔

☆ کثرت ازدواج میں آڑ میں نفس پرستی۔

☆ حیات طیبہ اور علی علیہ السلام کی زندگی کا موازنہ کرنا اور یہ کہنا کہ عیسیٰ کی موت ان کے مقابلے میں معمولی نہیں تھی عیسیٰ علیہ السلام ایک عام انسان کی طرح نہیں مرے بلکہ ایک شان سے دنیا سے گئے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے کسی امیر عورت سے شادی نہیں کی اور نہ ہی آخری عمر میں ان کی بہت ساری بیویاں تھیں۔

تیرہویں صدی میں ہی ایک نام راجر بیکن کا ہے جو ہم پڑھ آئے ہیں، راجر سے متاثر ہونے والا ایک اور شخص ہے ریمنڈ لل (Raymund Llull) ہسپانوی کلیسا کا رکن تھا، اس نے اپنی زندگی کا مقصد ہی یہ بنایا تھا کہ اسلام کے خلاف جتنا لکھ سکتا ہے لکھنے، اور اس نے اس مقصد کے حصول کے لیے اپنی تمام زندگی صرف کر دی۔

فرینک کے ہاتھوں میں 100 سال رہنے کے بعد 18 مئی 1291ء میں جمعہ کے دن مملوک الاشرف الاخلیل نے عکرہ پر قبضہ کر لیا۔

ریمنڈ اور اس طرح کے دوسرے عیسائی پادریوں اور حکمرانوں کے لیے یہ نیا چیلنج تھا۔

سقوط عکرہ یا ایکر (Acre) ایک دہشتناک خبر بن کر ریمنڈ کے دماغ پر گری تو اس نے کہا۔

"اگر نسطوریوں (عیسائی منگول) کو ساتھ ملا لیں تو سارے سارا سین (عرب مسلمان) با آسانی ہلاک کیے جا سکتے ہیں۔" (8)

یعنی ریمنڈ کا کہنا تھا کہ تاتاریوں کو عیسائی بنا لیا جائے کیونکہ اگر وہ مسلمان ہو گئے تو عیسائیت دنیا سے ختم ہو جائے گی۔ (9)

ریمنڈ نے 1311ء میں ویانا کونسل کے سامنے تین تجاویزات رکھیں۔

1۔ کچھ ادارے ایسے بنائے جائیں جہاں کچھ لوگ مختلف زبانیں سیکھیں اور پھر عیسائیت کی تبلیغ کریں۔

2۔ ایسے اختیارات جن کے ذریعے مقدس جگہوں کو دوبارہ فتح کیا جائے۔

3۔ ابن رشد کے فلسفے کے خلاف یا اس کا توڑ یا مدمقابل ڈھونڈا جائے۔ (10)

Marfat.com

ویانا کونسل نے ریمنڈ کی پہلی تجویز مان لی جس سے عیسائیت کی تبلیغ ہوسکتی تھی۔

ہیبرو، عربی، سریانی زبانیں سیکھنے کے شعبہ روم، پیرس اور آکسفورڈ میں قائم کر دیے گئے۔

ریمنڈ کی موت کے حوالے سے تاریخ میں مختلف واقعات ملتے ہیں!

ڈاکٹر جیلانی نے نارمن ڈینیل اور فلپ ہٹی کے حوالے سے لکھا ہے کہ

''اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلے میں وہ تیونس پہنچا جہاں اس نے کھلم کھلا گستاخیوں کا ارتکاب کیا جس کے سبب قاضی شہر نے سزائے قید دینے کے بعد ملک بدر کر دیا، دوسری بار وہ پھر آیا اور مسلمانوں میں تثلیث کا پرچار کرنے لگا اس کی یہ کوشش اس قدر ناکام رہی کہ جھنجھلاہٹ کے عالم چیختا پھرتا تھا کہ ''عیسائی شریعت وقانون مقدس ہے اور موروں (مسلمانوں) کا جھوٹا)) اس پر مشتعل ہجوم نے اسے سنگسار کر ڈالا۔''(11)

ایک اور تحقیق جو کہ زویجر نے کی ہے لکھا ہے کہ

ریمنڈ اسی شہر میں دوبارہ آیا جہاں سے اسے نکالا گیا تھا اس نے لوگوں کے سامنے محبت اور پیار سے سچائی کا اظہار کیا مگر لوگوں نے اسے گھسیٹا اور شہر سے باہر لے گئے پھر بادشاہ کے حکم یا رضامندی سے اسے سنگسار کر دیا گیا اسے 30 جون 1315ء کو سنگسار کیا گیا۔ (12)

تیرہویں صدی میں یورپ اس خوش فہمی کا شکار تھا کہ اسلام ختم ہو جائے گا۔ 1258ء میں ہلاکو خان نے بغداد پر فوج کشی کر کے شہر کا محاصرہ کر لیا اور اس کے بعد وحشی تاتاری بغداد میں گھس گئے۔

اور کئی دنوں تک قتل عام کرتے رہے عورتوں اور بچوں نے نکلنا چاہا لیکن تاتاریوں نے ان کو بھی زندہ نہ چھوڑا، آبادی کو ختم کر کے چالیس دن تک نہایت بے دردی سے بغداد کو لوٹتے رہے۔

تاریخ کے حقائق نہایت تلخ ہیں۔ تیرہویں صدی میں صلیبی ممالک دم توڑ رہے تھے اور منگول مسلمانوں پر حملے کر رہے تھے مغرب نے ایک لائحہ عمل تیار کیا کہ منگولوں کو عیسائی بنایا جائے اور پھر مسلمانوں کو تباہ کیا جائے اس لائحہ عمل کے تحت مغرب نے وفود بھیجنا شروع کر دیئے۔

1245ء میں پوپ انوسنٹ (Innocent IV) چہارم نے منگولوں کی طرف اپنا

Marfat.com

وفد بھیجا جس کا مقصد یہ تھا کہ منگول عیسائی ہو جائیں اور مغرب پر حملہ بند کر دیں۔ یہ وفد منگول سردار گیوک خان جو کہ چنگیز خان کا پوتا تھا اس کے پاس گیا تھا اس نے جواب دیا یہ جواب ایک خط کی صورت میں تھا جو فارسی میں لکھا گیا اور آج بھی یہ خط ویٹیکن کی لائبریری میں موجود ہے، گیوک خان نے مطالبہ کیا کہ پوپ اور دوسرے مغرب کے حکمران اطاعت قبول کرلیں۔ پوپ انوسنٹ نے دوسرا وفد ایران میں بیجو جو کہ کمانڈر تھا جسے گیوک خان نے ایران بھیجا تھا روانہ کیا بیجو نے بھی وہی جواب دیا جو گیوک خان نے دیا تھا مگر اس نے 1248ء میں دو وفود پوپ انوسنٹ کے پاس روانہ کیا، پوپ نے ان سے بھی یہ کہا کہ عیسائیوں کا قتل عام بند کر دو۔ (13)

ان وفود کا احوال تاریخ میں انہی حوالوں سے بتایا جاتا ہے جو آپ نے پڑھے مگر سوال یہ ہے کہ یہ وفود صرف 1251ء تک ہی گئے اس کے بعد سلسلہ ختم ہو گیا مگر کیوں؟ کیا سارے منگول عیسائی بن گئے یا مغرب پر منگول حملے بند ہو گئے اور عیسائیوں کا قتل رک گیا؟

یا اس کا مقصد یہ تھا کہ منگولوں کو ساتھ ملا کر مسلمانوں کو تباہ کیا جائے؟

Marfat.com

باب نمبر 16

پندرھویں صدی

Marfat.com

Marfat.com

پندرہویں صدی

پندرہویں صدی میں صلیبی جنگوں اور منگول کے حملے نے مسلمانوں پر کاری ضرب لگائی تھی۔ایک نظر ڈالتے ہیں کہ دنیا میں کہاں کہاں کون غالب ہو رہا تھا اور کون مغلوب ہو رہا تھا۔

ساتویں اور آٹھویں صدی میں مسلمانوں نے فتوحات حاصل کیں اور عیسائی دنیا کو بحران میں مبتلا کر دیا۔دسویں صدی کے آخر میں مسلمانوں کی طاقت کا توازن بگڑنے لگا، گیارہویں صدی میں تاتاریوں نے ایران کو تہ و بالا کر دیا۔1055ء میں سلجوقی سردار طغرل بیگ نے بغداد پر قبضہ کر لیا۔بازنطین نے 1071ء میں سلجوقی سلطنت پر حملہ کیا مگر وہ ہار گئے اور سلطان الپ ارسلان نے شہنشاہ بازنطین کو شکست دی اور عیسائی ایشائے کوچک سے محروم ہو گئے۔اب وہ وقت تھا جب عیسائی مشرقی حصہ نے مغرب کے عیسائی زور سے ساز باز شروع کر دی۔جس کے بعد صلیبی جنگوں کا آغاز ہوا۔

دوسری طرف تیرہویں صدی کے اختتام پر سلطنت عثمانیہ قائم ہو گئی تھی۔یعنی مشرق میں ترک فتح حاصل کر رہے تھے تو مغرب میں یعنی اسپین میں عرب پسپاہ ہو رہے تھے۔1492ء میں غرناطہ کا سقوط ہوا اور مغرب یورپ سے مسلمانوں کی برتری ختم ہو گئی۔

مسلمان اسپین میں 711ء میں آئے اور 1492ء میں چراغ گل ہو گیا یہ عہد مغرب کا عہد وسطیٰ کہلاتا ہے۔اس عہد میں مسلمانوں سے دشمنی ایک عقیدہ کی شکل اختیار کر چکی تھی۔

سینٹ برنارڈ جس نے دوسری صلیبی جنگ کے لیے پورا زور لگایا تھا یہ جنگ (1146-48) کے دوران لڑی گئی جو کہ ناکام ہوئی اسی کے بعد سینٹ برنارڈ نے کہا

''میں اس بات کے خلاف ہوں اور منع کرتا ہوں کہ مسلمانوں سے کوئی تعلق رکھا جائے چاہے اس میں مالی فائدہ ہو یا ٹیکس کی وصولی ہو جب تک خدا کی مدد نہ آ جائے اور ان کا

Marfat.com

دین یا قوم تباہ نہ ہو جائے۔''(1)

بہر حال پندرہویں صدی تک مغرب پر سے اسلام کا دباؤ تقریباً ختم ہو گیا تھا اب اسلام سے مغرب کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس لیے اب تلوار کی نہیں صرف تحریروں کی ضرورت تھی۔

آیئے دیکھتے ہیں پندرہویں صدی میں تحریریں کس انداز سے لکھی گئیں۔

جان آف سیگوویہ (John of Segovia) 1393ء میں پیدا ہوا۔ یہ ایک ہسپانوی نژاد اور پوپ کا حامی تھا، اس نے قرآن کا ترجمہ کیا جواب ناپید ہے اس نے سابقہ تراجم پر اعتراض کیا خاص کر پیٹر ویز یبل کے ترجمہ پر، کہ اس میں لاطینی اصطلاحات بے معنی ہیں۔

راجر بیکن نے کہا تھا کہ صلیبی جنگ بے کار ہے اس سے مقصد حاصل نہیں ہو سکتا صرف تبلیغ عیسائیت ہی سے مسلمانوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

جان سیگوویہ بھی جنگ کی حکمت عملی کے خلاف تھا مگر اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ عیسائیت کی تبلیغ سے بھی مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف راغب نہیں کیا جا سکتا۔

تو پھر آخر وہ چاہتا کیا تھا جس کے لیے اس نے قرآن کا ترجمہ کیا، مختلف مذاہب کے حوالے سے کانفرنس منعقد کی، علومِ اسلامیہ کا مطالعہ کیا، آخر کیوں؟

موجودہ دور کے دو حوالے جان آف سیگوویہ کے بارے میں کیا ہیں پہلے ان کو دیکھتے ہیں!

کیرن آرمسٹرونگ لکھتی ہے۔

''جیسے ہی ترکوں نے قسطنطنیہ فتح کیا اور اسلام یورپ تک آ گیا تو جان آف سیگوویہ نے کہا کہ اسلام کے خوف سے نمٹنے کے لیے ایک نئے راستے کی ضرورت ہے۔ اسلام کو جنگ یا عیسائیت کی تبلیغ سے شکست نہیں دی جا سکتی، اس نے ایک مسلمان کی مدد سے قرآن کا ترجمہ کرنا شروع کیا اور ایک کانفرنس کی تجویز بھی پیش کی۔ جہاں مسلمان اور عیسائی اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔''(2)

دوسرا حوالہ 2009ء میں دوحا قطر کی عالمی بین المذاہب کانفرنس کے جرنل میں شائع ہوا تھا، فاضل مصنف لیوڈی لیفبیور لکھتا ہے۔ عیسائیت کا دوسرے مذاہب کا احترام کرنا کے حوالے سے!

''عیسائیت کی تاریخ میں بہت ساری مثالیں ہیں جب عیسائی مذہب کے لوگوں نے

Marfat.com

علی علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل کیا یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کہ تشدد کے بجائے دوسرے مذاہب کے ساتھ محبت اور پیار کا رشتہ استوار کیا جائے، جیسا کہ ہم نے 8 ویں صدی میں دیکھا ہے بدھ مت، تاؤ مذہب اور عیسائیت کے ماننے والے چین میں ایک دوسرے سے سیکھتے تھے، مسلمان، یہودی اور عیسائیوں نے مل کر سپین میں تہذیب اور علم کو فروغ دیا، مسلمان اور عیسائیوں نے 8 ویں صدی میں بغداد میں سیکھنے اور سکھانے کا کام کیا، پندرہویں صدی میں جب پوپ نکونس پنجم نے صلیبی جنگ کا اعلان کیا تو جان آف سیگو ویہ اور نکونس آف کوسا نے اعتراض کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو جنگ نہیں کرنا چاہے اور انہوں نے ایک ایسی کانفرنس کا مطالبہ کیا جو امن اور ایک دوسرے کی عزت کے مطابق ہو۔" (3)

مندرجہ بالا حوالہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جان آف سیگو ویہ بین المذاہب کا دعویدار تھا، جس فاضل مصنف کا یہ حوالہ ہے ان کا نام لیو ڈی لیفیبور (Leo D Lefebure) ہے ان کا تعلق امریکہ کی جارج ٹاؤن یونیورسٹی کے ڈیپارٹمنٹ آف تھیولوجی سے ہے، فاضل مصنف نے کافی کتابیں اور مقالے لکھے ہیں۔ ان کی کچھ کتابیں ابھی میرے مطالعے میں ہیں!

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔ مصنف جیراڈ لکھتا ہے۔

"1427ء میں جان آف سیگو ویہ کی ملاقات روم میں ایک پیٹریاک سے ہوئی تو اس نے کہا کہ اسلام کا جو مسئلہ ہے اسے حل کرنے کی کوشش کرو یہ پہلا موقع تھا جب جان نے اس معاملے میں سوچنا شروع کیا۔ 1430ء میں اس نے غرناطہ میں مسلمانوں سے بحث و مباحثہ کیا جو ناکام رہا۔ ایک سال کے بعد یہ مباحثے غرناطہ کے سفیر کے ساتھ ہوئے جو کہ کاسٹالین کورٹ میں تھا یہ مباحثے تثلیث اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تھے، ان مباحثوں کے بعد جان نے کہا کہ مسلمان عیسائی عقیدہ سے ناواقف ہیں۔" (4)

یقیناً یہ بحث و مباحثہ کسی صورت میں ایک اور صرف ایک مقصد کو حاصل کرنے میں ناکام ثابت ہو رہے تھے اور وہ مقصد تھا مسلمان کا عیسائیت اختیار کرنا۔

Marfat.com

آیئے اب دیکھتے ہیں جان نے کیا قدم اٹھایا، جب اس نے دیکھا کہ وہ مسلمانوں کو قابل نہیں کرسکتا تو اس نے قرآن کا ترجمہ کرنے کا ارادہ کیا۔

آیئے اب دیکھتے ہیں ہاروی نے اس بارے میں کیا لکھا ہے اسی کی کتاب ''اسلامک اسپین'' میں لکھا ہے۔

خلاصہ!

''اس زمانے میں غیر مسلم کے لیے قرآن کا حصول مشکل تھا علما نے پابندی لگائی تھی کہ غیر مسلم کے ہاتھ میں قرآن کے آنے سے اس کی بے ادبی ہوسکتی ہے، جان نے ایک مسلمان عالم جس کا نام آئس ڈی جیبر تھا رابطہ کیا، قرآن کا ترجمہ کرنے کے لیے اسی عالم نے 4 ماہ تک روزانہ 12 گھنٹے کام کیا، اس قرآن کا ترجمہ اب ناپید ہے لیکن اس کا مقصد محفوظ ہے۔ جس میں مترجم نے لکھا ہے کہ میں نے یہ ترجمہ اس لیے کیا ہے کہ دنیا میں وہ لوگ جو عربی سے واقف نہیں ہیں۔ انہیں پتہ چلے کہ دین کیا ہے۔ میں نے یہ ترجمہ اللہ کی رضا کے لیے کیا ہے اگر کوئی اس میں غلطی پائے تو درست کرے۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ پر رحمت کی بارش کرے تا کہ میں یہ کام اور ایسے دوسرے کام ختم کرسکوں۔ آمین'' (5)

''مترجم آئس۔ ڈی۔ جیبر کا اصلی نام الشکوبی الشاذلی جابر بن عیسیٰ الفقیح تھا۔ یہ بہت بڑا مفتی تھا۔ جس نے جان کے لیے قرآن کا عربی سے ہسپانوی زبان میں ترجمہ کیا، جان نے اس ترجمہ سے لاطینی زبان میں ترجمہ کیا، اس کے بعد جان نے اس ترجمہ کو اپنی اس کتاب کے لیے استعمال کیا جو اس نے اسلام کے خلاف لکھی۔ جس کا نام حوالہ نمبر 7 میں ہے۔'' (6)

اسپین کے شہر سیگوویہ میں ایک سڑک مترجم کے نام سے اب بھی ہے اس کا نام Calle de Yza Gidelli۔ جان آف سیگوویہ نے لکھا ہے کہ

''جو خطرہ اسلام اور اس کے پیغمبر سے ہے اسے صرف دماغ کی طاقت سے ہی نپٹا جا سکتا ہے۔'' (7)

اب یہ طے کرنا آپ کا کام ہے کہ کیا جان آف سیگوویہ مختلف مذاہب کے درمیان دوریاں مٹا رہا ہے یا

Marfat.com

اسلام کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہے!

تیرہویں صدی کے آخر میں ایک بڑی تبدیلی آئی اور وہ تھی جب منگول ارگن کا بیٹا یعنی منگول سلطنت کا پانچواں حکمران غازان (1295-1304) تخت پر بیٹھا، اس نے اسلام قبول کر لیا۔ جس کے لیے علامہ اقبال نے لکھا تھا۔

ہے عیاں فتنہ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

غازان نے اپنا نام محمود غازان رکھا اس کے بعد ایران میں دوسرے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

یہ ہی وہ وقت تھا یعنی چودہویں صدی جب یورپ کا نہ جنگی کا شکار تھا۔ پاپایت اندرونی خلفشار کا شکار تھی۔ ایک ایک وقت میں کئی پوپ منتخب ہوئے۔ عوام کسی کی چنتی تو مذہبی کونسل کسی اور کو پوپ نامزد کر دیتی اس دوران مذہبی اصلاحات کی تحریکوں نے جنم لیا۔

تیرہویں صدی کے اختتام پر دنیا کے نقشے پر اناطولیہ کے علاقے میں ترکوں نے ایک چھوٹی سی ریاست قائم کی۔ اس ریاست کے بانی عثمان تھے۔ ان کے نام سے ہی یہ سلطنت عثمانیہ کہلائی۔

چودہویں صدی کے آخر اور پندرہویں صدی کے اوائل میں جو نام کلیسا کے عہدیدار اور ہمعصر تھے ان کے حوالے سے بات کریں گے۔

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 17

نکولس آف کوسا

Marfat.com

Marfat.com

نکولس آف کوسا

نکولس آف کوسا (Nicholas of Cusa) 1401ء میں پیدا ہوا، جرمن کلیسا کا کارڈینل اور فلسفی تھا، اس نے بھی اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اسلام کے خلاف مواد جمع کرنے میں گذارا، ایک کتاب لکھی جس کا مقصد ازالہ اسلام تھا۔

اگر اسلام کے خلاف تحریروں کا جائزہ لیا جائے تو آٹھویں صدی سے 20 ویں صدی تک یا کم وبیش 19 ویں صدی تک یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر آنے والا مصنف گذرے ہوئے کسی مصنف کی کتاب پڑھتا ہے یا کئی مصنفین کی مختلف کتابیں پڑھتا ہے پھر کسی ایک یا دو سے متاثر ہو جاتا ہے اور خود ایک کتاب لکھ کر چھوڑ جاتا ہے تاکہ اس کے بعد آنے والا مصنف متاثر ہو۔ اس کی واضح مثال بیسویں صدی کے منٹگمری واٹ کی ہے جنہوں نے ''محمد ایٹ مکہ'' لکھی اور شروع میں لکھا کہ میں کچھ نیا لکھنا چاہتا تھا اس لیے یہ کتاب لکھی، لیکن اگر آپ غور سے کتاب کا مطالعہ کریں جیسے ظفر علی قریشی اور دوسرے مسلمان علماء فضلا نے کیا ہے تو پتہ چلے گا کہ واٹ نے کچھ نیا نہیں لکھا ہے ہم وہی پرانا نوالہ چبا رہے ہیں بقول

نکولس نے 1460ء میں ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا۔ Cribratio Alchoran یہ کتاب تحقیق کے نام پر قرآن میں نقائص تلاش کرنے کے لیے تھی۔ ابھی ہم دیکھیں گے کہ اس کتاب میں کیا ہے مگر پہلے کیرن آرم سٹرونگ کے خیالات دیکھیے، لکھتی ہیں۔

> ''جان آف سیگو ویہ کا 1458ء میں انتقال ہو گیا جب کہ اس کا کوئی بھی منصوبہ اپنی تکمیل تک نہ پہنچا، مگر اس کا دوست نکولس آف کوسا بہت پر جوش تھا اس نے نئے طریقہ کار سے جو جان نے اپنایا تھا، 1460ء میں نکولس نے ایک کتاب کریب راٹو الران کسی جو کہ پرانے طور سے جچتی نہیں تھی بلکہ مناظرانہ بھی نہ تھی، یہ کتاب منظم ادبی،

Marfat.com

تاریخی اور لسانیاتی حوالے سے قرآن کا متن دیکھنے کے متعلق تھی جسے جان آف سیگو دیہ نے ضروری سمجھا تھا۔"(1)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کیرن نے یہ کتاب پڑھی ہے یا صرف جیپر ہوپکن کی نکولس پر تحریریں ہی پڑھی ہیں۔

نکولس نے اپنی کتاب میں جو لکھا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیرن آرم سٹرونگ کے الفاظ سے میل کھاتا ہے یا نہیں!

نکولس کا کہنا ہے کہ قرآنی مضامین میں تین بنیادی عناصر ہیں اولاً نسطوریت ثانیاً عیسائیت کے اختلافی نظریات جن سے یہودی مشیروں نے روشناس کرایا اور ثالثاً وہ ردوبدل، تحریف وتصریف جو وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہود نے (نعوذ باللہ) قرآن میں کی۔(2)

نکولس کی کتاب کا ترجمہ انگریزی میں ہو چکا ہے۔

اس کی کتاب میں اتنی عجیب وغریب بحث ہے کہ اس کی وضاحت کے لیے ایک کتاب اور لکھنی ہوگی مگر چند ایک ایسی چیزیں ہیں جو غور کے قابل ہیں۔

مصنف اپنی کتاب کے تیسرے حصے کے باب پنجم میں لکھتا ہے کہ مختلف سورۃ کے حوالے دے کر کہ۔ خلاصہ اور ترجمہ (جہاں خالی جگہ ہے وہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نام کے الفاظ حذف کر دیے ہیں)

"قرآن کا خدا (نعوذ باللہ) دنیا کی ہر چیز سے چھوٹا ہے اور۔۔۔کا غلام ہے، اس لیے کہ وہ قرآن میں جب قسم کھاتا ہے تو وہ مشرق اور مغرب کے خدا کی قسم کھاتا ہے۔"(3)

یہاں اس نے قرآن کی سورۃ المعارج کی آیت نمبر 40 کا حوالہ دیا ہے جس کا ترجمہ ہے۔

"میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی"

اگر نکولس نے بغور اس سے پہلے کی آیات کا مطالعہ تعصب کی عینک اتار کر کیا ہوتا تو اس کی سمجھ میں آ جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں خود اپنی قسم کھائی ہے۔

اس کے بعد نکولس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے دو قرآنی آیات کا حوالہ دیتا ہے پہلی آیت سورۃ القلم کی

Marfat.com

۔ترجمہ

''نون، قلم کی قسم اور اس (مضمون) کی قسم جو (فرشتے) لکھتے ہیں''

سورۃ التین آیت نمبر (1) ترجمہ ''انجیر کی قسم اور زیتون کی قسم''

پھر وہ لکھتا ہے کہ وہ خدا کیسے بڑا ہو سکتا ہے جو تخلیق کی ہوئی معمولی چیزوں کی قسم کھاتا ہے۔

پھر وہ بائبل کا حوالہ دیتا ہے کہ بائبل کا خدا کسی چھوٹی چیز کی قسم نہیں کھاتا بلکہ

''اس نے کہا میں اپنی قسم کھاتا ہوں اور کہا کیونکہ تم یہ کرنے کے لیے تیار نہیں تھے، میں بھی یقین کے ساتھ وعدہ کروں گا کیونکہ تم نے اپنے اکلوتے بیٹے کو مجھ سے نہیں روکا۔''(4)

اس کے بعد نکولس نے نہ سمجھ میں آنے والی بحث کر کے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ کیونکہ خدا سے بڑا کوئی نہیں ہے اس لیے جو خدا چھوٹی چیزوں کی قسم کھائے وہ بڑا نہیں ہو سکتا جب کہ بائبل کا خدا خود کی قسم کھاتا ہے اس لیے بڑا ہے۔

اس کے بعد اس نے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 56 کا حوالہ دیا ہے۔

ترجمہ: ''بے شک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو، تم (بھی) ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔''

اس کے بعد جو اس نے لکھا ہے وہ میں نے دل پر پتھر باندھ کر لکھا ہے۔

''وہ لکھتا ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔خود درود بھیج رہا ہے اس لیے وہ۔۔۔۔۔۔۔۔کا غلام ہے۔''

(جہاں خالی جگہ ہے وہاں سے الفاظ حذف کر دیے ہیں)

اس کی پوری کتاب اسی طرح کئی مقامات پر اسلام کے خلاف ہرزہ سرایاں کی ہیں۔

کیا یہ کتاب بین المذاہب کی کسی تقریب میں حوالہ کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے۔ کیا کیرن آرم سٹرونگ کا تجزیہ صحیح ہے؟

قدرت کا یہ عجیب قانون ہے کہ لوگ جتنا مخالفت میں آگے بڑھتے ہیں اسلام اتنا ہی عروج پر جاتا ہے۔

ار۔سدرن نے کیا خوب کہا ہے کہ

Marfat.com

''جان آف سیگو ویہ، نکولس آف کوسا، جین جر بن اور انیس سلویس نے ایک دوسرے کو اپنی گرفت میں لے لیا مگر اسلام پر گرفت نہ کر سکے۔'' (5)

انیس سلویس Aneas Silvius (1405-1464) ایک اطالوی پوپ تھا اس کے خیال میں مسلمانوں پر فتح حاصل صرف جنگ سے ہو سکتی ہے۔ جان سیگو ویہ نے ایسے جنگ سے منع کیا تھا۔ ترکی میں سلطنت عثمانیہ قائم ہو چکی تھی اور اس وقت خلافت پر سلطان محمد ثانی کا نام تھا، 1460ء میں سلویس نے ایک خط سلطان کو لکھا۔

''اس خط کو 1953ء میں جی۔ توفینن نے شائع کیا۔ اس خط کی ابتداء مغرب کی عظمت کے ترانوں، اس کی قوت و شان و شوکت، مغرب کی ہیبت اور عالم پر اس کی فوقیت کے بیان سے ہوتی ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ قسطنطنیہ کی فتح کے بعد سلاطین عثمانی کا کوئی مد مقابل نہیں تھا۔ پوپ کا یہ کھوکھلا بیان صرف مغرب کا بھرم قائم رکھنے کے لیے تھا۔ اس نے لکھا،

''اب ہمارے کوائف سے اس قدر نابلد نہ ہونگے کہ عیسائی طاقتوں سے واقف نہ ہوں کہ اسپین کس قدر ثابت قدم، گال کتنے جنگجو، جرمن کتنے کثیر التعداد اور برطانیہ کتنا طاقتور، پولینڈ کس قدر جری، ہنگری کتنا متحرک اور اطالیہ کس قدر دولت مند، بلند حوصلہ اور حرب و ضرب میں ماہر ہے۔ ترکوں کو اپنی حالیہ آسان فتوحات کی بنا پر اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا چاہیے کہ وہ یورپی اقوام پر قابو پا لیں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یورپ نے ابھی جنگ کی ابتداء بھی نہیں کی ہے۔''

اس کے بعد پاپا رقم طراز ہیں کہ،

''بہر کیف ایک معمولی سی چیز ایسی بھی ہے کہ جو آپ کو اس دور کا عظیم ترین، نا قابل شکست انسان اور لازوال شہرت کا مالک بنا سکتی ہے۔ آپ پوچھیں گے کہ وہ کیا ہے۔ اس کا حصول کچھ مشکل نہیں۔ اس کی تلاش میں بھٹکنا نہیں پڑتا۔ یہ شے ساری دنیا میں عام ہے۔ ایک تھوڑا سا پانی، جس سے بپتسمہ لے کر آپ عیسائیت اختیار کر سکیں، اور انجیل پر ایمان لائیں۔ ذرا اتنا سا کر دیکھیے، پھر دنیا کا کوئی حکمران نہ ہوگا جو عظمت میں آپ سے زیادہ، یا سطوت میں آپ کے برابر ہو۔ ہم آپ کو شہنشاہ یونان و مشرق کے لقب سے مخاطب کریں گے۔

Marfat.com

جس سرزمین پر آپ کا قبضہ بالجبر ہے اس پر یہ قبضہ بالاستحقاق ہوگا۔تمام مسیحی آپ کے تقدس کو تسلیم کرلیں گے اور آپ کو اپنا عادل و منصف مانیں گے۔کامیابی آپ کے لیے اس وقت تک ممکن نہیں ، جب تک آپ مسلم شریعت کے پیرو ہیں۔بس ذرا ایک کر سچین ہو دیکھیے ، پھر آپ اپنے دور کے عظیم ترین انسان تسلیم کیے جائیں گے۔'' (6)

دوسری طرف جین جرمین Tean Germain ایک فرانسیسی بشپ تھا۔اس نے بھی جنگ کو واحد حل سمجھا جس سے مسلمانوں پر فتح پائی جا سکتی تھی۔حد سے زیادہ متعصب تھا مسلمانوں سے تو نفرت کرتا ہی تھا بلکہ ان عیسائیوں سے بھی نفرت کرتا تھا جو مسلم علاقوں سے گھوم پھر کر یا تجارت کے بعد آتے تھے اور مسلمانوں کے سلوک کی تعریف کرتے تھے۔اس کا انتقال 1461ء میں ہوا۔

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 18

واقعہ غرانیق

Marfat.com

Marfat.com

واقعہ غرانیق

اس سے پہلے کہ ہم اس واقع کی تفصیلات میں جائیں ہمیں اس کا پس منظر دیکھنا ہوگا۔ اسلامی تاریخ میں یہ واقعہ غرانیق کہلاتا ہے۔

جب مغرب کے سکالرز کے علم میں یہ واقعہ آیا تو انہیں تو جیسے موقعہ مل گیا کہ ایک شوشہ چھوڑنے کے لیے ضروری سامان ہاتھ آ گیا ہے۔

واقعہ غرانیق کو ''شیطانی آیات'' Stanic Verses کا نام سب سے پہلے کس نے دیا؟

ہمیں معلوم ہے ملعون و مردود مسلمان رشدی کی وجیہ شہرت اس کی کتاب ''Stanic Verses'' ہے مگر اس لفظ کو سب سے پہلے رشدی نے نہیں استعمال کیا۔

بلکہ اس لفظ کا استعمال کرنے والا سر ولیم میور تھا جس کے بارے میں آپ اس کتاب میں تفصیل سے پڑھ سکتے ہیں۔

واقعہ غرانیق دراصل قرآن حکیم کی ان آیات کو لے کر ہے جو سورۃ النجم میں ہیں اور ساتھ ہی سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الحج کا بھی حوالہ دیا جاتا ہے۔

آیئے پہلے دیکھتے ہیں کہ طبری نے کیا روایت کی ہے۔

''پیغمبر کو اپنے لوگوں کی بہت فکر تھی، جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھا کہ مکہ والے ان کے پیغام کو نہیں مان رہے تو ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اسلام کو مکہ والوں کے لیے آسان کر دیں، اس خواہش کو لے کر وہ فکر میں تھے۔ اس موقع پر سورۃ النجم نازل ہوئی، آپ نے اسے پڑھنا شروع کیا اور آپ ﷺ جب اس آیت پر پہنچے ''کیا تم نے لات و عزیٰ اور تیسری منات کو دیکھا ہے'' تو شیطان نے آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیے ''یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے'' یہ سن کر مکہ والے خوش ہو

Marfat.com

گئے، ار جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ فرمایا تو سب کے سب سجدے میں گر گئے، شام کو جبرئیل آئے اور کہا یہ آپ نے کیا کیا؟ یہ دونوں فقرے تو میں نہیں لایا تھا، اس پر آپ اداس ہوئے یہاں تک کہ سورۃ الحج کی آیت نمبر 52 نازل ہوئی جس کا ترجمہ ہے۔

''اور ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول یا کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ جب اس نے کچھ پڑھا ہو تو شیطان نے اس میں شبہ نہ ڈالا ہو، پھر اللہ شیطان کے شبہہ کو نیست و نابوت کر دیتا ہے۔ پھر اللہ اپنی آیات کو محکم کرتا ہے اور اللہ خوب علم والا اور حکمت والا ہے۔''

اسی طرح اللہ نے پیغمبر کے غم کو دور کر دیا۔ (1)

یہ تھا وہ واقعہ جسے طبری نے لکھا ہے، اس سے پہلے کہ ہم واقعہ کے غور طلب پہلو دیکھیں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ طبری نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں کیا لکھا ہے۔ پھر ہم غیر مسلم مصنفین کی کتابوں میں دیکھیں گے کہ انہوں نے کیا ڈرامہ ترتیب دیا اور آخر میں اس واقعہ کے غور طلب پہلو کا جائزہ لیں گے۔

طبری نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ

> ''میں نے اس کتاب میں وہ ہی کچھ لکھا ہے جو میں نے سنا ہے یا مجھے بتایا گیا ہے میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اس کتاب میں میں نے ماضی کے کسی آدمی یا واقعہ کا ذکر کیا ہے اور پڑھنے اور سننے والا اس کو قابل اعتراض یا تنقید و تردید کے قابل سمجھے تو یاد رہے کہ میں نے وہی کچھ لکھا ہے جو مجھے بتایا گیا ہے اور میں نے آپ تک اسے اسی طرح پہنچایا ہے جیسا مجھ تک پہنچا تھا۔'' (2)

اس سے پہلے کہ ہم یہ دیکھیں کہ مغرب کے مصنفین نے اس بارے میں کیا لکھا پہلے اپنے گریبان کا جائزہ تو لے لیں۔

> یہ قصہ ابن جریر، ابن سعد، الواحدی، سوسی بن عقبہ، ابو معشر، ابن المنذر، بزار، ابن ابی حاتم، طبری، ابن مرویہ، ابن اسحٰق نے نقل کیا ہے اور جن سندوں سے یہ نقل ہوا ہے وہ محمد بن قیس، محمد بن کعب قرظی، عروہ بن زبیر، ابو صالح، ابو العالیہ، سعید بن جیرا صحاک، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث، قتادہ، مجاہد، سدی، ابن شہاب، زہری اور ابن عباس آخری ہیں، ابن عباس کے سوا ان میں کوئی صحابی نہیں ہے۔ (3)

Marfat.com

اس قصے میں دو بڑی اہم باتیں ہیں پہلی یہ کہ وہ کلمات جو بتوں کی تعریف میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کیے گئے ہیں وہ ہر روایت میں مختلف ہیں۔ دوسرا یہ کہ ہر روایت علیحدہ علیحدہ صورت حال بیان کرتی نظر آتی ہے۔

ایک روایت کہتی ہے کہ یہ الفاظ شیطان نے آپ کے منہ میں ڈال دیے اور آپ سمجھے کہ یہ جبرئیل نے بتائے ہیں۔

دوسری روایت کہتی ہے کہ آپ کو نیند آگئی تھی جب آپؐ نے یہ الفاظ ادا کیے۔ تیسری روایت میں ہے کہ یہ الفاظ آپؐ کی اس خواہش کے زیر اثر تھے جو مکہ کے لوگوں کو اپنی طرف لانے کے لیے تھی۔

چوتھی روایت شیطان نے آپؐ کی آواز میں اپنی آواز ملا کر یہ الفاظ کہے۔ پانچویں روایت کے مطابق یہ الفاظ کسی مشرک نے خلافِ کعبہ میں چھپ کر کہے تو۔ ایسی پندرہ مختلف روایتیں ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کس کو صحیح مانیں اور کس کو نہ مانیں۔

اگر ایک کو صحیح مان لیں تو باقی کو نہ ماننے کا ثبوت کہاں سے لائیں۔

ان میں سے کوئی روایت یا کہانی نہ تو قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے۔ یہ تمام مفروضے صرف اس وقت قابل قبول ہو سکتے ہیں جب واقعے کی صحت صحیح ثابت ہو جائے۔

محدثین کبار، مثلاً بیہقی، قاضی عیاض، بن خزیمہ، علامہ عینی، علامہ نووی، امام رازی، قرطبی، شوکانی اور الوسی وغیرہ نے اس باطل قرار دیا ہے اور اسے نظر انداز کر دیا ہے۔

بیہقی نے لکھا کہ ''از روئے نقل یہ قصہ ثابت نہیں ہے''

ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ ''یہ زنادقہ کا گھڑا ہوا ہے''

امام رازی اور آلوسی نے اسے مفصل بحث کے بعد رد کر دیا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی نے نہایت مدلل طریقے سے بحث کر کے اسے باطل قرار دیا ہے۔ دیکھیے ''سیرت النبیؐ'' جلد اول صفحہ 223۔

لیکن دوسری طرف حافظ ابن حجر جیسے بلند پایہ محدث اور ابوبکر جصاص جیسے نامور فقیہ اور زمخشری جیسے عقلیت پسند مفسر اور ابن جریر جیسے امام تفسیر و تاریخ وفقہ اس کو صحیح مانتے ہیں اور اسی کو آیت زیر بحث کی تفسیر قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر کا محدثانہ استدلال یہ ہے کہ،

Marfat.com

''سعید بن جبیر کے طریق کے سوا باقی جن طریقوں سے یہ روایت آئی ہے وہ یا تو ضعیف ہیں یا منقطع، مگر طریقوں کی کثرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کی کوئی اصل ہے ضرور۔ علاوہ بریں یہ ایک طریقہ سے متصلاً بسند صحیح بھی نقل ہوا ہے جسے بزار نے نکالا ہے (مراد ہے یوسف بن حماد عن امیہ بن خالد بن شعبہ عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن بن عباس) اور دو طریقوں سے یہ اگرچہ مرسل ہے مگر اس کے راوی صحیحین کی شرط کے مطابق ہیں۔ یہ دونوں روایتیں طبری نے نقل کی ہیں۔ ایک بطریق یونس بن یزید عن ابن شہاب، دوسری بطریق معمر بن سلیمان وحماد بن سلمہ عن داؤد بن ابی ہند عن ابی العالیہ۔'' (4)

وہ اہل قلم جو واقعہ غرانیق کی تائید کرتے ہیں وہ سورۃ الحج کی آیت نمبر 52 کا حوالہ دیتے ہیں اور اس کے لیے دو تفسیریں سامنے لاتے ہیں۔

اسے دیکھتے ہیں وہ کیا ہیں۔

تفسیر الجلالیان میں سورۃ الحج کی آیت نمبر 52 کا ترجمہ تفسیر یہ ہے۔ آیت کا ترجمہ جو آپ پہلے پڑھ چکے ہیں اس کے بعد لکھا ہے۔

''ایک مجلس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے سامنے سورۃ النجم کی تلاوت کر رہے تھے، جب وہ اس آیت پر پہنچے جس میں لات، عزیٰ اور منات کا ذکر ہے تو شیطان نے آپ کے علم کے بغیر آپ کے منہ سے یہ الفاظ زاہدادا کرادیے کہ ''یہ اعلیٰ دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت مقبول ہے'' یہ سن کر قریش مکہ خوش ہوگئے، بعد میں جبرئیل آئے اور کہا کہ یہ الفاظ شیطان کی کارستانی ہے تو آپ اداس ہوگئے مگر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج کی ان آیات سے آپ کا غم دور کر دیا۔'' (5)

آیئے اب دیکھتے ہیں الواحدی کی اسباب النزول میں کیا لکھا ہے۔

سورۃ الحج کی آیت 52 کا ترجمہ اور پھر نیچے لکھا ہے۔

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۃ النجم کے واقعہ سے بہت اداس اور ڈرے ہوئے تھے۔ جس کے بعد قریش مکہ خوش تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری دیویوں کو مان لیا ہے کہ ان کا رتبہ شفاعت کے لیے

Marfat.com

مقبول ہے۔"

"اس کے بعد جبرئیلؑ تشریف لائے اور کہا سورۃ النجم کی تلاوت کیجئے جب آپ نے تلاوت فرمائی تو جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا میں نے یہ نہیں کہا تھا یہ تو شیطان کا کام ہے اس کے بعد سورۃ الحج یہ آیت نازل ہوئی۔"(6)

اوپر دی گئی دونوں تحریروں میں واقعہ کی روایات اور متن میں خاصا فرق ہے، اور یہ ہی چیز اس واقعہ کو باطل کرنے کے لیے کافی ہے۔

اس قصے کے جتنے راوی ہیں سب کے الفاظ الگ الگ ہیں اور راویوں نے اس واقعے سے مہاجرین حبشہ کی واپسی کو بھی منسوب کیا ہے، کہ وہ یہ واقعہ سن کر واپس آ گئے تھے اور پھر دوبارہ چلے گئے۔

حبشہ کی ہجرت 6ھ نبوی یعنی 615ء میں ہوئی، قریش کے لوگ جب انہیں واپس لانے میں ناکام ہو گئے تو 7ھ نبوی میں انہوں نے طے کیا کہ آپ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا جائے، اس سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعب ابی طالب میں پناہ گزیں ہوئے اور قریش نے بنو ہاشم سے ترک موالات کا اعلان کر دیا، 9ھ نبوی میں بائیکاٹ ختم ہوا۔

اب ظاہر ہے ان حالات میں کسی طور پر بھی ممکن نہیں ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحن کعبہ میں قرأت بالجہر فرمائی ہو۔

یعنی یہ واقعہ 9ھ نبوی کے بعد یا 10ھ نبوی کے بعد ہی ہوا ہوگا۔

سورۃ النجم 5ھ نبوی میں نازل ہوئی (تفصیل آگے ہے)

اس سے تو یہ صاف طے ہو جاتا ہے کہ واقعہ غرانیق یا تو ہجرت حبشہ سے پہلے ہوا یا پھر کبھی ہوا ہی نہیں ہے۔

بعض مفسرین یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ تبلیغ کے ابتدائی دنوں میں محمدؐ نے فرمایا تھا۔ "اے میرے چچا! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دیں تب بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑ سکتا، یہاں تک کہ اللہ اس کام کو پورا کر دے یا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سورۃ النجم کب نازل ہوئی؟

واقعہ غرانیق کا تعلق سورۃ النجم سے ہے اور اس کا نزول مغربی مصنفین ولیم میور اور نولدیکی کی تحقیق کے حساب سے مکی دور کے چوتھے حصے میں ہے اس کے بعد عنایت اللہ مشرقی نے وقتِ نزول پہلی سنہ نبوی سے

Marfat.com

چار سنہ نبوی لکھا ہے۔

مولانا مودودی نے ہجرت حبشہ کی معتبر تاریخی روایتوں سے وقت نزول 5 نبوی لکھا ہے۔

ہجرت حبشہ معتبر تاریخی روایتوں کی رو سے رجب 5 نبوی میں واقع ہوئی، اور مہاجرین حبشہ کا ایک گروہ مصالحت کی غلط خبر سن کر تین مہینے بعد (یعنی اسی سال تقریباً شوال کے مہینے ہیں) مکے واپس آ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ لا محالہ 5 نبوی کا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل جس کی آیت کے متعلق بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فعل پر بطورِ عتاب نازل ہوئی تھی، معراج کے بعد اتری ہے، اور معراج کا زمانہ معتبر ترین روایات کی رو سے 11 یا 12 نبوی کا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس فعل پر پانچ چھ سال جب گزر چکے تب اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا۔

اور زیر بحث آیت، جیسا کہ اس کا سیاق و سباق صاف بتا رہا ہے 1 ہجری میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی عتاب پر بھی جب مزید دو ڈھائی سال گزر لیے تب اعلان کیا گیا کہ یہ آمیزش تو القائے شیطانی سے ہوگئی تھی، اللہ نے اسے منسوخ کر دیا ہے۔

کیا کوئی صاحبِ عقل آدمی باور کر سکتا ہے کہ آمیزش کا فعل آج ہو، عتاب چھ سال بد، اور آمیزش کی تنسیخ کا اعلان 9 سال بعد؟ (7)

ڈاکٹر اجمیری کے مطابق سورۃ الحج پہلی سند ہجری میں نازل ہوئی اور یہ مدنی سورۃ ہے۔ (8)

اب کتنی عجیب بات ہے کہ عتاب کی آیت اور تنسیخ والی آیت واقعہ کے فوراً بعد نہیں اتریں بلکہ اتنے سال بعد اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اسی وقت ان آیات کا نزول ہوا تھا تو وہ سورۃ النجم ہی میں کیوں شامل نہ کر دی گئیں۔

اور جو علمائے کرام اس واقعہ کی تائید میں سورۃ الحج کا حوالہ دیتے ہیں وہ سورۃ الجن کی آیت نمبر 26 تا 28 کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے جس کا ترجمہ ہے۔

''وہ عالم الغیب ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، سوائے اس رسول کے جسے اس نے (غیب کا کوئی علم دینے کے لیے) پسند کر لیا ہو، تو اس کے آگے اور پیچھے وہ محافظ لگا دیتا ہے۔ تاکہ وہ جان لے کہ انہوں

Marfat.com

نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے، اور وہ ان کے پورے ماحول کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ایک ایک چیز کو اس نے گن رکھا ہے۔''

بہت سے اہل قلم اس واقعے کی تائید میں صحیح بخاری کی یہ حدیث بتاتے ہیں۔

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ النجم کی تلاوت کی تو آخر میں سجدہ کیا تو ان کے ساتھ تمام انسانوں، جنوں اور مشرکوں نے بھی سجدہ کیا۔''(9)

اس حدیث میں کہاں یہ لکھا ہے کہ حضورؐ نے دیویوں کو مان لیا،

اس حدیث میں کہاں یہ لکھا ہے کہ مشرک خوش ہو گئے،

اس حدیث میں کہاں یہ لکھا ہے کہ شیطان نے کلمات جاری کرا دیے،

اس حدیث میں کہاں یہ لکھا ہے کہ۔۔۔۔ کچھ ہی نہیں لکھا ہے۔

اور جب اہل قلم اسی حدیث کو تفسیر جلالیان اور الواحدی سے ملاتے ہیں تو ان دونوں تفاسیر پر جو بحث ہم نے ابھی کی ہے وہ تاریخی طور پر ثابت نہیں ہیں کہ سورۃ الحج کی آیات کا نزول اس واقعے سے ہے۔

تو جب یہ ثابت ہو گیا تو اس حدیث سے استدلال کیا معنی رکھتا ہے۔

اس طرح کی احادیث مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں بھی ہیں کہ جب آپ نے سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی اور خاتمے پر سجدہ کیا تو تمام مسلم اور مشرکین سجدے میں گر گئے۔

اس میں حیرت کی کیا بات ہے، ارے یہ تو دیکھو کیا پڑھا جا رہا ہے اور کون پڑھ رہا ہے، ذرا غور تو کرو۔ اللہ کا کلام پڑھا جا رہا ہے اور پڑھنے والا کون ہے، اندازِ بیان کس کا ہے، سرکار دو عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کہ سننے والا وجد میں آ جائے اور سجدے میں گر پڑے!

اسی لیے تو قریش کے لوگ انہیں جادوگر کہتے تھے!

اسی کلام کی تاثیر سے ہم واقف نہیں ہیں کیونکہ ہم مسلمان ہیں، افسوس صد افسوس ابھی پچھلے سال کا واقعہ ہے میں اپنے دوست Paul کے ساتھ جو عیسائی ہے راچڈیل کے ویلیج ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے گیا ہم نے پلیٹ اٹھائی اور لائن میں لگ گئے میرا دوست میرے پیچھے تھا اور اس کے پیچھے دیوار پر T.V میں ایک اسلامی چینل پر قرأت ہو رہی تھی میں نے دیکھا کہ پال اس قرأت کو سن رہا تھا اور جیسے کسی اور عالم میں گم ہو گیا

Marfat.com

تھا ٹھیک 3 منٹ بعد قرأت ختم ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا کیا ہوا؟ وہ بولا ''میں نہیں جانتا کیا ہوا مگر اس آواز میں اور الفاظ میں ایک جادو تھا جس نے مجھے تھوڑی دیر کے لیے ہپناٹائز کر دیا۔''

اب دیکھتے ہیں کہ مغربی مصنفین یا مستشرقین نے اس کو کس انداز سے پیش کیا ہے۔ کلائین نے اپنی کتاب ''مذہب اسلام'' میں لکھا کہ

''کسی آیت کی تنسیخ کا ابتدائی اہم واقعہ: وہ دیویاں معزز ہیں اور ان کی شفاعت مقبول ہے، والی آیت تنسیخ کی تنسیخ ہوتی ہے، جسے کچھ عرصہ تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کا ہی حصہ سمجھ کر تلاوت کرتے رہے۔''(10)

اس کے بعد کلائین نے یہ تجزیہ کیا ہے کہ دراصل یہ واقعہ بت پرستی اور بت پرستوں کے ساتھ وقتی طور پر مصالحت تھی۔(11)

شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ہے کہ حیات طیبہ کے ابتدائی واقعات اور بیرونی اثرات ''ابتدائی دور میں اعتقادات کی شکل کچھ ایسی ہے کہ عربوں کو جس طرح شیطان اور جنات پر یقین تھا انہیں بھی تھا، مکہ اور حرم ان کے لیے مقدس تھا جس کی رسومات کو انہوں نے اپنے مذہب میں باقی رکھا، پھر ایک مرتبہ کفر کی جانب لوٹ جانے کی خواہش زور پکڑ گئی جس پر جلد قابو پا لیا۔''(12)

منٹگمری واٹ نے اپنی کتاب ''اسلام کیا ہے'' میں لکھا۔

''اس بارے میں ہمیں شیطانی آیت کی کہانی کو سامنے رکھنا ہوگا۔ یہ واقعہ بنیادی طور پر صحیح ہے، کیونکہ کوئی بھی مسلمان اس گھڑنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ یہ معاملہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہے اور اس کی تصدیق قرآن میں موجود ہے۔''(13)

ولیم میور پہلا شخص جس نے اس واقعہ کو ''شیطانی آیت'' کا نام دیا۔ اس نے اپنی کتاب میں لکھا کہ

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ طے کیا کہ قریش والوں سے مصالحت کی راہ نکالیں۔ وہ قریش کے ساتھ دوستانہ ماحول میں سورۃ النجم کی قرأت کر رہے تھے جب وہ آیت 19-20 پر پہنچے تو ان کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے، ''کیا تم نے لات اور عزیٰ اور منات پر بھی غور کیا ہے؟ یہ معزز دیویاں ہیں اور بلاشبہ ان کی شفاعت مقبول ہونے کی

Marfat.com

امید ہے'' اس کے بعد آیت سجدہ تلاوت کی اور تمام قریش سجدے میں گر گئے۔''(14)

سیکسم روڈنسن نے اپنی کتاب ''محمد'' میں جہاں یہ لکھا کہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاشعور سے ابھرنے والی تحریر ہے اور لاشعوری طور پر وہ عیسائی اور یہودی تعلیمات رکھتے تھے ویسے وہ مخلص انسان تھے وہیں اس نے یہ بھی لکھا کہ غرانیق کے واقعہ کو صحیح ماننا چاہیے کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ مسلمان وحی کے معاملے میں کوئی الجھی ہوئی پیچیدہ چیز ایجاد کریں۔(15)

فریڈ ہیلڈ ے نے لکھا کہ

''گو کہ اس واقعہ کے نتائج نقصان دہ ہیں، پھر بھی واقعہ میں احتیاط ضروری ہے، یہ واقعہ خدا کے ساتھ حسد یا کینہ توزی نہیں بلکہ انسانی لغزش ہے، یہاں تک کہ پیغمبر بھی شیطان کے بہکانے میں آسکتا ہے لیکن آخر کار شیطان ناکام ہی ہوتا ہے۔(16)

بہت سے مستشرقین ہیں جنہوں نے اس واقعہ کو باطل قرار دیا ہے۔

الفرڈ۔ٹی۔ویلش کا کہنا ہے کہ اس واقعہ کا ذکر ابن اسحٰق کی سیرت النبیؐ میں نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ سورۃ النجم اور سورۃ الحج کے نزول میں کافی عرصہ کا فرق ہے۔(17)

جان برٹن نے لکھا ہے کہ

''طباری نے اس واقعہ کا ذکر سورۃ الحج میں کیا ہے (تفسیر میں) مگر سورۃ النجم میں نہیں کیا ہے، مختلف روایتیں سلسلہ وار جا کر ختم ہوتی ہیں محمد ابن کعب پر اور اس کا زمانہ دو نسلوں کے بعد کا ہے اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے سے اور اس لیے یہ واقعہ فرضی اور من گھڑت ہے اور اسے ختم کر دینا چاہیے۔(18)

ایل۔کیتانی نے بھی اسے من گھڑت قرار دیا ہے۔

جی۔آر۔ہوٹنگ کا کہنا ہے کہ

''یہ واقعہ ناقابل قبول ہے اس بنا پر کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ خدا پہلے کچھ نازل کرے اور

Marfat.com

پھراسے کسی اور شے سے بدل دے۔''(19)

اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور جا رہا ہے، ہمیں یہ بات یاد رکھنا ہے کہ اسلام کی روح توحید ہے، عام سے عام مسلمان بھی اس سے واقف اور اس پر قائم ہوتا ہے، اور اس میں مصلحت بھی نہیں چلتی!

اس حوالے سے جو کام میری نظر سے گذرا ہے اور کچھ کتابیں میرے مطالعے میں ہیں اس پر آئندہ گفتگو ہوگی مگر آپ چاہیں تو استفادہ حاصل کر سکتے ہیں ان کی تفصیل نوٹس کے حصہ میں ہے۔(20)

Marfat.com

باب نمبر 19

صلیبی جنگ

Marfat.com

Marfat.com

صلیبی جنگ

''ارض مقدس عیسائیوں کی سرزمین تھی، اس لیے ضروری تھا کہ اسے وحشی درندوں سے آزاد کرایا جائے اگر فرینک عیسائیوں کے فطری راہنما تھے تو یروشلم کو فتح کرنا فرینک قوم کا فرضِ اولین تھا۔''(1)

یہ تھا وہ نظریہ جس کے تحت صلیبی جنگیں لڑی گئیں۔ پوپ نے پوری قوم کو''قوم خداوندی'' قرار دے دیا اور صلیبی جنگوں کے لیے راہ ہموار کرلی۔ ارض مقدس عیسائیوں کی ہے اس پر دوسرا کیسے قابض رہے۔

یہ ایک جملہ میرے پورے اس مضمون کا احاطہ کررہا ہے کہ

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاں پیدا ہوئے اور جہاں سولی پر چڑھائے گئے اس لیے اس جگہ پر عیسائیوں کا ہی قبضہ ہونا چاہیے اور بیت المقدس کسی اور کے قبضہ میں نہیں رہنا چاہیے۔''

اب ہم صلیبی جنگوں کا جائزہ لیں گے اور آخر میں دیکھیں گے کہ کیا صلیبی جنگیں اس ایک جملہ کے لیے تھیں۔

پہلی صلیبی جنگ 1095-1099

دوسری صلیبی جنگ 1147-1149

تیسری صلیبی جنگ 1187-1192

گیارہویں صدی میں جس شخص نے اسلام اور پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے لکھا اس کا نام پیٹرس الفانسو (Petrus Alphonsi) ہے وہ کب اور کہاں پیدا ہوا اس بارے میں تاریخ خاموش ہے۔ الفانسو یہودی تھا پھر عیسائی ہوگیا عربی سے واقف تھا اس لیے اس نے عربی کتابوں کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا، جب یہ انگلینڈ آیا تو علما وعقلا نے اسے عزت دی اور اس کے ذریعے عربی کی کتابیں لاطینی

Marfat.com

اور پھر انگریزی میں ترجمہ ہوئیں۔

جان دمشقی اور ایسے ہی دوسرے لوگوں کی تحریروں نے عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف جتنا کر سکتا تھا کی دیا۔ یہ ہی تحریریں صلیبی جنگوں کو ہوا دینے کا کام کرنے لگیں۔

ان تحریروں میں اگر کچھ تھا تو صرف یہ تھا کہ

☆ قرآن غیر الہامی کتاب ہے۔

☆ اسلام کے ارکان اور عقیدوں کا مذاق اڑانا۔

☆ تاریخی واقعات کو غلط طریقے سے ثابت کرنا۔

☆ اسلام کو عیسائیت اور یہودیت کی ہی طرح کا مذہب بتانا۔

☆ اور وحی کو حقیقت کو نفسیات کے ترازو میں تولنا۔

پہلی صلیبی جنگ 1095-1099

دوسری صلیبی جنگ 1147-1149

تیسری صلیبی جنگ 1187-1192

چوتھی صلیبی جنگ 1202-1204

پانچویں صلیبی جنگ 1217-1221

چھٹی صلیبی جنگ 1228-1229

ساتویں صلیبی جنگ 1248-1254

آٹھویں صلیبی جنگ 1270-

نویں صلیبی جنگ 1271-1272

اور آخری 10 ویں صلیبی جنگ 1464ء میں ہوئی۔

1095ء میں پوپ اربن دویم (Pope Urban II) نے جب صلیبی جنگ کے لیے خطبہ دیا تو پورے مغرب میں ایک آگ لگ گئی۔

پوپ اربن دویم کے لیے یہ جنگ مذہب کی ضرورت تھی کیونکہ کلیسا کو اسلام سے سخت دشمنی تھی اس لیے نفرت جتنی پھیلائی جا سکتی تھی پھیلائی گئی دوسرا فائدہ پوپ کو یہ تھا کہ اس وقت کلیسا کے اثرات کم ہو رہے

Marfat.com

تھے اس لیے پوپ نے مذہبی جنون پیدا کر دیا۔

شہنشاہ الیگزئس Alexius مغرب کی مدد سے صرف سلجوقیوں سے بچنے کے لیے دفاعی قسم کا معاملہ چاہتا تھا۔

مگر پوپ نے آواز لگادی ''جو شخص صلیب نہیں اٹھائے گا وہ میرا پیرو نہیں ہے''

اس سارے معاملے کو پیٹر نے اچھالا اور بہانہ یہ تھا کہ سلجوقی حکومت بیت المقدس میں مسیحی زائرین کے ساتھ برا سلوک کرتی ہے۔ یعنی کسی کو بھی مورد الزام ٹھہرا دو، پھر اس کے ظلم کی داستانیں نشر کرو پھر حق و انصاف کے نام پر اس ملک پر چڑھائی کر دو۔

یہ 1905ء کی بات ہے مگر آپ کو کچھ یاد آیا، اکیسویں صدی میں بھی ایک آواز لگی تھی۔

امریکہ کے سابق صدر بش کی کہ ''یا تو تم ہمارے ساتھ ہو یا نہیں ہو'' دوسری آواز ٹونی بلیئر کی تھی کہ ''بغداد میں نیوکلیائی ہتھیار ہیں جو 45 منٹ میں برطانیہ تک پہنچ سکتے ہیں'' جسے ویپن آف ماس ڈسٹرکشن کا نام دیا گیا ہے۔

میری آئندہ کتاب ''اسلاموفوبیا'' اور '' کچھ بھی تو نہیں بدلا'' ضرور پڑھیے گا۔

صلیبی جنگ یا جنگوں کا پورا احوال آپ تاریخ کی کتابوں میں پڑھ چکے ہیں یا پڑھ سکتے ہیں، یہ وہ مضمون ہے جس پر دنیا میں بے انتہا لوگوں نے لکھا ہے۔ ہمارا کام اسے کسی اور زاویے سے دیکھنا ہے مگر ہم اسے دیکھنے کے لیے مغرب کی آنکھ کا استعمال کریں گے، یعنی غیر مسلم مصنفین نے صلیبی جنگوں کے حوالے سے جو لکھا ہے صرف وہی دیکھیں گے بعد میں اپنا نظریہ رکھیں گے۔

ڈاکٹر گستاولیبان، فرانسیسی محقق نے اپنی کتاب تمدن عرب میں ایک باب صلیبی جنگوں کے احوال کے لیے وقف کیا ہے۔

لیبان لکھتا ہے

''گیارہویں صدی عیسوی کے آخر میں یعنی وہ زمانہ جس میں پہلی صلیبی جنگ ہوئی، یورپ اور خاص کر کے فرانس کی تاریخ نہایت ابتر حالت میں تھی، سارا ملک جاگیروں میں بٹا ہوا تھا، اور ان میں نیم وحشی جاگیرداروں کے قلعے تھے اور یہ روز آپس میں لڑتے اور اپنی جاہل رعایا پر ظالمانہ حکومت کرتے، صرف ایک قوت یعنی پوپ کی مذہبی

Marfat.com

حکومت ایسی رہ گئی تھی جو کچھ مانی جاتی تھی لیکن اس قوت کا بھی زیادہ تر خوف تھا عزت نہ تھی۔'' (2)

یعنی جنگ سے پہلے جاگیرداروں، ظلم اور لڑائی جھگڑے تھے، پوپ کا خوف ہی تھا عزت نہ تھی۔

ایڈورڈ گبن نے لکھا ہے

''صلیبی سپاہیوں نے صلیب کا سہارا ضرور لیا لیکن ان میں زیادہ تر ایسے تھے جو اس جنگ کے ذریعہ سے اپنی خواہشوں کی جنت آباد کرنے کے خواہاں تھے، ان کا خیال تھا کہ مسلمان امرا کی دولت حاصل کر کے وہ بہت متمول ہو جائیں گے، ان کو اچھی سے اچھی شراب اور حسین سے حسین عورتیں ملیں گے، اس جنگ میں شریک ہونے والوں میں وہ لوگ بھی تھے جو جاگیرداری اور کلیسائی نظام سے آزردہ تھے، وہ کسان بھی تھے جو اپنے زمینی آقاؤں کے مطالب سے نجات چاہتے تھے اور اپنی پسند کا ایک علاقہ چاہتے تھے، وہ راہب بھی تھے جو کلیسا کے جبر سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے، وہ مقروض لوگ بھی تھے جو اپنے قرض خواہوں سے نجات چاہتے تھے، وہ مجرم بھی تھے جو اپنے جرائم کی سزائے نجات چاہتے تھے۔'' (3)

عراق اور افغانستان پر جارحانہ کاروائی کے نتیجے میں کچھ اس طرح کا نقشہ نظر آتا ہے۔

ایچ۔ جی۔ ویلس نے صلیبی لڑائیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس جنگ میں جوش شعلہ زن ضرور ہوا لیکن اس میں ادنیٰ درجہ کے جذبات بھی تھے، لاطینی گرجا کا مقصد تو یہ تھا کہ وہ بازنطینی گرجا کو اپنے زیرنگیں کرلے، اٹلی میں کچھ لٹیرے ایسے بھی تھے جو اٹلی کو لوٹ کر برباد کر رہے تھے، وہ اپنی لوٹ کے لیے کچھ اور متمول علاقے چاہتے تھے، غیر رواداری سلجوقیوں اور فاطمیوں نے وینس اور جنیوا کے تاجروں کے راستے روک رکھے تھے، جو بغداد اور مصر ہو کر یورپ میں تجارت کرتے تھے، وہ اپنی تجارت کے لیے قسطنطنیہ اور بحر اسود کے ذریعہ سے راستے چاہتے تھے، پھر شیلاٹ اور بوہیمیا کے علاقوں میں وبا پھوٹ پڑی تھی، وہاں بڑا معاشرتی اختلاف تھا، اس لیے مشرق کی طرف لوگ اسی طرح چل کھڑے ہوئے جس طرح آج کل سونے کی کان کی

Marfat.com

دریافت پر ہر قسم کے لوگ وہاں ٹوٹ پڑتے ہیں۔(4)

فلپ۔کے۔ہٹی P. K. Hitti نے اس حوالے سے یہ تجزیہ کیا کہ ان جنگوں میں جن لوگوں نے حصہ لیا وہ سب کے سب مذہبی وجہ کے لیے نہیں لڑے بلکہ ان کے کچھ لیڈر اور سردار اپنے لیے علاقے چاہتے تھے۔پیسیا، وینس اور جنیوا کے تاجروں کو اپنی تجارت سے دلچسپی تھی، رومان پسند، مضطرب اور مہم جو لوگوں کو مجتمع ہونے کا موقع مل گیا، مجرموں نے سوچا کہ اس کے ذریعہ سے ان کی بخشش ہو جائے گی، فرانس، لورین، اٹلی اور سسلی کے عوام اپنے اقتصادی اور معاشرتی حالات سے بددل تھے، صلیب کو اٹھانے میں ان کو راحت محسوس ہوئی، ان میں قربانی اور آثار کا جذبہ تھا۔(5)

لیبان کے نظر میں جنگ کی وجہ یہ تھی کہ

''اس میں وہی لوگ شریک ہوئے جو غریب اور مفلوک الحال تھے یا وہ تھے جو جنگ کے ذریعے دولت حاصل کرنا چاہتے تھے یا وہ راہب تھے جو خانقاہوں سے بیزار ہو چکے تھے۔''(6)

یہ وہ وجوہات ہیں صلیبی جنگ کی جو مسلمان نہیں غیر مسلم دانشوروں نے لکھیں ہیں۔

اور آج سے ہزار سال بعد جب کوئی غیر مسلم عراق اور افغانستان کی جنگوں کی وجوہات لکھے گا تو کچھ ایسا ہی لکھے گا!

آیئے دیکھتے ہیں اب یہ قافلہ فلسطین کی طرف روانہ ہوتا ہے جس کے سردار پیٹر ہرمٹ اور ایک سردار گوتیر ہے۔

اس قافلے کی روانگی کا احوال لیبان نے لکھا ہے کہ

''پہلے یورپ کے ان ملکوں میں جہاں سے انکا گذر ہوا، ان کی کسی قدر آؤ بھگت ہوئی لیکن جب یہ بلغاریہ پہنچے تو وہاں کے نیم عیسائی رعایا نے ایک ایسی بھیڑ کو مفت رسد دینے سے انکار کر دیا، اس سے ناراض ہو کر ان حامیان دین نے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے دیہات کو لوٹنا اور باشندوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔''(7)

ان حالات میں بلغاریہ والوں نے بھی انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ

Marfat.com

''جب ہنگری اور بلغاریہ کے علاقے ویران ہو گئے، وہ ایشیائے کوچک پہنچے تو انہوں نے دودھ پیتے بچوں کو قتل کیا اور ان کے جسم کے ٹکڑے ہوا میں بکھیرے اس طرح وہ نائیس تک پہنچ گئے۔''

''جس جتھے کی راہنمائی ایک راہب کر رہا تھا اس کے ساتھ وحشیوں کی ایک بھیڑ تھی وہ شراب پیتے، زنا کرتے اور لوٹتے مارتے آگے بڑھتے تو ہنگری اور بلغاریہ والوں نے ان کا اتنا قتل عام کیا کہ میدان میں ہڈیاں ہی ہڈیاں نظر آنے لگیں۔'' (8)

لیبان مزید لکھتا ہے کہ

ان کی تمام فوج کشیوں میں صلیبیوں کے افعال بالکل رذیل ترین اور احمق ترین وحشیوں کے سے تھے ان کا برتاؤ شرکاء جنگ کے ساتھ۔ دشمنوں کے ساتھ۔ بے قصور رعایا کے ساتھ۔ سپاہیوں۔ عورتوں۔ بچوں۔ بڈھوں کے ساتھ بالکل یکساں تھا۔ یعنی وہ سب کو بلا امتیاز لوٹتے اور قتل کرتے تھے خود اس زمانہ کے عیسائی مورخوں نے جو واقعات لکھے ہیں ان سے ان کی جاہلانہ زندگی ثابت ہوئی ہے۔ رابرٹ راہب کا چشم دید واقعہ جو اس نے مراتین صلیبیوں کے مظالم کی بابت لکھا ہے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ اس بیان سے اور نیز فتح بیت المقدس کے واقعہ سے جس کا ذکر ہم آگے کرینگے معلوم ہوگا کہ صلیبیوں کی جنگ وجدال کا کیا طریقہ تھا۔ رابرٹ لکھتا ہے۔

ہمارے لوگ (یعنی صلیبی) راستوں پر مکانوں کی چھت پر وہ مل رہے تھے اور مثل ایک شیرنی کے جس کے بچے چھین لیے گئے ہوں قتل عام کے مزے لے رہے تھے یہ بچوں کے ٹکڑے کر رہے تھے اور جوان وار پیر فوقیت دونوں کو برابر قتل کر رہے تھے۔ یہ کسی متنفس کو بھی نہ چھوڑتے اور جلد فراغت حاصل کرنے کی غرض سے ایک ہی رسی میں کئی آدمیوں کو لٹکا دیتے تھے اس واقعہ کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ اس قدر جم غفیر جو اکثر ہتھیار بند تھے کیونکر بلا عذر و بلا مقابلہ اپنی جانیں دے دیتے تھے۔ ہمارے لوگ جو پاتے لے لیتے اور مردوں کے پیٹ چیر کر ان میں سے روپے اور اشرفیاں نکالتے تھے۔ افسوس اسے طمع زر۔ ہر کے راستوں میں خون کے دریا بہتے تھے اور چاروں طرف لاشیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اور اندھو تم سب کو ایک دن مرنا ہے ان میں سے ایک فرد بشر ایسا نہ تھا جو مذہب عیسوی قبول کرتا۔ بالآخر بوہے بانڈ نے ان سب کو جنہیں اس نے قصر کے صحن میں جمع کیا تھا سامنے بلایا اور بڈھے عورت و مرد اور معذور اور بے کار اشخاص کو قتل کروایا اور جوان اور

Marfat.com

مضبوط تھے انہیں فروخت کے لیے انطاکیہ بھجوایا۔ ترکوں کا یہ قتل عام بارہویں دسمبر اتوار کے روز ہوا لیکن سب ایک روز میں قتل نہ ہو سکے اور باقی ماندہ کو ہمارے آدمیوں (یعنی عیسائیوں نے) دوسرے دن قتل کیا۔(9)

15 جولائی 1099ء میں فاطمی افواج نے ایک ماہ کے مقابلے کے بعد بیت المقدس کو صلیبیوں کے حوالے کر دیا۔

اس کے بعد کے واقعات کے بارے میں گبن لکھتا ہے کہ صلیب کے علم برداروں نے تین دن تک اتنا قتل عام کیا کہ ستر ہزار لاشوں کی وجہ سے وبا پھیل گئی، جب اس سے بھی ان کو تشفی نہیں ہوئی تو یہودیوں کو ان کی عبادت گاہوں میں جلایا گیا۔

اس حوالے سے تمدن عرب میں لیبان کا بیان ہے کہ یہ فوج بچوں، جوانوں اور بوڑھوں سب کو قتل کرتی رہی، چاروں طرف لاشیں دکھائی دیتیں، اس قدر خون بہا کہ لاشیں تیرتی پھرتی تھیں، بیت المقدس کے مسلمانوں کے علاوہ یہودی اور غیر مقلد عیسائیوں کا بھی قتل عام آٹھ روز تک ہوتا رہا، تقریباً ساٹھ ہزار آدمی مارے گئے۔

> لیبان یہ بھی لکھتا ہے کہ ان صلیبیوں کا برتاؤ اس مقدس شہر کے باشندوں کے ساتھ اس سے مختلف رہا جو حضرت عمرؓ نے کئی صدی پیشتر عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔(10)
>
> ڈاکٹر جیلانی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔
>
> ”یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ یہ محض مغرب کی جبلی بہیمیت و بربریت تھی یا اس میں اسلام کے خلاف اس پروپیگنڈے کا اثر بھی شامل تھا جو اہل مغرب کے اعصاب پر صدیوں سے سوار تھا، کیونکہ اہل مغرب کی آپس کی جنگوں میں اس قسم کے واقعات کہیں لکھے نظر نہیں آتے۔“(11)
>
> ریمانڈ واڑیل پوئی کا قیس لکھتا ہے۔

”جس وقت ہمارے آدمی دیوار اور برجوں پر قابض ہو گئے تو مسلمانوں میں عجیب واقعات نظر آنے لگے یعنی کسی کا تو سر کٹا ہوا تھا اور یہ تو بہت ہی خفیف مصیبت تھی۔ بعض کے چہرے مجروح تھے اور وہ بہ مجبوری اپنے کو دیواروں سے نیچے گرا رہے تھے۔ بعض دیر تک مجروح پڑے رہنے کے بعد جلا دیے گئے تھے بیت المقدس کے راستوں اور ہر جگہ پر سروں ہاتھوں اور پاؤں کے انبار لگے ہوئے تھے اور لاشوں پر سے چلنا پڑتا

Marfat.com

تھا مگر یہ بہت ہی کم ہے بمقابل اس کے جو وقوع میں آیا۔"

یہی قیس دس ہزار مسلمانوں کے قتل کا حال لکھتا ہے جنہوں نے مسجد حضرت عمرؓ میں پناہ لی تھی وہ لکھتا ہے۔

"حضرت سلیمان کی قدیم ہیکل میں اس قدر خون بہا تھا کہ اس میں لاشیں صحن میں تیرتی پھرتی تھیں۔ کسی کا ہاتھ کسی کا پیر۔ کسی کا دھڑ سب بے جوڑ اس طرح سے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے کہ انہیں پہچاننا بہت مشکل تھا وہ سپاہی جنہوں نے یہ قتل عام کیا تھا بمشکل خون کی بو اور بھاپ کی برداشت کر سکتے تھے۔"

صلیبیوں نے اس ابتدائی قتل عام کو ناکافی سمجھ کر ایک مجلس منعقد کی جس میں یہ امر قرار پایا کہ کل باشندگان بیت المقدس مسلمان یہود اور غیر مقلد عیسائی تہ تیغ کر دیے جائیں۔ ان کی تعداد قریباً ساٹھ ہزار تھی یہ قتل عام کا بازار باوجود حامیانِ دین عیسوی کی مستعدی کے آٹھ روز تک گرم رہا۔ عورتیں، بچے، بڈھے سب مارے گئے کوئی متنفس جانبر نہ ہوا۔

> اے۔ جی۔ گرانٹ نے تاریخ یورپ میں لکھا ہے کہ صلیبیوں کے نزدیک دشمن کو قتل کرنا خدا کی عبادت کے مساوی تھا، اسی لیے پوپ کو یہ تحریر بھیجی گئی کہ خدا ہمارے عجز و انکسار سے رام ہو گیا اور ہمارے عجز و الحاح کے آٹھویں روز اس نے شہر کو دشمنوں سمیت ہمارے حوالہ کر دیا اور اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ جو دشمن وہاں موجود تھے، ان کے ساتھ ہم نے کیا سلوک کیا تو اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ جب ہمارے سپاہی حضرت سلیمانؑ کے معبد میں داخل ہوئے تو ان کے گھوڑوں کے گھٹنوں تک مسلمانوں کا خون تھا۔(12)
>
> فلپ ہٹی نے بھی اس کی تصدیق یہ لکھ کر کی ہے کہ بیت المقدس کی فتح کے موقع پر بوڑھوں اور عورتوں کا قتل عام ہوا، لاشوں کے سر، ہاتھ اور پاؤں گلی کوچوں میں دکھائی دیتے۔(13)

اس موقعہ پر دو اور نام ہیں جن کا ذکر ضروری ہے یہ دونوں صلیبی جنگ کے عینی شاہد بھی ہیں اور شریک بھی رہے۔

Marfat.com

ریمنڈ آف اگولرز Raymond of Agvilers نے واقعات کو ہسٹوریا فرن کورم کے نام سے تحریر کیے ہیں۔

وہ لکھتا ہے۔

''ہمارے کچھ آدمیوں نے دشمنوں کے سر کاٹ دیے اور کچھ کو تیروں سے ہلاک کر دیا جس سے وہ ٹاور سے نیچے گر گئے۔ دوسروں کو آگ میں جلا کر تشدد کیا گیا، شہر کے گلیوں میں کٹے ہوئے ہاتھوں پیروں اور سروں کا انبار لگا تھا، مگر یہ بہت کم تھا اس مقابلے میں جو سلیمان کے مندر میں ہوا، وہاں کیا ہوا؟ اگر میں سچ سچ بتا دوں تو یہ آپ کے عقیدے کی طاقت کو اور بڑھا دے گا، تو میں صرف اتنا ہی کیوں گا کہ وہاں ہمارے لوگ گھٹنوں تک خون میں ڈوب گئے تھے۔ یہ خدائی فیصلہ تھا کہ یہ جگہ منکرین کے خون سے بھر جائے، شہر کی گلیاں خون اور لاشوں سے بھر گئی تھیں۔'' (14)

دوسرا عینی شاید گیوبرٹ Guibdert ہے جس نے ''گستا'' Gesta نامی کتاب لکھی ہے وہ لکھتا ہے۔

''انطاکیہ میں انہوں نے جس ترک یا سراسن کو پایا، قتل کر دیا۔ کوئی شخص کسی راستے پر، لاشوں پر گزرے بغیر چل نہ سکتا تھا۔'' ''البارہ میں کاؤنٹ سینٹ گلز (St. Gilles) نے ہر عرب مرد عورت، چھوٹے بڑے کو تہ تیغ کیا۔ اور پھر اس شہر کو دینِ مسیحی میں داخل کیا۔'' ''مارہ (Maarra) میں انہوں نے ہر فرد کو خواہ مرد ہو یا عورت، جہاں پایا قتل کر دیا۔'' ''بوہیمنڈ نے جنگی قیدی تک کر دیے۔'' (15)

یروشلم پر 90 سال عیسائیوں کا قبضہ رہا، اور پھر 20 ستمبر 1187ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس صلیبیوں سے واپس لے لیا۔

سلطان صلاح الدین کے حوالے سے بھی ہم غیر مسلم مورخین کی کتابوں سے دیکھیں گے کہ انہوں نے کیا لکھا ہے۔

سید صباح الدین، عبدالرحمٰن نے اپنی کتاب ''صلیبی جنگ'' میں نہایت تفصیل سے غیر مسلم مورخین کے خیالات کا ذکر کیا ہے ہم مختصراً دو حوالے ان کی کتاب سے لے کر پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

صلاح الدین جس فراخ دلانہ اور روادارانہ انداز میں بیت المقدس کے اندر داخل ہوا، اس کی تعریف تمام یورپین مورخوں نے کی ہے، گبن لکھتا ہے کہ انصاف کا تقاضا ہے کہ اس ترک فاتح کی رحم دلی کی تعریف کی جائے، اس نے مفتوحوں کو کسی مصیبت اور پریشانی میں مبتلا نہیں ہونے دیا، وہ ان سے بھاری رقمیں وصول کرسکتا تھا لیکن تیس ہزار کی رقم لے کر اس نے سترہ ہزار قیدیوں کو آزاد کیا، دو تین ہزار کو تو اس نے رحم کھا کر یوں ہی چھوڑ دیا، اس طرح قیدیوں کی تعداد گھٹ کر گیارہ سے چودہ ہزار تک رہ گئی، جب یروشلم کی ملکہ اس کے سامنے آئی تو اس نے اس سے نہ صرف انتہائی مہربانی سے باتیں کی بلکہ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اس نے جنگ کے یتیموں اور بیواؤں میں خیرات تقسیم کی، جنگ کے زخمیوں کے علاج اور دیکھ بھال کے لیے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کیں، وہ قرآن کے دشمنوں کے ساتھ ہر طرح کی سختی سے پیش آنے میں حق بجانب تھا، مگر اس نے جس فیاضانہ رحم دلی کا ثبوت دیا، اس سے وہ نہ صرف تعریف و تحسین بلکہ محبت کیے جانے کا مستحق ہے۔(16)

ایسٹنلی لین پول نے لکھا کہ

صلاح الدین نے کبھی پہلے اپنی تئیں ایسا عالی ظرف اور باہمت نائب ثابت نہیں کیا تھا، جیسا کہ اس موقع پر ثابت کیا، جب کہ یروشلم مسلمانوں کے حوالے کیا جا رہا تھا، اس کی سپاہ اور معزز ذمہ دار افسروں نے شہر کے گلی کوچوں میں انتظام قائم کر رکھا تھا، یہ سپاہی اور افسر ہر قسم کی زیادتی کو روکتے تھے، اسی کا نتیجہ تھا کہ کسی عیسائی کو کوئی گزند نہیں پہنچا، شہر سے باہر جانے کے کل راستوں پر سلطان کا پہرہ تھا اور ایک نہایت معتبر امیر باب داؤد پر متعین تھا کہ زرفدیہ دینے والے شہر سے باہر کسی روک ٹوک کے بغیر چلے جائیں۔(17)

لین پول یہ بھی لکھتا ہے کہ بعض وقت ایسے غربا بھی آتے جو زرفدیہ ادا نہ کرسکتے تھے، مسلمان سپاہی اور تاجر جو بکثرت شہر میں آ گئے تھے، وہ عیسائیوں کا مال اور اسباب خریدتے تھے تاکہ عیسائیوں کے پاس اتنا سرمایہ ہو جائے کہ وہ اپنی آزادی خریدنے

Marfat.com

عیسائی مذہبی طبقے کا حال اس طرح لکھا ہے کہ تقدس مآب بطریق یروشلم اخلاق اور ایمان دونوں سے عاری تھا، اس نے گرجاؤں کی دولت سمیٹی، سونے کے پیالے اور آب مطہر رکھنے کا سامان حتیٰ کہ مہد مسیح پر جو طلائی ظروف رہتے تھے، اپنے قبضے میں کیے، اس کے ساتھ اپنا ذاتی اندوختہ بھی بہت تھا، سب کو محفوظ کیا، یہ جمع کی ہوئی دولت اتنی تھی کہ اگر چاہتا تو بہت سے غریب عیسائیوں کا زرفدیہ دے کر آزاد کرا دیتا، جب مسلمان امرا نیا سلطان سے کہا کہ اس بے ایمان اور نالائق پادری کو لوٹ کا اتنا مال لے جانے سے روکا جائے تو سلطان صلاح الدین نے جواب دیا کہ میں جو قول دے چکا ہوں اس سے پھر نہیں سکتا، لین پول نے یہ بھی لکھا ہے کہ صلاح الدین کے بھائی العادل نے ایک ہزار غلام صلاح الدین سے مانگ کر آزاد کیے، پھر صلاح الدین نے خود شہر میں یہ منادی کرائی کہ تمام بوڑھے جن کے پاس زرفدیہ ادا کرنے کو نہیں، آزاد کیے جاتے ہیں، کہ جہاں چاہیں وہ جائیں، لین پول یہ بھی لکھتا ہے کہ جن عیسائی عورتوں کے شوہر مر چلے تھے، انہیں صلاح الدین نے بلا کر خزانے سے بافراط روپے دیے، جیسا کہ کچھ ان کا مرتبہ اور درجہ تھا، اس کے مطابق کسی کو زیادہ یا کم دیا اور وہ جہاں جہاں گئیں، اس عزت اور فیاضی کا چرچا کیا۔

اس کے بعد لین پول لکھتا ہے کہ سلطان صلاح الدین کے ان احسانات پر ہم غور کرتے ہیں تو وہ وحشیانہ حرکتیں یاد آتی ہیں جو شروع کے صلیبیوں نے 1099ء میں یروشلم کی فتح پر کی تھیں، جب گوڈفرے اور تنکرو یروشلم کے کوچہ و بازار سے گزرے تو وہاں مردے پڑے اور جان بلب زخمی لوٹتے تھے، ان بے گناہ اور لاچار مسلمانوں کو صلیبیوں نے سخت اذیتیں دے کر مارا تھا، ان کو زندہ جلایا تھا، جہاں قدس کی چھتوں اور برجوں پر مسلمان پناہ لینے چڑھے تھے، وہیں ان صلیبیوں نے انہیں اپنے تیروں سے چھید کر گرایا تھا اور جہاں ان کے اسی قتل عام نے مسیحی دنیا کی عزت کو بٹہ لگایا تھا اور اس مقدس شہر کو ظلم اور بدنامی کے رنگ میں انہوں نے رنگا تھا، جہاں رحم اور محبت کا وعظ جناب مسیح نے سنایا تھا اور فرمایا تھا کہ خیر و برکت والے وہ لوگ ہیں جو رحم کرتے

Marfat.com

ہیں۔لین پول نے یہ بھی لکھا ہے سالزبری کے اسقف ہیوبرٹ الٹر نے صلاح الدین سے یہ درخواست کی کہ تربت مسیح، بیت اللحم اور ناصرہ کی دینی خدمت میں شامی عیسائیون کے ساتھ دو رومن کیتھولک پادریوں کی بھی شرکت کی اجازت دی جائے تو اس نے منظور کیا اور تینوں مقامات پر رومن کیتھولک پادری مقرر کیے گئے۔لین پول نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ جب صلاح الدین کرک کے محاصرہ میں تھا تو یروشلم کے فرماں روا کی سوتیلی بہن ازابیلا کی شادی کی تقریب میں وہاں جشن منایا جارہا تھا، صلاح الدین نے اپنے اس دشمن کے پاس شادی کا کھانا بھیجا اور فوج کو حکم دیا کہ جس برج میں دلہا دلہن ہیں، ان پر تیر نہ پھینکے جائیں!(18)

اب ہم مضمون کے اختتام تک آ گئے ہیں اور ہمیں اس ایک جملہ پر غور کرنا ہے جس سے یہ مضمون شروع ہوا تھا۔

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاں پیدا ہوئے تھے اور جہاں سولی پر چڑھائے گئے اس لیے اس جگہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہی ہونا چاہیے اور یہ کسی اور کے قبضے میں نہیں رہ سکتا۔''

صلیبی جنگ میں یہ ہی نعرہ تھا، یہ ہی پوپ کا خطبہ تھا، یہ ہی صلیبیوں کی پکار تھی، تو پھر آج 2012ء میں آپ کی مقدس جگہ پر اسرائیلیوں کا قبضہ ہے، آج آپ کیوں صلیبی جنگ کا اعلان نہیں کرتے؟

12 ستمبر 2006ء یونیورسٹی آف دیگز نیسر نگ میں پوبینیڈکٹ XVI کو ایک بازنطینی بادشاہ مینویل ثانی کے یہ الفاظ یاد رہے تھے کہ

''مجھے بتاؤ کہ محمدؐ کیا نئی چیز لے کر آئے ہیں اور اگر تم دیکھو تو وہ غیر انسانی اور شیطانی ہیں''

مگر پوپ بینیڈکٹ XVI کو پوپ اربن کے الفاظ بھول گئے کہ

''ارض مقدس کی آزادی کے لیے جو شخص صلیب نہیں اٹھائے گا وہ میرا پیرو نہیں ہے۔''

پوپ بینیڈکٹ کے اس بیان پر پوری دنیا میں مسلمانوں نے احتجاج کیا تھا اور پوپ نے معافی مانگ لی تھی۔

Marfat.com

باب نمبر 20

دایرہ

Marfat.com

Marfat.com

دایرہ

ہپرخس (Hipparchus) 120 قبل مسیح میں یونان میں، ماہر فلکیات اور ریاضی دان گذرا ہے۔ سیارات کی حرکت چھ سو برس بعد تک خسوف کی تاریخیں، ستاروں کے فاصلہ، اجرام فلکی کی فہرست ان تمام مضامین پر اس نے کئی رسالے اور مقالے لکھے۔

دایرہ، جیومیٹری اور مثلث کے حوالے سے ابتدائی دور میں جس کا نام آتا ہے وہ تھیلز (Thales) ہے جس کے بارے میں تفصیل سے پچھلے باب میں ذکر ہوا ہے۔

مقدم زمانے کی جو تصنیف مسلمانوں کو مل سکی، وہ اقلیدس کی تصنیف تھی۔ مولانا شبلی نعمانیؒ نے لکھا ہے۔

> ''یہ مشہور فاضل حضرت عیسیٰ سے دو سو بہتر برس پہلے تھا، وہ اگرچہ یونان کا باشندہ نہ تھا، لیکن چونکہ تعلیم یونان میں پائی تھی اور اس کی تصنیفات بھی یونانی ہی زبان میں تھیں، اس لیے وہ یونانی ہی کہلاتا ہے۔
>
> مسلمانوں نے اس کی تصنیفات نہایت جد و جہد سے بہم پہنچائیں، اور عربی زبان میں ان کے ترجمے کیے گئے،
>
> ہندسہ میں اس کی مشہور کتاب جواب اس کے نام سے مشہور ہے، اس کا ترجمہ اول حجاج بن یوسف بن مطر نے ہارون الرشید کے لیے کیا، پھر اسی نے دوسرا ترجمہ مامون الرشید کے لیے کیا وار یہ ترجمہ زیادہ صحیح اور صاف ہے،
>
> اسحاق بن حنین نے بھی اس کا ترجمہ کیا، اور ثابت بن قرۃ نے اس کی اصلاح کی، حجاج کے نسخہ میں کل شکلیں 468 ہیں، ثابت کے نسخہ میں دس شکلیں زائد ہیں، کچھ مقالے ابو

Marfat.com

عثمان دمشقی نے بھی ترجمہ کیے،

علمائے اسلام نے نہایت کثرت سے اس کتاب کی شرحیں لکھیں، جن میں سے یزیدی ، جوہری، اہانی، ابوحفص الحرث خراسانی، ابوالوفا الجوزجانی، ابوالقاسم الانطاکی، احمد بن محمد الکراسیسی، ابو یوسف الرازی، قاضی عبدالباقی بغدادی، ابوعلی الحسن بن الہثیم المصری، ابوجعفر خازن اہوازی، ابوداؤد سلیمان بن عقبہ کا نام خصوصیت سے لیا گیا ہے، قاضی عبدالباقی کی شرح نہایت بسیط ہے، اس نے اشکال کی مثالیں اعداد سے دی ہیں، ابن ہثیم نے مصادرات کی شرح لکھی ہے، اور ایک کتاب میں اس کے مسائل پر اعتراضات لکھے ہیں، اور پھر جواب دیتے ہیں، ثابت بن قرۃ نے ان علل کی تشریح کی جن پر اقلیدس نے شکلوں کی ترتیب رکھی ہے۔" (1)

یہ ہی کتاب یورپ میں عرب ہی کی بدولت عربی زبان میں ملی۔

محمد الخوارزمی (Al- Khwarizmi) نویں صدی کے اوایل میں بغداد میں بیت الحکمہ (House of Wisdom) کے پہلے ڈائریکٹر میں سے تھا۔ یہ ایک ممتاز ایرانی ریاضی دان تھا۔ اس نے اہم یونانی اور ہندوستانی ریاضی کی کتابوں کا عربی ترجمہ کیا جس میں برہما گپتا کی کتاب بھی شامل ہے۔ خوارزمی نے خود بھی کتابیں تصنیف کیں جو کہ یورپ میں ریاضی کی ترقی کا باعث ٹھہریں لفظ الگورتھم اسی کے نام سے لاطینی صورت سے اخذ کیا گیا۔

یہ اس کی مشہور کتاب کا عنوان کا حصہ ہے جس میں اس نے مساوات کے حل کے لیے بنیادی الجبرائی طریقوں اور تکنیکوں کا تعارف پیش کیا۔ ریاضی کے حوالے سے اس کا سب سے بڑا کام ہندی عددی نظام کی وکالت تھی۔ ہندی اعداد 1 سے 9 تک ہیں جنہیں "ہندی اعداد" یا (Indian Natural Numbers) کہتے ہیں۔

ان اعداد کو اسلامی دنیا نے جلد ہی اپنا لیا۔

بارہویں صدی میں ایڈلر آف باتھ نے خوارزمی کی کتاب کا عربی سے لاطینی زبان میں ترجمہ کیا اور یورپ بھی ان نمبروں سے یعنی عدد 1 سے 9 تک سے متعارف ہوا۔

ایڈلرڈ آف باتھ (Adelard of Bath)

Marfat.com

ایڈلرڈ 1075ء میں برطانیہ میں پیدا ہوا، فرانس میں تعلیم پائی اور سیریا سسلی اور سپین کا دورہ کیا۔ اس نے علم فلکیات اور ریاضی کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ اس کی اہم ترجمہ شدہ کتب میں ال مجریتی شامل ہے۔'' اس نے اسلامی ماخذوں کی بنیاد پر Eulicid's Elements یعنی (جیومیٹری اور ریاضی کی شاخیں) کا لاطینی ترجمہ کیا۔ اس نے الخوارزمی کی ریاضی کی کتاب کا ترجمہ بھی کیا، اس نے اسلامی سائنس کی مدد سے کتاب لکھی جس میں سائنس کے سوالات ہیں اور اس کا نام ''قدرتی سائنس پر سوالات'' Questions on Natural Sceince۔(2)

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 21

ہنری اسٹب

Marfat.com

Marfat.com

ہنری اسٹب

ہنری اسٹب Henry Stubbe (1632-1676)

ہنری اسٹب ایک انگریز ڈاکٹر، ادیب اور سکالر تھا۔ مسلمانوں کی تاریخ کو سچائی سے سمجھنے والے اور غیر جانبدار ہوکر مطالعہ کرنے والے یورپین میں سب سے پہلا نام ہنری اسٹب کا ہے جس نے 1671ء میں ایک کتاب تحریر کی۔ The Rise and Progress of Mahometanism۔

ہنری اسٹب لنکن شایر (برطانیہ) میں پیدا ہوا، رسٹ منسٹر اور آکسفورڈ میں تعلم حاصل کی، کنگ جیمز کا ذاتی معالج رہا، اور اپنی خود کی پریکٹس بھی کی، حکومت کے خلاف لکھنے کے جرم میں جیل کی سزا بھی ہوئی۔ ہنری اسٹب نے خانہ جنگی کا زمانہ بھی دیکھا بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وہ خانہ جنگی کی پیداوار ہے۔

1671ء میں سٹب نے اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تعصب کے بغیر تعریفی کلمات لکھے کتاب کا نام آپ نے مضمون کے شروع میں پڑھا ہے۔ یہ کتاب 1672ء میں مکمل ہوگئی تھی مگر اس وقت شائع نہیں ہوسکی، یقیناً کچھ وجوہات رہی ہونگیں۔ سترہویں صدی میں اسلام کی حمایت میں ایک عیسائی اگر کچھ لکھے تو گویا بھونچال آ گیا۔ بہر حال اس وقت اس کتاب کا مسودہ ذاتی حیثیت سے کچھ لوگوں تک پہنچا اور پڑھا گیا۔

تقریباً 250 سال تک پوشیدہ رہنے کے بعد 1911ء میں لندن کے ایک عثمانی مسلمانوں کے گروہ نے اسے دریافت کیا اور شائع کیا۔ اس کتاب کو حافظ محمد خان شیرانی نے ایڈٹ کیا اور اس کا دیباچہ لکھا۔ یہ کتاب اسلامک سوسائٹی نے شائع کی تھی۔

حافظ شیرانی اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ

"یہ کتاب مسودہ کی شکل میں 250 سال پڑی رہی ہے اور اب پہلی مرتبہ کتاب کی شکل

Marfat.com

میں شائع ہو رہی ہے،

اس کتاب کی اشاعت کے لیے ایک فنڈ قائم کیا گیا اور برطانیہ کے مسلمانوں سے اپیل کی گئی، جس کا مثبت نتیجہ سامنے آیا۔

ایک خوشگوار بات یہ تھی کہ اس میں حلیل حالد بے (Halil Halid Bey) ترکی اخبار کے ڈائریکٹر اور دو رسالے صباح اور صراط مستقیم جو کہ ترکی میں تھے ان کا تعاون رہا۔

گو کہ یہ اسلامک سوسائٹی کے تحت شائع ہوئی ہے مگر یہ اسلامک سوسائٹی کی اپنی کتاب نہیں ہے۔ اس لیے کتاب میں جو خیالات ہیں وہ مصنف کے ہیں سوسائٹی کے نہیں ہیں۔'' (1)

سٹب کی کتاب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں چند تاریخی غلطیاں ہیں مگر اس کی وجہ وہ عیسائی تحریریں ہیں جن کو حوالے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، اگر ہم ان چند تاریخی غلطیوں کو نظر انداز کر دیں تو یہ ایک غیر جانبدارانہ کتاب ہے اور مغرب کا اولین اعتذار ہے۔

سٹب نے اپنی کتاب میں واضح طور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام مسیحیت کی نسبت مذہب کی خالص اور منطقی شکل ہے، وہ لکھتا ہے۔

''محمدی مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک طرف انسان کے عقیدے کے لحاظ سے اسے مجبور نہیں کیا جاتا کہ وہ ان دقیق اور الجھے چیدہ عقائد و نظریات کو اپنائے جن کے لیے اس کا سمجھنا مشکل ہو اور جو اکثر نظریہ علت و معلول کے منافی ہوں، دوسری طرف انسان پر ان مشکل، مہنگی اور افسانوی رسومات کی ادائیگی کا بوجھ بھی نہیں ڈالا جاتا لیکن اسے یہ ہدایت ضرور دی جاتی ہے کہ وہ مذہبی عبادت کے حوالے سے ان تمام شعار کو انجام دے جو خالق اور مخلوق کی طرف سے عائد ذمہ داری سے عہدہ براء ہونے کا یقینی طریقہ ہے۔ (2)

وہ مزید لکھتا ہے:

اب ہم اپنے تمام تعصّبات ایک طرف رکھتے ہیں...... ان کے عقیدے کے شعار سادہ

Marfat.com

ہیں جب کہ ان کے باعث نہ کسی کی مخالفت ہوتی ہے اور نہ ہی کسی کو ملحد قرار دیا جاتا ہے، یہ اس لیے ہے کہ اگرچہ ان کی قانون کی وضاحت کے لیے مختلف آراء موجود ہیں لیکن ان کے بنیادی عقائد میں کوئی فرق نہیں، ان کے درمیان اختلاف رائے اس حد تک نہیں پہنچا جس حد تک مسیحیت میں پایا جاتا ہے۔ جس کے باعث وہ دنیا بھر کے تمام مذاہب کی نسبت رسوا کن شکل اختیار کر لیتا ہے۔ خدا کے بارے ان کے نظریات وعقائد عظیم المرتبت اور شائستہ ہیں۔(3)

اس کی کتاب کا پہلا باب جس میں عیسائیت اور یہودیوں کے حوالے سے تفصیل ہے، اس میں اس نے تفصیلی وضاحت کی ہے کہ چرچ یعنی کلیسا نے عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو اور پیغام کو غلط طریقے سے پیش کیا ہے، سٹب کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی تھی،

سٹب یہ بھی کہتا ہے کہ کلیسا کی مختلف رسوم خاص طور پر عیسائی بناتے وقت جو رسم ادا کی جاتی ہے یہ تمام رسمیں عیسیٰ علیہ السلام کے کئی سالوں بعد متعارف ہوئیں۔

کتاب میں کل دس باب ہیں جن میں چار ابواب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہیں۔ ایک باب جہاد کی اخلاقی ضرورت کے بارے میں ہے۔

اس باب کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ

''محمدؐ نے اپنا مذہب تلوار سے نہیں پھیلایا''۔(4)

یہ باب اس کتاب کا شاندار حصہ ہے، اس نے واضح کیا ہے کہ عیسائی اقلیب مسلمان حکومت میں زیادہ محفوظ ہے بہ نسبت اپنے ہم مذہب حکومت ہیں۔

وہ لکھتا ہے کہ

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے اسلحے کے بل بوتے پر اپنے مذہب کو نہیں بلکہ اپنی سلطنت کو وسعت دی۔ ممکن تھا کہ مسیحیت اور دیگر مذاہب ان کی حکومت میں زیادہ امن و امان سے زندگی بسر کرتے ...... یہ ایک تسلیم شدہ اور یقینی سچائی ہے کہ بدمعاش یونانی اپنے بادشاہوں کی نسبت ترکوں کے زیرِ نگیں زیادہ بہترین انداز میں رہتے ہیں، اس سے پہلے ان کے شاہزادے ان کا مسلسل قتل عام کیے رکھتے اور ان

Marfat.com

کے ساتھ ظلم وستم پر مبنی رویہ اپناتے، لیکن اگر وہ آج جزیہ ادا کریں تو پھر وہ اب محفوظ و مامون ہیں۔ اور یہ بلا شبہ لوگوں کی نسبت شہزادوں اور معززین کے مفاد کی بات ہے، جس کے باعث آج تمام یورپی ترکوں کی رعایا بننے سے گھبراتے ہیں۔ (5)

عبدالحکیم مراد نے اپنے ایک مقالہ میں لکھا ہے کہ

سٹب کا تشخص مصنوعی یا افسانوی نہیں بلکہ روحانی ہے۔ اسے سادگی اور سچائی پسند ہے۔ اسے چارلس کے انتہائی سراسیمہ Anglicanism یا کیتھولک کے پتھریلے نقش رنگار کے بجائے مسجد کی سادہ دیوار پسند ہے۔ وہ غیر ذمہ دارانہ مثالیت پسندی کی نسبت اس مجموعی اخلاقیات کو اہمیت دیتا ہے، اس لیے کثیر الازدواجی کی تعریف اور سفارش کرتا ہے اور ایک ازدواجی پر مشتمل قانونی پابندیوں کے اخلاقی خطرات کا اظہار بھی کرتا ہے۔ وہ نفس پرستی بارے روایتی مسیحی نظریے اور عقیدے پر سخت نکتہ چینی کو ایک صدی قبل ان وقت قرار دیتا ہے، انگریزوں نے مجرو اہل کلیسا کا استدلال مسترد کر دیا تھا اور یادمایانہ اندازاندگی کو دونوں غیر فطری اور طفلی تصور کرتے ہوئے اسے کالعدم اور خارج از زندگی قرار دیا۔ سٹوبی کے نزدیک نبی کریم کا نظریہ اور عقیدہ فطرت کے عین مطابق اور عورت کے لیے محبت و پیاز خدا سے محبت کے مانند فطری ہے۔ (6)

ہنری سٹب کے ساتھ ایک نام اور قابل ذکر ہے اور وہ ہے جان ٹولینڈ کا نام۔ جان ٹولینڈ (John Toland)(1670-1722)۔

جان ایک فلسفی اور آزاد سوچ کے ساتھ جینے والا شخص تھا۔ اس نے بہت سی کتابیں فلسفہ سیاست اور فلسفہ مذہب پر لکھیں، جان آئرلینڈ میں پیدا ہوا اور آکسفورڈ، لیڈن، گلاسگو اراڈنبرا کی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی۔

1718ء میں جان ٹولینڈ نے ایک کتاب لکھی۔ Jewish Gentile and Mohametan Christianity

جان ٹولینڈ کی کتاب اور ہنری سٹب کی کتاب، دونوں کا تاریخی پس منظر بہت اہمیت رکھتا ہے، اس

Marfat.com

حوالے سے مغرب کے عیسائی اور مسلمان فضلا نے بہت کچھ لکھا ہے جو ابھی میرے مطالعے میں ہے اور آئندہ اپنی کتاب میں اس پر بحث ہوگی مگر اس کتاب میں میں صرف چند مثالوں پر اکتفا کروں گا۔

''جان بھی سٹب کی طرح یہ یقین رکھتا تھا کہ خدا کا پیغام تمام پیغمبروں کے درمیان ایک ہی تھا، آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر ایک ہی پیغام تھا، جتنے بھی پیغمبر آئے انہوں نے ایک ہی پیغام دیا کہ خدا کی واحدنیت، خیرات اور اخلاقی ذمہ داری ضروری ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کو صحیح راہ پر لانے کے لیے آئے تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیسائیوں کی غلطیوں کو صحیح کرنے آئے تھے جیسے تثلیث، پیدائشی گناہ اور صلیب کا نظریہ۔''(7)

انٹرنیٹ پر ایک ویب سائٹ ہے جو بے حد معلوماتی ہے اور ریسرچ کے لحاظ سے اہم بھی ہے اس کا نام نوٹس کے سیکشن میں ہے، اس پر ایک مضمون اسی حوالے سے موجود ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

''سٹب اور جان دونوں نے مقدس ماضی کے اسلامی تصور کو تسلیم کیا ہے۔''

''سادہ الفاظ میں اسلامی عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ اس کائنات میں ہمیشہ سے ایک ہی سچا مذہب رہا ہے اور حضرت آدمؑ سے پیغمبروں کے سلسلے کا آغاز ہوا، اس سلسلے میں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور آخری نبی کے طور پر حضرت محمدؐ مبعوث ہوئے۔''

''ان دونوں حضرات کی کتب میں موجود مرکزی خیال جو ان کتب کو آپس میں منسلک کرتا ہے، وہ خدا کی وحدانیت کے دائرے میں محدود تمام مذاہب کی سچائی کی بنیاد ہے۔ جس طرح مسیحیت، حضرت موسیٰ کی تعلیمات میں داخل شدہ یہ عقائد اور بد معانگیوں کی از سر نو اصلاح کرنے کے لیے وجود میں آئی، اسی طرح اسلام بھی چوتھی صدی عیسوی کی مسیحیت کی نئی اور اصلاح شدہ مشکل تھا۔''

''حضرت محمدؐ نے سٹوبی کی اصلاح کے مطابق ''حکمت عملی'' استعمال کی تا کہ اپنے نئے دین کو قائم اور دشمنوں کو شکست دی جا سکے۔ حضرت محمدؐ نے توہم پرست عربوں کو بت پرستش سے سچے مذہب کی طرف متوجہ کر دیا۔''(8)

مندرجہ بالا دونوں مضامین ابھی میرے مطالعے میں ہیں!

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 22

جارج سیل، لوئیس ماراسی، این جے داؤد، رچرڈ بیل

Marfat.com

Marfat.com

جارج سیل، لوئیس ماراسی، این۔ جے۔ داؤد، رچرڈ بیل

جارج سیل George Sale (1697-1736)

جارج سیل ایک برطانوی مستشرق ہے اور پیشہ کے اعتبار سے وکیل تھا۔ یہ پہلا مستشرق ہے جس نے سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ عربی سے انگریزی میں 1734ء میں کیا۔

سیل کے ترجمہ جس کا نام The Koran ہے اس میں سیل نے دیباچہ میں لکھا ہے۔

مختصر خلاصہ یہ ہوگا کہ سیل نے ترجمہ کرنے والوں پر تنقید کی ہے سیل کے خیال میں انگریزی میں ایک تازہ اور نئے ترجمہ کی ضرورت تھی کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ اس سے قبل جو لاطینی ترجمے ہوئے انہیں ترجمہ ہی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ وہ غلطیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

> اندرے کے ترجمہ کے لیے سیل نے لکھا کہ وہ ترجمہ ہی نہیں ہے اس میں ہر صفحہ پر غلطیاں ہیں الکزنڈر روز نے اندرے کی فرانسیسی ترجمہ سے انگریزی ترجمہ کیا جس کے متعلق سیل کہتا ہے کہ الکزنڈر عربی نہیں جانتا تھا اور فرانسیسی پر اسے عبور نہیں تھا اور اس ترجمہ میں غلطیاں اور زیادہ ہیں۔(1)

خود اپنے ترجمہ کے متعلق سیل کا کہنا ہے کہ ان کا مقصد اس غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے جو لوگوں میں پیدا ہوگئی ہیں۔

سیل نے اپنے سے پہلے کے مترجمین کی مذمت کی اور انہیں تنقید کا نشانہ بنایا جنہوں نے رسول اللہ کی ذات گرامی یا قرآن حکیم پر بے بنیاد الزامات لگائے۔

مگر جارج سیل کے خود کے انداز اور غلطیاں جنہیں وہ بے لوث کوشش کا نام دیتا ہے۔ دیباچہ میں مزید سیل لکھتا ہے کہ

> محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نعوذ باللہ) انسانیت پر ایک غلط مذہب کو ڈالنے کے حوالے

Marfat.com

سے کتنے ہی بڑے مجرم کیوں نہ رہے ہوں مگر پھر بھی ان کی ذاتی صفات سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور میں انہیں دادِ تحسین دیتا ہوں کہ وہ لائق اور نیک تھے۔ (2)

سیل جا بجا اسلام پر عیسائیت کی فوقیت ظاہر کرنا چاہتا ہے اس کی تبلیغ و اشاعت میں رکاوٹ پیدا کرنا چاہتا ہے۔

اس کے ترجمہ میں جا بجا غلطیاں ہیں یہاں تک کہ اس کا ترجمہ شروع ہی غلطی سے ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

"In the name of the most merciful God"(3)

اب وہ شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ترجمہ نہ کر سکے اس کے ترجمہ کا کیا اعتبار ہوگا۔

یایھا الناس کا ترجمہ اس نے "اے مکہ کے لوگو" "O People of Mecca" کیا ہے۔

کئی مقامات پر آیات کا ترجمہ ہی نہیں ملتا مثلاً سورۃ آل عمران میں کچھ آیات کا ترجمہ نہیں ہے۔

سیل نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر نماز میں سورۂ فاتحہ کے پڑھنے میں شک ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔(4)

سیل نے یہ ترجمہ انگلستان کی ایک آرگنائزیشن "علوم مسیحی کا ارتقا" کے محقق کی حیثیت سے کیا تھا۔ اسے ایک مدت تک مستند مانا گیا مگر 1960ء میں اسے قابل اعتراض قرار دے کر علما نے اس کے نسخے قاہرہ کی لائبریریوں سے نکلوا دیے تھے۔

وہیری (Rd. E. M. Wherry) نے سیل کے ترجمہ کو اپنی تفسیر کے ساتھ چار جلدوں میں شائع کیا ہے۔ یہ جلدیں میرے مطالعے میں ہیں اور آئندہ اللہ نے چاہا تو اس پر تبصرہ ہوگا۔

لوئیس ماراسی Louis Marracci (1612-1700)

ماراسی اطالوی مستشرق اور روم میں عربی کا پروفیسر تھا۔ اس نے عربی سے لاطینی زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے بائبل کا عربی ترجمہ بھی کیا تھا۔

ماراسی نے قرآن کے ترجمہ کے ساتھ سیرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی لکھی اور یہ کام اس نے 40 سال کی محنت سے کیا۔(1)

جارج سیل کا انگریزی ترجمہ ماراسی کے ترجمہ سے ہی ہوا تھا۔

ماراسی نے 40 سال اپنی زندگی کے قرآن اور سیرت پر لکھنے میں صرف کیے مگر انے دیباچہ میں لکھا کہ

Marfat.com

''میں نے یہ ترجمہ اسلام کو بدنام کرنے کے لیے لکھا ہے۔''

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک آدمی 40 سال اس مذہب کے بارے میں تحقیق میں لگاتا ہے جو اس کا اپنا بھی نہیں ہے اور پھر اس طرح کا جملہ لکھتا ہے، آخر کیوں؟

ماراسی نے ایک جگہ خود قرار کیا ہے کہ یہ کام میں نے عیسائی پڑھنے والوں کے لیے کہا ہے اور ایک موقعہ پر یہ بھی کہا کہ مجھے یہ پسند نہیں ہوگا کہ اسے کوئی مسلمان پڑھے۔(2)

ہوسکتا ہے کہ ماراسی نے دیانتداری سے ترجمہ کیا ہو مگر اسے شائع کرانا اس وقت کی مذہبی اور سیاسی صورت حال میں ناگزیر ہو۔ جان ڈیون پورٹ نے لکھا ہے۔

''سترہویں صدی عیسوی میں ماراسی کے ترجمہ قرآن کی اشاعت کی اجازت اس وقت تک نہ دی گئی جب تک اس نے قرآن کی ممانعت میں ایک دیباچہ شامل نہیں کیا۔(3)

نسیم جوزف داؤد(Nessim J. Dawood (1927-

داؤد ایک عراق کے یہودی گھرانے میں پیدا ہوا، 1945ء میں برطانیہ میں سکونت اختیار کی۔ غالباً یہ واحد یہودی ہے جس نے قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ 1956ء میں شائع ہوا۔

اس کا تعصب اس کے ترجمہ کے مقدمہ میں ہی نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے پہلے ایڈیشن میں سورتوں کی ترتیب نزولی اعتبار سے کی تھی بعد کے ایڈیشن میں سورۃ کی لمبائی کے حساب سے ترتیب دی تھی۔ بہر حال کم علمی اور تعصب کی مثال کے لیے اس کا ترجمہ دیکھا جاسکتا ہے۔

اس کے ترجمے میں بے انتہا غلطیاں اور دانستہ غلطیاں کی گئی ہیں۔

اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 217 میں داؤد کے ایک لفظ کے غلط ترجمہ سے پورا مفہوم ہی بدل گیا ہے۔

''آیت نمبر 217 میں داؤد نے ترجمہ کیا ہے''بت پرستی، قتل وغارت گری سے کہیں برا فعل ہے۔''

داؤد نے عربی کے لفظ فتنہ کا ترجمہ بت پرستی سے کیا ہے۔ جس سے مفہوم یہ ہو جاتا ہے اسلام قتل برداشت کرلے گا مگر بت پرستی نہیں اس آیت میں فتنہ سے مراد ظلم وستم اور آزاد کے ہیں دراصل قرآن میں ستم رسانی اور آزاد کو قتل سے کہیں زیادہ برا جرم قرار دیا جارہا ہے۔(4)

Marfat.com

اس کے علاوہ اس نے مختلف مقامات پر سورتوں کے عنوانات کا بھی غلط ترجمہ کیا ہے اور یہ تاثر دیا ہے کہ قرآن میں تشدد کو ابھارا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ الصّف کا معنی ''درجہ'' داؤد نے اس کا ترجمہ ''جنگی قطار'' کیا ہے۔ سورۃ الزمر معنی ہجوم یا بھیڑ مگر داؤد نے ''جتھا'' لکھا ہے۔ سورۃ العلق کا ترجمہ داؤد نے ''خون کے لوتھڑے'' کیا ہے۔

یہ ہی وہ مستشرقین ہیں جنہوں نے 11/9 کے بعد قرآن کی آیات کو اس کے پس منظر کے بغیر بیان کیا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قرآن غیر مسلموں کے خلاف تشدد کو جائز قرار دیتا ہے۔ داؤد کی کتابوں کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔ (5)

رچرڈ بیل (1876-1952) Richard Bell

رچرڈ بیل برطانوی عربی دان تھا، 1937ء میں قرآن کا ترجمہ کیا اور اس کی سورتیں اس نے زمانی حساب سے ترتیب دیں۔

اس کی کتابیں مغربی حلقے میں ایک عرصہ تک توجہ کا مرکز رہیں۔ چند کے نام یہ ہیں۔

قرآن کی سورتوں کی روایتی ۔۔۔ ترتیب کو سب سے پہلے مستشرق روڈویل نے تبدیل کیا تھا۔ اس کے بعد دوسرے مستشرقین نے بھی ایسے کئی ناکام تجربہ کیے۔

رچرڈ بیل نے بھی سورتوں کی ترتیب بدل کر ترجمہ کیا بلکہ اس نے تو قرآن کی بعض آیات کی ترتیب بھی بدلنے کی کوشش کی ہے۔

بیل کا دعویٰ ہے کہ قرآن (نعوذ باللہ) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصنیف ہے۔ اپنے ترجمے میں جا بجا اس نے آیتوں کی عجیب وغریب تشریح کی ہے۔

رچرڈ بیل کے ترجمہ کے حوالے سے الفریڈ گلوم نے لکھا ہے کہ

> ''بیل ایک اچھا اور محتاط عالم تھا، میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس کی سورتوں اور آیتوں کی قطع و برید اس قدر ناقص ہے کہ میں اس کا ترجمہ استعمال نہیں کر سکتا، سورتوں کو آگے پیچھے اپنے ذاتی مفاد کے لیے کرنا پھر آیات کو کاٹ کاٹ کر فقروں میں تبدیل کرنا ذہنی مزاحمت پیدا کرتا ہے گو کہ یہ عالمانہ کام ہے اس وجہ سے عقل مند کہیں گے کہ بیل سمجھتا ہے کہ قرآن اخذ شدہ ہے اور ان کا برا تبصرہ یہ ہوگا کہ ''یہ شخص اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔'' (7)

Marfat.com

باب نمبر 23

مارگولیتھ

Marfat.com

Marfat.com

مارگولیتھ

مارگولیتھ(David Smauel Margoliouth)

مارگولیتھ 17 اکتوبر 1858ء میں لندن میں پیدا ہوا اور اس کا انتقال 22 مارچ 1940ء میں 81 سال کی عمر میں ہوا۔

1889 سے 1937ء تک آکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی کا پروفیسر رہا، اسے عربی، فارسی، ہبیرو، ترکش اور دوسری کئی زبانوں پر مہارت حاصل تھی اس نے 1887ء میں ارسطو کے شعریات کے اس عربی ترجمہ کا انکشاف کیا جسے متی بن یونس نے لکھا تھا۔

1893ء میں اس نے قصیدۃ البردہ کے حوالے سے ایک مقالہ لکھا عربی مخطوطات کو ایڈٹ کر کے انہیں شائع کیا اور اس کے لیے اس کی کوششیں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گیں۔

لیکن اسلام اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے جو اس کی تحریریں ہیں وہ اس کے تعصب، علم کی فقدانیت اور تحقیق کے اصولوں سے انحراف کی دلیل ہیں۔

مارگولیتھ کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں۔(1)

وہ چرچ آف انگلینڈ میں بھی کچھ دیر رہا اور پادری کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ یونیورسٹی آف آکسفورڈ میں وہ 1889 تا 1937ء عربی کا پروفیسر رہا۔ اس کی تعلیم Winchester ونچسٹر میں ہوئی۔ جہاں وہ ایک محقق اور عالم تھا۔ اس نے مزید تعلیم نیو کالج، آکسفورڈ میں حاصل کی جہاں اس نے Greats میں ڈبل فرسٹ کے ساتھ گریجوایشن کی اور کلاسکی و مشرقی زبانوں میں بے شمار انعامات حاصل کیے جہاں اس نے عربی، فارسی، ترکی، امریکی، شامی کے علاوہ عمرانی زبانوں میں مہارت حاصل کی۔ اس کے پہلے کہ ہم مارگولیتھ کی کتابوں کے حوالے سے کچھ بات کریں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مارگولیتھ سے تقریباً 50 سال قبل ولیم

Marfat.com

میور نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے حوالے سے جو زہر اگلا تھا اس کا جواب مولا کیرانوی اور سر سید نے دیا تھا جو ہم پچھلے باب میں پڑھ آئے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ 50 سال بعد جو کہ مارگولیتھ کا زمانہ ہے کچھ تو تبدیلی آئی ہوگی، تحقیق کے میدان میں کچھ نئے اصول اور ضابطے بنے ہونگے۔

اسلام کے حوالے سے تحریروں میں تبدیلی ہوئی ہوگی۔

مگر افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہوا۔

یوں تو مارگولیتھ نے اسلام پر بہت کچھ لکھا مگر اس کی شہرت کی وجہ سے اس کی کتاب (Mohammad and the Rise of Islam) بنی جو 1905ء میں منظر عام پر آئی۔

مغرب نے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور خوب پذیرائی کی۔

دوسرا کارنامہ مارگولیتھ کا اس کا مقالہ تھا جس کا عنوان تھا (The Origins of Arabic Poetry)

''عربی شاعری کی بنیادیں'' یہ مقالہ 1925ء میں ''دی جنرل آف دی رایل ایشیاٹک سوسائٹی'' نے شائع کیا تھا۔(2)

پہلے ہم بات کریں گے اس کی کتاب کے حوالے سے یعنی جو اس نے محمدؐ پر لکھی ہے۔

ولیم میور کے باب میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح اس نے وحی کے معالے میں مرگی کے دوروں (Fits) کی بات کی ہے اور سر سید نے اس کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔

مارگولیتھ نے بھی وہی بات دہرائی ہے مگر اس کا انداز ذرا مختلف ہے۔

مارگولیتھ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ

''ہم نے وہ وجوہات دیکھ لی ہیں جن کی بنا پر ہم یہ یقین کرتے ہیں کہ۔۔۔۔ کہ بعض اوقات مرگی کے دورے پڑتے تھے مگر بعد میں وابستہ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ بعد میں دورے مصنوعی تھے۔''(3)

گو کہ مارگولیتھ نے Epilepsy کی بات کتاب میں شروع کے ابواب میں کرلی تھی مگر تیسرے باب میں اس نے یہ کہا کہ یہ دورے بناوٹی ہوتے تھے۔ ہم آگے چل کر اس کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

Marfat.com

دوسری جگہ اس قسم کی تحریر اس کے مقالہ جو اس نے محمدؐ پر لکھا تھا صفحہ نمبر 75-874 پر مارگولیتھ لکھتا ہے۔

''یہ طے شدہ ہے کہ محمدؐ جسمانی طور پر بے حد طاقت ور تھے کہ ان کی زیادہ تر زندگی (مدینہ کی) جنگ میں گذری''

''مگر ہم نے کبھی یہ نہیں سنا کہ وہ اتنے زیادہ دباؤ یا بوجھ سے تھک گئے ہوں، مرگی کے دورے وحی کی مناسبت سے ضروری تھے ورنہ دوسری کارروائیوں (جنگی) کے دوران ان کی ضرورت نہیں تھی۔'' (4)

اس کی مکمل وضاحت جمال الدین ہبن نے اپنی کتاب میں کی ہے دیکھیے (5)

یعنی مارگولیتھ یہ کہنا چاہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو (نعوذ باللہ) مرگی کے دورے پڑتے تھے مگر ایسا شروع میں ہوا ہوگا اور بعد میں نہیں پھر وہ یہ بھی اقرار کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ محمدؐ بہادر، ذہین اور مضبوط اعصاب کے مالک تھے جس نے پورے مدینہ کا نظام سنبھالا ہوا تھا اور جب انہیں Fits پڑتے تھے تو یہ صرف اس وقت ہوتا تھا جب وحی آتی تھی۔

اگر اوپر لکھی ہوئی مارگولیتھ کی دونوں تحریروں کو سرسری انداز سے کوئی پڑھے تو لگتا ہے کہ اس نے مرگی کے دوروں کی بات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے اور تعریفی کلمات بھی لکھے ہیں۔

مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے مارگولیتھ انتہائی چالاکی اور عیاری سے محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی شخصیت پر ایک سوالیہ نشان بنا رہا ہے۔

وہ یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ ایک ایسی شخصیت جو اتنے کم عرصے میں اتنی ترقی کر لیے، ریاست کا نظام سنبھالے، فتوحات کرے اور ہر طرح سے صحت مند ہو اس کو مرگی کے دورے کی بیماری نہیں ہو سکتی محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے (نعوذ باللہ) یہ ظاہر کیا تھا کہ دورہ کی حالت ہوتی ہے اس کا مطلب ہے وحی آتی ہے۔

گویا وحی کی حقیقت پر شک، اللہ کے رسول ہونے پر شک، اور پھر گویا پورے مذہب اسلام پر شک، یہ وہ فضا ہے جسے مارگولیتھ پیدا کر رہا ہے۔

غرض اس کی کتاب اور مقالہ میں شدید اسلام دشمنی کا مظاہرہ دیکھنے کو ملتا ہے اور اسے ہم بدترین علمی منہج کا مظاہرہ بھی کہتے ہیں حق بجانب ہونگے۔

انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ میں اس قرآن کے حوالے سے بھی بہت سے شکوک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

Marfat.com

صفحہ نمبر 876 اور 877 پر اس نے لکھا ہے کہ فلسفہ قرآن کے حوالے سے اس میں کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ملتی اور وہ بھی کہتا ہے کہ پیغمبرؐ کا نظریہ الٰہی ایک تشبیہی یا تجسیمی معاملہ ہے اس کی وضاحت وہ اس طرح کرتا ہے کہ اللہ نے جبرئیل علیہ السلام کو زمین پر پیغام لے کر بھیجا اور دوسرے فرشتوں کو جنگ میں مدد کے لیے بھیجا یہ سب زمینی معاملات ہیں آفاقی نہیں ہیں اور اس قسم کے معاملات جسمانی حالتوں کے متعلق ہیں۔ اس کے نزدیک قرآن مابعد الطبیعیات کے حوالے سے خاموش ہے۔ روحانی معاملات یا روح کے متعلق معاملات میں قرآن برائے نام ہی گفتگو کرتا ہے۔

کم وبیش اس قسم کے خیالات مارگولیتھ کے یہاں ملتے ہیں۔

کیا مارگولیتھ نے الکندی، ابن سینا، ابن رشد، الغزالی اور ال فارابی کو نہیں پڑھا ہے۔ جبل محمد بن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ

''کیا اس کی نظر میں قرآن کریم کی یہ آیات نہیں گذری ہیں جسے دنیا ایک ایسے اسلامی سکالر کے نام سے جانتی ہے جو اسلام کو مسلمانوں سے زیادہ جانتا ہے۔''(6)

1۔ سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی قسم۔

2۔ اور چاند کی قسم جب وہ سورج کی پیروی کرے (یعنی اس کی روشنی سے چمکے)۔

3۔ اور دن کی قسم جب وہ سورج کو ظاہر کرے (یعنی اسے روشن دکھائے)۔

4۔ اور رات کی قسم جب وہ سورج کو (زمین کی ایک سمت سے) ڈھانپ لے۔

5۔ اور آسمان کی قسم اور اس (قوت) کی قسم جس نے اسے (اذنِ الٰہی سے ایک وسیع کائنات کی شکل میں) تعمیر کیا۔

6۔ اور زمین کی قسم اور اس (قوت) کی قسم جو اسے (امر الٰہی سے سورج سے کھینچ دور) لے گئی۔

7۔ اور انسانی جان کی قسم اور اسے ہمہ پہلو توازن ودرستگی دینے والے کی قسم۔

8۔ پھر اس نے اسے اس کی بدکاری اور پرہیزگاری (کی تمیز) سمجھا دی۔

9۔ بیشک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشو ونما کی)۔

10۔ اور بیشک وہ شخص نامراد ہو گیا جس نے اسے (گناہوں میں) ملوث کر لیا (اور نیکی کو دبا دیا)

Marfat.com

11۔ ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث (اپنے پیغمبر صالح علی السلام کو) جھٹلایا۔(7)

مارگولیتھ نے اپنی کتاب Mohammad and the Rise of Islam کے تقریباً ہر باب میں اسلام کے خلاف مختلف طریقہ سے غلط چیزوں کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

محمدؐ کے بارے میں مارگولیتھ کے خیالات اوران کے حوالے دینے کے لیے میں نے دل پر پتھر رکھا ہے جہاں جہاں محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا نام آیا ہے۔ وہاں میں نے جگہ خالی رکھ دی ہے۔

حالانکہ میں نے تحقیقی بنیاد پر یہ مواد جمع کیا ہے اوراس میں اس احتیاط کی ضرورت نہ ہومگر میرا عشق مجھے روکتا ہے، مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔

مارگولیتھ کی کتاب کے صفحہ نمبر 60 سے 70 تک کا خلاصہ یہ ہے کہ

☆ بت پرست اورتو ہم پرست تھے، مشرکانہ رسم ورواج بھی ان کی زندگی میں تھے۔

☆ کے کچھ بچوں کے نام بتوں کے نام پر رکھے گئے تھے۔

☆ رات کو سونے سے پہلے ایک بت کے سامنے عبادت کرتے تھے۔

☆ نے ایک مرتبہ ایک بھیڑ کی قربانی ایک بت عزیٰ کے نام پر کی تھی۔

یہ ہے مارگولیتھ کی کتاب کا کارنامہ جسے یورپ میں اسلام کا سکالر مانا جاتا ہے۔

آیئے اب ہم مارگولیتھ کو جواب دیں!

محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے بچوں کے نام القاسم، زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہؓ، ابراہیم، طاہر ہیں۔

کیا یہ نام کسی طور پر کسی بت سے ملتے جلتے ہیں؟

کیا محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی ساری زندگی بت پرستی کے خلاف نہیں گذری؟

عربی شاعری اور مارگولیتھ!

''توحید کا وجود عرب میں اسلام سے پہلے سے تھا جسے اسلام نے اپنے اندر ضم کرلیا۔''

(مارگولیتھ)(8)

ڈاکٹر محمد مصطفےٰ ہدارہ نے مارگولیتھ کے حوالے سے ایک تنقیدی مقالہ لکھا ہے جس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد ثناءاللہ ندوی نے کیا ہے، جن کا تعلق مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ہے۔

جیسا کہ ہم نے اس مضمون کے شروع میں بات کی تھی مارگولیتھ کے اس مضمون کی جو 1925ء میں

Marfat.com

شائع ہوا۔

اس حوالے سے ڈاکٹر مصطفیٰ ہدارہ نے ایک تنقیدی مضمون میں اسکا پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ اس مضمون سے چند پیراگراف آپ کی خدمت میں حاضر ہیں!

مارگولیتھ: مفروضات کا نقطۂ نظر

مارگولیتھ اپنے مقالہ کا آغاز جن مفروضات سے کرتا ہے ان میں اس نے بعض قرآنی آیتوں کی غلط تشریح کی ہے اور اسی بنیاد پر غلط نتائج اخذ کیے ہیں۔ اس نے قرآن کریم سے جاہلی شعرا کے وجود پر استدلال کیا ہے۔ اس آغاز سے وہ دو باتوں کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہے: اولاً جاہلی شعرا کا انکار جن کی شاعری کے نمونے اور واقعات ہمارے سامنے موجود ہیں دوسرا اشارہ یہ ہے کہ اسلام کی آمد سے قبل کی بعض اشیاء کو ثابت کرنے یا ان کا انکار کرنے میں مارگولیتھ قرآن کا سہارا لینا چاہتا ہے حالانکہ قرآن کوئی تاریخ کی کتاب نہیں ہے، خود مارگولیتھ ایک عیسائی ہونے کے ناطے قرآن پر ایمان نہیں رکھتا پھر وہ ایک ایسے مصدر کا سہارا لینا کیوں چاہتا ہے جس کی صحت پر اسے یقین نہ ہو؟

پھر ہم مارگولیتھ کو دیکھتے ہیں کہ وہ کاہن، مجنون اور شاعر کو ایک ہی درجہ دیتا ہے اور استدلال کے طور پر قرآن کی یہ آیت پیش کرتا ہے:

(الطّور:30-29)

(آپ یاددہانی کراتے رہیں اپنے رب کے فضل سے آپ کاہن یا دیوانہ نہیں ہیں۔ کیا یہ لوگ آپ کو شاعر کہتے ہیں جس کے بارے میں گردش ایام کے متمنی ہوں؟)

اس آیت سے مارگولیتھ نے نتیجہ نکالا ہے کہ شاعر غیب کی باتیں بھی بتا دیتا تھا۔ مگر آیت میں ان تینوں (کاہن، مجنون و شاعر) کے مذکور ہونے کا مطلب کیا یہ ہے کہ وہ سب ایک ہی زمرہ میں آتے ہیں؟ پھر مارگولیتھ یہ نتیجہ کس طرح اخذ کرتا ہے کہ شاعر غیب کی باتیں بھی بتا دیتا تھا؟ مارگولیتھ نے سورۃ الشعراء کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

(کیا آپ کو بتادوں کی شیاطین کس پر نازل ہوتے ہیں؟ یہ نازل ہوتے ہیں ہر گناہ میں مست اور جھوٹے شخص پر)

مارگولیتھ کہتا ہے کہ آیت میں ''افاک اور اثیم'' سے مراد شعراء ہیں جن پر شیاطین کا نزول ہوتا ہے

Marfat.com

(21) حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت موجود ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ کچھ نہیں ہوتے۔ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ وہ ایسی باتیں بتادیتے ہیں جو صحیح ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کلمہ حق ہوتا ہے جسے ایک جن اچک لیتا ہے پھر عامل کے کانوں میں مرغی کے چوزوں کی سی آواز میں ڈال دیتا ہے پھر وہ لوگ اس میں ایک سو (100) سے زیادہ جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ''افاک اور اثیم'' سے مراد شاعر نہیں، اس پر شیطانوں کا نزول نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ غیب دانی کا دعویٰ کرتا ہے۔

مارگولیتھ اس بات کے لیے برابر کوشاں نظر آتا ہے کہ جاہلی شاعروں کے بارے میں حقائق کا کسی نہ کسی طرح قرآن ہی کی روشنی میں استنباط کیا جائے۔ چنانچہ قرآن کی آیت:

(ہم نے اس کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ ہی یہ اس کے مناسب ہے وہ تو ذکر اور قرآن مبین ہے)

سے یہ استدلال کرتا ہے کہ جاہلی شاعری ایک مبہم اور غیر واضح کلام تھی (24) استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ قرآن کو ''مبین'' (واضح) کہا گیا ہے مگر ظاہر ہے کہ قرآن کی طرف واضح ہونے کی صفت کو منسوب کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شاعری سے اس کی نفی کی جارہی ہے قرآن اور جاہلی شاعری میں صفت ''ابانہ'' (وضاحت) کے بارے میں تضاد کا شبہ اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جب قرآن کے بارے میں یہ وصف صرف اس جگہ آیا ہو جہاں شاعری کا حوالہ ملتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مقصود صرف قرآن کے واضح الدلالت ہونے کو ثابت کرتا ہے جس میں شاعری یا کسی دوسری چیز کی طرف اشارہ سرے سے معدوم ہے۔ مزید برآں ''مبین'' (واضح) کی صفت دوسری بہت سی آیتوں میں دسیوں قسم کے موضوعات کے لیے وارد ہوئی ہے جیسے سحر (جادو) ضلال (گمراہی)، عدو (دشمن)، نذیر (ڈرانے والا)، بلاغ (تبلیغ)، خسران (نقصان)، ثعبان (سانپ اژدہا) وغیرہ۔

مارگولیتھ نے یہ سمجھتے ہوئے کہ ''افاک اور اثیم'' سے مراد شاعر ہے مندرجہ ذیل آیات سے یہ استدلال کیا ہے کہ آیت میں جو استثنا ہے وہ شعرا پر منطبق نہیں ہوتا، آیت یہ ہے:

''شاعروں کی پیروری گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے رہتے ہیں اور وہ سب کہتے ہیں وہ جو نہیں کرتے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اللہ کا کثرت کے ساتھ ذکر کیا اور ظلم سہنے کے بعد غالب ہوئے اور ظالموں کو جلد ہی معلوم ہوجائے گا کہ ان کا حشر کیا ہونا ہے۔''

Marfat.com

مار گولیتھ کے نزدیک اگر یہ استثنا شعرا پر منطق نہیں ہوتا۔ تو پھر کس پر منطق ہوتا ہے؟ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے درمیان لغت اور قواعد کی رو سے کس طرح فرق کیا جائے گا؟ تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس استثنا میں ہر صاحبِ ایمان شاعر آتا ہے ''اگرچہ پہلے مشرک رہا ہو مگر ایمان لانے کے ذریعے توبہ کر لی ہو، اچھے کام کیے ہوں اور گزشتہ کام کی تلافی بکثرت ذکرِ الٰہی سے کر لی ہو۔ کیونکہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ نیز اس نے اسلام اور اہل اسلام کی تعریف کی ہو جب کہ اس سے پہلے وہ مذمت کر چکا تھا اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''وانتصروا بعد ما ظلموا'' کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ان کافروں کی تردید ہے جو مسلمانوں کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔ مجاہد اور قتادہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ یہ اس صحیح حدیث کے مطابق ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسانؓ سے فرمایا تھا کہ ان کی (یعنی کافروں کی) ہجو کرو جبرئیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔ امام احمد نے کعب ابن مالک سے ان کے والد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ایک بار انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ شعرا کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو خاص آیت نازل فرمائی ہے آپؐ اس کے سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اس شاعری کے ذریعے ان پر جو وار کرتے ہو وہ تیروں کی بارش کی طرح ہوتی ہے۔''

پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ ہدارہ نے مختلف کتابوں کے حوالے بھی دیے ہیں جو ہم نے نوٹس کے حصے میں لکھے ہیں۔

پروفیسر ہدارہ 1930ء میں پیدا ہوئے تھے، اور ایک ممتاز عرب عالم تھے۔ ڈاکٹر Haddora ،السکندریہ یونیورسٹی مصر میں عربی ادب کے پروفیسر اور کنگ سعودیہ یونیورسٹی، ریاض، سعودی عرب میں پروفیسر تھے۔ عرب لیگ کے کلچرل اتاشی کی حیثیت سے اپنی سفارت کارانہ حیثیت چھوڑنے کے بعد انہوں نے اپنا وقت علمی شعبے کے لیے وقف کر دیا۔ مزید برآں وہ ٹاٹا یونیورسٹی سے بھی وابستہ رہے۔

دنیا کی مختلف یونیورسٹی، جاپان، شنگھائی، جرمنی، سوڈان وغیرہ میں بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ نامی ایک تاریخی ناول لکھا جس کا نام مصری شہر کے نام پر رکھا گیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے عربی ادب اور تنقید میں کتب تصنیف کیں۔ انہوں نے بے شمار کتب کی تدوین کی اور 5 کتابیں جس میں الفریڈ کلوم کی کتاب سمیت عربی زبان کا ترجمہ کیا۔

Marfat.com

اس کے علاوہ جاپانی ادیب مچیکو حاچیا کی کتاب ''جاپانی ہیروشیما'' کا بھی ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے تین بین الاقوامی ناولوں کا ترجمہ کیا۔ انہوں نے علمی جرائد، کانفرنسوں، رسالوں اور اخبارات (عصر اور عرب دنیا) میں بے شمار علمی اور تنقیدی مضامین تصنیف کیے۔

مارگولیتھ کے حوالے سے آپ کا مقالہ اردو میں جسے پاکستان میں شائع کیا ہے اس کے چند حصے آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔

مارگولیتھ نے انتہائی کوشش کی ہے کہ اسلام کے خلاف جتنا لکھا جائے لکھو اگر اس مقالے کو ایک مرتبہ سرسری نظر سے پڑھا جائے تو لگتا ہے کہ اس نے جاہلی شاعری کے حوالے سے تنقید کی ہے مگر غور سے پڑھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس نے اسلام کے خلاف شعلوں کو ہوا دی ہے۔

اور دکھ کی بات یہ ہے کہ مسلمان اسکالر بھی اس کے جال میں پھنس گئے ہیں۔

عربی کے معروف ادیب، نقاد اور مصر کے سابق وزیر تعلیم ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے مارگولیتھ کی کتاب کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا ترجمہ عربی میں کر دیا۔

جب ان کی کتاب پر مسلمان علما نے اعتراض کیا تو انہوں نے قابل اعتراض حصے نکال کر اس نظریہ کی تائید میں اپنی طرف سے دوسری چیزوں کا اضافہ کر دیا۔ یعنی انہوں نے ظاہر کیا کہ وہ مارگولیتھ سے متفق ہیں۔

> خلاصہ یہ کہ طٰہٰ حسین یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس کو ہم جاہلی شاعری سمجھتے ہیں وہ دورِ جاہلیہ سے تعلق نہیں رکھتی اسلام کی آمد کے بعد گھڑ کر اسے جاہلی شاعری کا نام دیا گیا ہے اس لیے یہ اسلامی ادب ہے اور یہ مسلمانوں کی زندگی اور خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔(9)

طٰہٰ حسین (نومبر 14۔ 1889 تا اکتوبر 28۔ 1973) نسل کے لحاظ سے مصری عرب اور بیسویں صدی کے مصری مصنفین اور دانشوروں میں سے سب سے بااثر اور بارسوخ تھا۔ علاوہ ازیں عرب نشاۃ ثانیہ کے سرکردہ قائدین میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ وہ عرب دنیا میں جدید ترین تحریک کے روح رواں افراد میں سے تھا۔

اس کی کتاب ''فی الشاعریہ الجاہلیہ'' جو 1925ء میں شائع ہوئی۔

اس کتاب میں اس نے بالواسطہ یہ اشارہ دیا کہ قرآن کو تاریخ کے حوالے سے معروضی ماخذ کے طور پر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس کتاب نے الدزہر اور دیگر روایت پسند افراد میں شدید اشتعال پیدا کر دیا اور اسے

Marfat.com

اسلام کی توہین کرنے کے الزام میں اسے سزا دی گئی۔ 1931ء میں اسے قاہرہ یونیورسٹی کے عہدے سے محروم کردیا گیا۔اس کی کتاب پر پابندی لگادی گئی لیکن بعدازاں چند ترمیمات کے ساتھ اس نے اسے دوبارہ دوسرے نام سے شائع کیا۔

قاسم اقبال اور ایم۔ایس۔ایم۔سیف اللہ نے اس سازش کو یوں بے نقاب کیا۔

ملاحظہ کیجئے نوٹس کے حصے میں ''شاعری'' اور بحر کے حوالہ سے تفصیل۔

''عربی شاعری 16 مختلف بحروں یعنی، التویل، الباسط، الواخر، الکاہل، الرجس، الخفیف، الحازج، المتاکارب، المنصر یح، المکتاب، المقتدارک، المدد، الجنت، البرل، الجناب اور الساریہ میں منقسم ہے۔ان کے علاوہ نجومیوں، باقاعدہ نثر اور عموس تقریر کی بھی مثالیں موجود ہیں۔

قرآنی ڈھانچہ ان میں سے کسی بھی قسم کے مطابق نہیں۔قرآن کی اسی خصوصیت نے اسے ناقابل نقل بنادیا اور ملحد عرب کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ اس کا سامنا کیسے کریں۔

ابن اسحاق نے حضرت محمدؐ کے شدید ترین مخالف ولید بن مغیرہ کے تاثرات اپنے پاس یوں درج کیے:

''انہوں نے کہا ''وہ کاہن ہیں''۔اس نے کہا ''خدا کی قسم، وہ کاہن ہیں، کیونکہ ہم نے کاہن دیکھ رکھے ہیں اور ان کے باتیں کسی کاہن کی ناقابل فہم بڑبڑاہٹ اور نثر نہیں۔'' پھر انہوں نے کہا کہ وہ ''مجنوں ہیں''۔انہوں نے کہا ''نہیں'' وہ ایسے نہیں''، اس نے کہا ''ہم نے جنون کی حالت دیکھی ہے اور اسے جانتے بھی ہیں۔ ان کا نہ تو عبس دم ہوتا ہے، نہ انہیں کبھی دورہ پڑتا ہے اور نہ ہی وہ ہذیانی حالت میں گرفتار رہتے ہیں۔'' اب کی بار انہوں نے کہا ''وہ شاعر نہیں''۔اس نے جواب دیا ''نہیں وہ شاعر نہیں، ہمیں شاعری کی تمام اقسام اور معیارات کا علم ہے، اور ان کی باتیں شاعری نہیں۔'' انہوں نے کہا ''پھر وہ ساحر ہیں۔'' اس نے کہا نہیں وہ ساحر بھی نہیں کیونکہ ساحر اور ان کے سحر دیکھے ہیں، نہ وہ تھوکتے ہیں اور نہ ہی وہ لوٹ پوٹ ہوتے ہیں۔''(9)

Marfat.com

باب نمبر 24

سر ولیم میور

Marfat.com

Marfat.com

سر ولیم میور

سر ولیم میور(1819-1905) Sir William Muir ولیم میور ایک سکاٹش مستشرق تھا۔ وہ گلاسگو میں پیدا ہوا اور ایڈنبرا یونیورسٹیز و گلاسگو میں Kilmarnock Academy کے علاوہ Haileybury College میں تعلیم حاصل کی۔ 1837ء میں اس نے بنگال سول سروس میں شمولیت اختیار کی۔ اس نے شمال مغربی صوبہ جات کے گورنر کے سیکرٹری کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ علاوہ ازیں اس نے آگرہ ریونیو بورڈ کے رکن کے طور پر بھی فرائض ادا کیے۔ اس دوران وہ محکمہ سراغ رسانی کا بھی سربراہ رہا۔ 1865ء میں اسے حکومت ہند کا خارجہ سیکرٹری بنا دیا گیا۔ 1868ء میں اسے شمال مغربی صوبہ جات کا لیفٹیننٹ گورنر بنا دیا گیا۔ 1874ء میں اسے کونسل کا مالی رکن مقرر کیا گیا اور 1876ء میں اس وقت سبکدوش ہوا جب اسے لندن میں کونسل آف انڈیا کا رکن بنایا گیا۔ نو آبادیاتی انتظامیہ کے حوالے سے تھامسن نے موٹر کے سرپرست کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

میور کو ہمیشہ ہی تعلیمی معاملات سے دلچسپی رہی، اور صرف اس کی ہی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ الٰہ آباد کا سنٹرل کالج، جسے موٹر کالج بھی کہا جاتا ہے، تعمیر کیا گیا اور اس موٹر کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ بعد ازاں، موٹر کالج، الٰہ آباد یونیورسٹی کا حصہ بن گیا۔ 1884ء میں موٹر کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا رکن منتخب کیا گیا۔ 1885ء میں سر جان الیگزینڈر گرانٹ کے بجائے ایڈنبرا یونیورسٹی کا پرنسپل منتخب ہوا اور 1903ء میں سبک دوش ہونے تک اسی عہدے پر براجمان رہا۔

ولیم میور نے اسلام کے حوالے سے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔(1)

میور کی کتاب ''The life of Mohammad'' جب 1858ء میں شائع ہوئی تو صاف معلوم

Marfat.com

ہوتا تھا کہ مصنف نے مسیحی تعصب سے کام لے کر حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔

سرسید احمد خان اس کتاب کو دیکھ کر تڑپ اٹھے اور جس ردِعمل کا اظہار انہوں نے کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔

آپ نے اس کتاب کے جواب میں ''خطباتِ احمدیہ'' لکھی اور اسے لندن سے شائع کیا۔

یہ ہے عرصہ مشرقین کو جواب دینے کا!

''خطبات الاحمدیہ'' کے تعارف میں مولانا الطاف حسین حالی لکھتے ہیں۔

''جب سر ولیم میور کی کتاب لائف آف محمدؐ چار جلدوں میں چھپ کر ہندوستان میں پہنچی جس کی نسبت عیسائیوں میں مشہور تھا کہ اس نے اسلام کے استیصال میں قسمہ لگا رکھا تھا، اس وقت جو حال سرسید کی بے چینی اور جوش وخروش کا تھا وہ ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ غالباً 1867ء یا 1868ء میں سائنٹفک سوسائٹی کا سالانہ جلسہ تھا اور دہلی سے منشی امو جان مرحوم اور جہانگیر آباد سے نواب مصطفیٰ خاں مرحوم کہ یہ بھی اس وقت تک سوسائٹی کے ممبر تھے علی گڑھ گئے تھے۔ نواب صاحب کے ہمراہ میں بھی گیا تھا گو ان کے خیالات معلوم کرنے کا اکثر موقع ملتا تھا۔ وہ جب کسی اور کاموں سے فارغ ہو کر بیٹھتے تھے، اکثر سر ولیم میور کی کتاب کا ذکر کرتے تھے اور نہایت افسوس کے ساتھ کہتے تھے کہ اسلام پر یہ حملے ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کو مطلق خبر نہیں اسی وقت ہم نے بھی دیکھا کہ سرسید جاہلیت کے اشعار جن سے اس زمانہ کی بیہودہ اور نفرت انگیز رسمیں ظاہر ہوتی ہیں اور جو خطبات احمدیہ میں بجنسہ نقل کیے گئے ہیں۔ ایک مولوی سے انتخاب کرا رہے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کا پختہ ارادہ سر ولیم کی کتاب کا جواب لکھنے کا ہے۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار جب انہوں نے دیکھا کہ 1857ء کے ہنگامہ میں ہندوستان کے تمام اسلامی کتب خانے برباد ہو گئے ہیں اور جن کی کتابوں اس مضمون کے لیے ضرورت ہے وہ یہاں دستیاب نہیں ہو سکتیں تو ان کو ولایت جانے کا خیال ہوا چنانچہ ایک دو برس بعد ہی سید محمود کا ولایت جانا قرار پایا تو وہ بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گئے۔''(2)

اگر سرسید کے خطوط کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں سرسید کے وہ دوست اور احباب جو ولیم میور کی ماتحتی میں سرکاری عہدوں پر تھے انہوں نے سرسید کو اس کتاب کے لکھنے سے منع کیا تھا۔

Marfat.com

سرسید کہتے ہیں کہ" 1870ء میں جب کہ خطبات احمدیہ چھپ کر لندن سے شائع ہوئی تو ان پر لندن کے ایک اخبار میں ایک انگریز نے لکھا تھا کہ عیسائیوں کو ہوشیار ہونا چاہیے۔ ہندوستان کے ایک مسلمان نے انہیں کے ملک میں بیٹھ کر ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ اسلام ان تمام داغوں اور دھبوں سے پاک ہے جو عیسائی اس کے خوشنما چہرے پر لگاتے ہیں۔" (3)

ریورنڈ ہوپر نے کچھ اس طرح تبصرہ کیا کہ

"مسلمانوں سے نہایت تعجب ہے کہ سرسید احمد خان کو کافی ملحد اور بد مذہب سمجھتے ہیں، ہمارے نزدیک جو کام سید احمد خان نے اسلام کے سوا سب مذہبوں کو باطل یا غلط سمجھتے ہیں اور اسلام کا ماننا تمام بنی آدم پر فرض جانتے ہیں تو ان کا فرض تھا کہ جن کو وہ گمراہ سمجھتے تھے ان پر اسلام کی حقیقت اور اس کی خوبی ظاہر کرتے ان کے ملکوں میں جا کر انہی کی زبان میں واعظ کہتے اور انہی کی زبان میں اسلام کی حمایت پر کتابیں لکھتے۔ میں نہیں جانتا کہ تیرہ سو برس میں سید احمد خان سے پہلے کسی ایک مسلمان نے بھی ایسا کام کیا ہو۔" (4)

آخر میور نے اس قسم کی حماقت کیوں کی؟ اس کا جواب خود اس نے دیا ہے کہ اس نے یہ کتاب پادری فنڈز کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے لکھی تھی۔

میں جانتا ہوں کہ موضوع سے نہیں ہٹنا چاہیے مگر اس موقع پر اگر دو تین شخصیتوں کا تعارف نہ ہوا تو میرے دل پر بار رہے گا۔

1835ء میں ہندوستان میں ایک عیسائی پادری سی۔ جی۔ پیفنڈر (C.G. Pfander) نے "میزان الحق" (Mizanu'l Haqq) نامی کتاب لکھی۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ 1910ء میں انڈو ایشیاٹک پبلشرز نے شائع کیا۔ تقریباً 400 صفحات کی اس کتاب میں تین باب ہیں۔ پہلے دو باب اس معاملہ میں بحث کرتے ہیں کہ "بائبل خدا کی کتاب ہے اور عیسائیت ہی میں فلاح ہے۔"

آخری باب میں تعصب تنگ نظری اور اسلام دشمنی اپنے عروج پر ہے۔ پادری پنفنڈر نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کریم اللہ کا کلام نہیں ہے یہ آخری کتاب نہیں ہے اور (نعوذ باللہ) محمد صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم کے معجزات جھوٹے تھے۔اور ایسی ہی بہت سی چیزیں اس کتاب میں ہیں۔

مگر ایسے معاملات جب جب پیش آتے ہیں اللہ تعالیٰ با صلاحت افراد پیدا کرتا ہے جو اللہ کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں۔

ایسا ہی ایک نام ہے مرد مجاہد مولانا رحمت اللہ کیرانوی کا

؟؟

ڈاکٹر صاحب 1832ء میں جب میڈیکل کی ڈگری لینے لندن گئے تو واپسی پر عیسائیت پر قدیم اور جدید کتابیں اپنے ساتھ لے کر آئے جن سے مولانا رحمت اللہ صاحب نے پورا استفادہ کیا۔

اسلام اور عیسائیت کے درمیان مناظرے کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ جہاں تک تاریخ ہمیں بتاتی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے معلوم مناظرہ عباسی خلیفہ ال مہدی کے دور میں 780 میں ہوا تھا۔

یہ مناظرہ ال مہدی اور عیسائی پٹری آرچ ٹموتھی اول، جو کہ نسٹورین چرچ کا سربراہ تھے کے مابین ہوا تھا۔(6)

(A Powell, Arril, Muslims and Missionaries in India- uk Page 13)

19ویں صدی کا جو سب سے اہم مناظرہ تھا وہ آگرہ میں ہوا۔

آگرہ میں پادری علما کی خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے اور عوام میں پروپیگنڈہ کرتے پھرتے تھے کہ ہمارے مذہب کی حقانیت کا رعب اور اثر اتنا ہے کہ ہندوستانی علما ہمارے اعتراضوں کا جواب اور اپنے مذہب کی صداقت ثابت نہیں کر سکتے۔اسی دور میں مولانا رحمت الہ، ڈاکٹر وزیر خان کی دعوت پر آگرہ آئے۔ آگرے میں مولانا کے دو مناظرے ہوئے جو کہ چھوٹا مناظرہ اور بڑا مناظرہ کے نام سے مشہور ہوئے۔چھوٹا مناظرہ دو تین پادری مولانا رحمت اللہ اور ڈاکٹر وزیر خان کے درمیان ہوا۔جس میں پادریوں کو شکست ہوئی لیکن یہ بات ان لوگوں تک ہی محدود رہی تھی چنانچہ مولانا نے ایک بڑے مناظرے کا قصد اور تیاری کی تاکہ دنیا دیکھے۔"

یہ بڑا مناظرہ مولانا رحمت اللہ اور پادری فنڈر کے درمیان ہوا اس میں ڈاکٹر وزیر خاں بھی تھے۔

مناظرے میں یہ شرط بھی تھی کہ جو ہار جائے گا وہ دوسرے کا مذہب اختیار کر لے گا۔

یہ تاریخی مناظرہ جنوری 1854ء میں اکبر آباد آگرہ کے ایک محلّہ "عبدالمسیح" میں منعقد ہوا۔

Marfat.com

مناظرے میں ضلع کے حکام، انگریز افسر اور شہر کے معززین شریک ہوئے۔ ان میں چند نام یہ ہیں۔

عیسائیوں کی طرف سے سر ولیم میور، موسلی سمتھ، جورج کرسچین، ایچ۔ ایس۔ ریڈ وغیرہ۔

مسلمانوں کی طرف سے مفتی ریاض الدین، مولانا محمد اسد اللہ، مولانا قمر الاسلام، مولانا سراج الحق، منشی خادم علی، محمد قمر الدین۔

Christian Side:

1. Sir Willian Muir, Secretary to the Indian Governmemt and Orientalist.
2. Mosley Smith, a Judge at tha Sadr Court.
3. George Christian, Secretary to the Sadr Board of Revenue.
4. H. S Reid, The Inspector of Governmemt School.
5. Local missions such as T. G Clark of the Free Church of Scotland Missionary Society.

Muslim Side:

1. Mufti Riyaz al-Din, the Chief Mufti of Agra.
2. Maulana Muhammad Asadullah, the Chief Qadhi.
3. Maulana Qamar al-Islam, the Chief Imam of the Jami' Mosque, Agra.
4. Maulana siraj al-Haq and his father, Maulana Ahmad Bada'uni.
5. Munshi Khadim Ali and Muhammad Qamar al-Din, editors of two local Urdu Newspapers.

(Mohd Amin Yaacob, al-Firdaus.Com) (7)

مناظرہ میں جن پانچ باتوں پر بحث ہونا تھی وہ یہ تھیں۔

1.2۔ بائبل میں نسخ اور تحریف یعنی (Abrogation and Corruption)

3۔ تثلیث یعنی (Trinity)

4۔ رسالت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

5۔ قرآن حکیم

مناظرے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا رحمت اللہ نے ثابت کر دیا کہ بائبل میں تحریف ہوئی ہے اور یہ وہ بائبل نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی۔

Marfat.com

پادری فنڈر نے یہ قبول کیا کہ بائبل میں 7 یا 8 مقامات پر تحریف ہوئی ہے۔

جامع مسجد آگرہ کے خطیب مولانا قمر الاسلام نے ایک صحافی منشی خادم علی سے کہا کہ اسے شائع کر دیا جائے کہ پادری فنڈر نے اقرار کرلیا ہے۔

اس پر پادری فنڈر نے کہا کہ اتنا معمولی سا فرق یہ ثابت نہیں کرتا کہ موجودہ بائبل آسمانی کتاب نہیں ہے۔

سید حسن محمد قطب سابقہ وزیر صحیح سعودی عرب نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی کتاب ''اظہار الحق'' کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

''مناظرہ کی فتح جس نے ثابت کر دیا تھا کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے نے برطانوی حکومت کی طرف سے شدید ردعمل دکھایا۔

1857ء میں مسلمانوں کے خلاف ردعمل جس میں ہزاروں نامور مسلمان علما شہید کر دیے گئے۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی اس لسٹ میں سب سے اوپر تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بچالیا۔

وہ مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہاں مدرسہ قائم کیا۔

سلطان عبدالعزیز نے انہیں قسطنطنیہ بلایا اور اس مناظرہ کے حوالے سے کتاب لکھنے کی دعوت دی۔

مولانا نے ''اظہار الحق'' تصنیف کی۔''

انگلینڈ کے ایک اخبار نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔

''اگر لوگ اس کتاب کا مطالعہ کرتے رہے تو دنیا میں مسیحیت کی ترقی نہ ہو سکے گی۔''(8)

مناظرہ تین روز کے لیے تھا مگر دو روز کی شکست کے بعد پادری تیسرے روز مناظرے میں نہیں آیا بلکہ جہاں راستے میں اسے مولانا نظر آتے وہ کنی کترا کر گذر جاتا۔

آیئے لوٹتے ہیں میور کی طرف اور دیکھتے ہیں کہ اس نے اپنی کتاب میں کون سی غلطیاں کی ہیں۔ میور نے اسلام پر کافی کتابیں لکھی ہیں۔

اس کی دو کتابوں (Life of Mohammad 1858) اور (The Caliphate, its Rise, Decline and Fall 1891) میں یہ ثابت کرنے کی کوشش تو نہ کی مگر خوب تبصرہ کیا ہے کہ

Marfat.com

اسلام جبر کا مذہب ہے، مسلمان کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن ہوتا ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ یا تو مسلمان ہو جاؤ یا موت کو قبول کرلو۔ اسلام جبر سے پھیلا ہے۔

1972ء میں پی ہارڈی کی کتاب ''دی مسلم آف برٹش انڈیا'' شائع ہوئی جس میں میور کے چند ذاتی خطوط کا حوالہ ہے جو اس نے 1857ء کی جنگ آزادی کے دوران انڈیا سے برطانیہ اپنے بھائی کو لکھے تھے۔ ایک خط میں لکھا ہے کہ

> ''مسلمانوں نے یہ تصور کرتے ہوئے کہ ان کے لیے اپنے مقاصد میں حتمی کامیابی کے امکانات خاصے روشن ہیں، کھلم کھلا غدر میں شرکت کر لی ہے۔ مثلاً علی گڑھ میں مسلمان کافی عرصہ تک غالب رہے انہوں نے وہاں کے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا۔''(9)

لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے سچ اور جھوٹ سامنے آ گیا ہے خود مغرب کے مورخ اور ادیب اس بات کا اعتراف کرنے لگے ہیں کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اس سچ کی وجہ سے پھیلا ہے جو اس میں ہے۔

میور نے اپنی کتاب The Life of Mohammad میں واقعہ معراج کے حوالے سے بھی بحث کی ہے، میور نے لکھا ہے کہ

> ''جب محمدؐ نے اس واقعہ کا ذکر کرنا چاہا انہیں منع کیا گیا، میور نے معراج کے واقعہ کو حقیقت ماننے سے انکار کر دیا ہے اس کے نزدیک یہ مسلمانوں کی بنائی ہوئی ایک کہانی ہے۔''(10)

سرسید احمد خان نے ''خطبات احمدیہ'' میں اس کا مفصل جواب دیا ہے۔

> ''اگرچہ ہم نے روایتوں کی جو معراج سے متعلق ہیں بخوبی قدر و منزلت جیسی کہ ان کی ہے بیان کر دی ہے لیکن اب ہم ان تمام نامعتبر روایتوں کو اور ان تمام بے بنیاد قصوں کو جو ان میں مذکور ہیں بغرض تمام حجت واقعی تسلیم کر لیتے ہیں اور یہ بھی تسلیم کر لیتے ہیں کہ ان تمام قصوں پر اعتقاد رکھنا مسلمانوں کے ہاں ایک خاص امر دینی ہے اور پھر ہم ان متعصب عیسائیوں سے جو ان روایات کی بناء پر مذہب اسلام پر طعن و تشنیع کرتے ہیں پوچھتے ہیں کہ وہ کیوں اس قدر دند مچاتے ہیں جب کہ وہ خود اس سے بھی عجیب

Marfat.com

باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ کیا ان کا یہ اعتقاد نہیں ہے اور وہ اس بات کو دینی امر خیال نہیں کرتے کہ حضرت الیاس آسمان پر انسانی جسم و شک کے ساتھ بدوں چکھے ذائقہ موت کے ایک آتشیں گاڑی میں بذریعہ ایک آندھی کے اٹھائے گئے ہیں؟ اور کیا عیسائی اس بات پر عقیدہ نہیں رکھتے کہ حضرت عیسیٰ مسیح مرنے کے بعد اٹھے اور آسمان پر چلے گئے اور خدا تعالیٰ کے دست راست کی طرف بیٹھے یعنی خود اپنی ہی دست راست کی طرف کیونکہ وہ خود خدا تھے؟ (متی باب 28 آیت 7 مرقس باب 16 آیت 19)

اس واسطے ہم تمام عیسائیوں کو جو ایسی خراب اور ایذا رساں نظیر کی تقلید کی جاب مائل ہیں ان کے احکام مرقومۃ الذیل کی پیروی کرنے کی صلاح دیتے ہیں کہی ''تو اس ذرہ کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہے دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ میں جو شہتیر ہے اس کو نہیں دیکھتا۔ تو اپنے بھائی سے کس طرح کہہ سکتا ہے کہ بھائی تو مجھ سے اپنی آنکھ کا ذرہ نکلوا لے جب کہ تجھ کو خود اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اے مکار پہلے تو اپنی آنکھ میں شہتیر تو نکال لے تب تجھ کو اپنے بھائی کی آنکھ کا ذرہ نکالنے کے لیے صاف نظر آنے لگے گا۔''

(لوقا باب 6 آیت 41،4)(11)

سید امیر علی نے اسی حوالے سے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ

''عیسائی اگر الیاس علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی طور پر آسمان پر اٹھائے جانے کا یقین رکھتے ہیں تو انہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج کے واقعہ سے کیا مسئلہ ہے۔''(12)

آیئے دیکھتے ہیں کہ بائبل میں کیا لکھا ہے۔

17:1 After six days, Jesus took with him Peter, James, and John his brother, and brought them up into a high mountain by themselves.

17:2 He was transfigured before them. His face shone like the sun, and his graments became as white as the light.

17:3 Behold, Moses and Elijah appeared to them talking with thim (Mathew)

11: "Men of Galilee," they said, "why do you stand here looking the sky?

Marfat.com

This same Jesus, who has been taken from you into heaven, will come back in the same way you have seen him go into heaven. (ACT)

اس موقعہ پر ہمیں ایک اور دلچسپ اور معلوماتی کتاب کا ذکر کرنا چاہیے۔

The Varieties of Religious Experience

یہ کتاب ولیم جیمز (Willian James) نے 1902ء میں لکھی تھی۔

جس میں اس نے سائنٹیفک طریقہ کار اور مذہب کے حوالے سے تجربات کا ذکر کیا ہے۔

میوز اگر دچاہتا تو اس طرح کی کتابوں سے فائدہ اٹھا سکتا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاید دنیا سے کٹ کر رہ رہا تھا یا اسلام سے تعصب اسے اس بات کی اجازت نہیں دے رہا تھا کہ وہ آنکھیں کھولے۔

میور نے اپنی کتاب میں ابن ہشام کی روایت کا سہارا لے کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرح کا عارضہ (Epileptic) یا (Epileplcy) ہو گیا تھا۔

سرسید نے اپنی خطبات احمدیہ میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ انہوں نے ابن ہشام کی روایت کے حوالے سے لکھا ہے کہ میور نے ابن ہشام کی روایت کو سمجھنے میں اور عربی کے لفظ کا ترجمہ کرنے میں سخت ترین غلطی کی ہے۔

سرسید احمد لکھتے ہیں "ہمارے ذی علم اور لائق مصنف سر ولیم میور صاحب نے جو ہشامی کی روایت سے (اگر وہ بالکل صحیح بھی مال کیا جائے) یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو صرع کا عارضہ ہو گیا تھا وہ کیسا غلط اور بے اصل ہے۔

سر ولیم میور صاحب فرماتے ہیں کہ ہشامی اور دیگر متاخرین بیان کرتے ہیں کہ حلیمہ کے شوہر کو گمان ہوا کہ اس لڑکے کو 'عارضہ ہو گیا ہے'' جس لفظ کا ہم نے عارضہ ترجمہ کیا ہے وہ انگریزی لفظ ''فٹ'' ہے جو سر ولیم میور صاحب نے اپنی کتاب میں استعمال کیا ہے ''فٹ'' کے معنی اخت مین کسی مرض کے ایسے سخت اور یکبارگی حملہ کے ہیں جس سے بدن کپکپانے لگے اور بعض اوقات غشی طاری ہو جائے جس سے غالباً صاحب ممدوح نے صرع مراد لی ہے مگر ہشامی میں جو لفظ واقع ہے اس کا ''فٹ'' ترجمہ کرنا بالکل غلط ہے۔ سر ولیم میور صاحب کو اس لفظ کے صحیح پڑھنے میں بالکل غلطی ہوئی ہے جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے۔

ہمارے پاس سیرت ہشامی موجود ہے جو 1858ء میں بمقام گانجن زیر اہتمام ونگرانی ڈاکٹر فرڈی

Marfat.com

نینڈ وسن فیلڈ کے چھپی ہے اس کتاب سے ہم وہ عبارت جو اس بحث سے متعلق ہے بلفظ نقل کرتے ہیں۔

"قالت و قال لی ابوه یا حلیمة لقد خشیت ان یکون هذا الغلام قد اصیب فالحقیه باهله"

یعنی حلیمہ نے کہا اس کے باپ (یعنی زمانہ میں بھی انہی کے دودھ باپ یعنی شوہر حلیمہ) نے کہا اے حلیمہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ اس لڑکے کو کچھ ہو گیا ہے اس لیے اس کو اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دے۔

مگر جب حلیمہ آنحضرت ﷺ کو حضرت آمنہ کے پاس لے کر آئیں تو حضرت آمنہ نے ان کو نہیں لیا اور حلیمہ سے کہا کہ اس کو واپس لے جاؤ۔ اس وقت حضرت آمنہ نے حلیمہ سے کہا کہ کیا تجھ کو یہ اندیشہ ہوا تھا کہ اس پر شیطان مسلط ہو گیا ہے۔ یہ کلام بطور استفہام انکاری کے تھا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حلیمہ کے شوہر کو جو یہ گمان ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو کچھ ہو گیا ہے وہ صحیح نہیں تھا۔

سر ولیم میور صاحب نے اپنی کتاب لائف آف محمدؐ کے صفحہ 21 کے حاشیہ پر بجائے لفظ اصیب کے امیب لکھا ہے یعنی صاد کی جگہ میم لکھا ہے اور اس کے معنی "فٹ" یعنی عارضہ ہونے کے لکھے ہیں۔ مگر یہ لفظ تاریخ ہشامی میں ہم کو نہیں ملتا ہے اور نہ اس کے معنی عارضہ ہونے کے پائے جاتے ہیں۔ ہشامی میں اصیب کا لفظ ہے اور یہ صحیح معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آگے ثابت ہوگا اور چونکہ ان دونوں لفظوں کی شکل میں بہت ہی کم فرق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سر ولیم میور صاحب نے کسی غلط قلمی نسخہ سے اس کو نقل کیا ہوگا۔

تمام عیسائی مصنف سوائے ایک دو کے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی سوانح عمری لکھی ہے اس بات کو بطور ایک امر واقعی کے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو عارضہ صرع لاحق ہوا تھا۔ اولاً ہم متحیر تھے کہ یہ خیال گردشیں کے کبوتر کے قصہ کی طرح عیسائیوں کے دماغوں میں کیونکر سمایا؟ کسی تاریخ سے نہیں پایا جاتا کہ کوئی ڈاکٹر آنحضرت ﷺ کی جسمانی حالت کا امتحان کرنے کو عرب میں گیا ہو اور نہ ایشیائی مصنفوں نے اس امر کی نسبت کچھ تذکرہ کیا ہے پھر اس خیال کی ابتدا کہاں سے ہوئی اور کس نے اس کو پھیلایا۔ آخر کار بہت سی تلاش کے بعد ہم کو محقق ہوا کہ یہ خیال خام عیسائیوں میں دو وجہ سے پیدا ہوا۔ اول عیسائیوں کے توہمات مذہبی کے سبب اور دوسرا عربی عبارت کے زبان لیٹن میں غلط ترجمہ ہونے سے۔ (Latin)

کتاب لائف آف محمدؐ مصنفہ پریڈ و مطبوعہ لندن 1712ء صفحہ 20 سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خیال کی ابتدا وہاں سے ہوئی ہے اور تاریخ ابو الفدا کے بعض

Marfat.com

مقامات کے غلط ترجمہ سے بھی جو ڈاکٹر پوکاک نے لیٹن زبان میں کیا ہے اس کی بناء
معلوم ہوتی ہے۔(13)

گویا ابن ہشام کی روایت کا ترجمہ لاطینی زبان میں ہوا جس کا اردو ترجمہ یہ ہوگا:

''تب حلیمہ کے شوہر نے کہا کہ مجھ کو بہت خوف ہے کہ اس لڑکے نے کسی اپنے ساتھی سے دماغی بیماری کو اخذ کر لیا ہے۔ اس لیے اس کو حلیمہ سے لے کر اس کی ماں آمنہ کے پاس لے گیا۔ اس مترجم نے دماغی بیماری سے غالباً صرع کا عارضہ یا بے ہوش کرنے والی بیماری مراد لی ہے۔''

''اول تو ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کتاب سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ سر ولیم صاحب نے جس لفظ کو امیب پڑھا ہے وہ اصیب ہے اور پھر ہم بتاتے ہیں کہ کتاب مذکورہ بالا کے مصنف نے جس لفظ کو بالحقیۃ پڑھا ہے وہ بھی غلط پڑھا ہے وہ لفظ فالحقیہ اور ترجمہ میں یہ غلطی کی کہ جب مترجم نے دیکھا کہ لفظ بالحقیۃ کے معنی عبارت کے مناسب نہیں ہو سکتے تو اس کا ترجمہ بالکل چھوڑ دیا اور جب لفظ اصیب پر پہنچا تو اس کا ترجمہ اخذ کیا اور جب کہ عبارت میں نہ کسی شے ماخوذ کا ذکر تھا اور نہ اس کا ذکر تا تھا جس سے اخذ کی اور بلحاظ قواعد نحوی اور ربط عبارت کے ان دونوں کا ہونا ضرور تھا اس لیے مترجم نے انکل پچو لفظ باھلہ سے الفاظ ''کسی اپنے ساتھی سے'' اور الفاظ ''دماغی بیماری'' کو یا ''بیہوش کرنے والی بیماری'' کو بڑھا دیا حالانکہ وہ اصل عبارت میں نہیں ہیں۔

اگر عبارت مذکورہ کو صحیح طور پر پڑھا جائے تو صحیح ترجمہ اِس کا یوں ہوتا ہے ''تب حلیمہ کے شوہر نے اس سے کہا کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ یہ لڑکا مبتلا ہو گیا ہے پس اس کو اس کے لوگوں کے پاس پہنچا دو، پس اٹھا لیا اس کو حلیمہ نے اور لے آئی اس کو اس کی ماں کے پاس''

اہل عرب ایسے مبہم کلمات کو ایسی بیماریوں کی نسبت استعمال کیا کرتے تھے جن کا سبب ان کو معلوم نہیں ہوتا تھا اور غالباً ان کا خیال تھا کہ کسی مخفی قوئی یا ارواح کا اثر ہے اور جن بیماریوں کا سبب ان کو نہ معلوم ہوتا تھا ان کو شیطان کے اثر کی طرف بھی منسوب کرتے تھے۔

> قدیم اہل یونان اپنے توہمات مذہبی سے صرع کی بیماری جو ایک عجیب وغریب قسم کی بیماری ہے یقین کرتے تھے کہ دیوتاؤں یا خبیث ارواح کے اثر سے ہوتی ہے۔ اسی بناء پر عیسائی مصنفوں نے لفظ اصیب سے بالتخصیص صرع کی بیماری سمجھ لی۔ حالانکہ ایسا

Marfat.com

سمجھنا عرب کے محاورہ کے برخلاف ہے کیونکہ عرب صرف صرع ہی کی بیماری کو لامعلوم اثر کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ ہر ایک چیز کو جس کا سبب ان کو معلوم نہ ہوتا تھا مخفی قوی یا شیطان یا جن کے اثر کی طرف منسوب کرتے تھے پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ لفظ اصیب سے صرع کا عارضہ مراد لیا جائے۔" (14)

خطبات احمدیہ اور خطبات سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی کتاب ہے۔

سرسید احمد نے اسی حوالے سے نہایت دانشمندانہ سوال اٹھایا ہے کہ اگر خدانخواستہ یہ بیماری محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھی تو کیا اس کا کوئی نشان یا ثبوت وشواہد ملتے ہیں۔

انہوں نے چیمبرز انسائیکلوپیڈیا کے حوالے سے اس بیماری کے بارے میں لکھا ہے کہ

"صرع اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں رفعتاً بیہوشی طاری ہو اور اعصاب تنفس کے تشنج اور سانس لینے کے منفذ کے بند ہونے سے اعصاب اختیاری بے اختیار شدت سے پھڑکنے لگیں اور کبھی کبھی سانس بالکل بند ہو جائے۔ اس بیماری کا مریض اکثر پاگل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس کا حافظہ جاتا رہتا ہے اور اس میں تیزی چستی نہیں رہتی اور ایسی مردہ دلی اس پر چھا جاتی ہے جو اس کو دنیا کے باقاعدہ کاروبار سے معذور کر دیتی ہے۔ بدہضمی بھی اکثر ہوتی ہے اور تمام قوائے جسمانی میں ضعف اور ناطاقتی گھر کر جاتی ہے جس کی وجہ سے مصروع کے چہرہ سے دائمی نقاہت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ یہ بات کچھ بعید نہیں ہے کہ اسی کے ساتھ مصروع کے ذہن میں اپنے ضعیف ونقاہت کا یقین بخوبی جم جاتا ہے اور مشقت طلب اشغال سے نفرت ہو جاتی ہے بالخصوص ایسے اشغال سے جن میں اس پر عام اندازہ سے زیادہ نظریں پڑیں۔

اب ہمارا کام یہ ہے کہ اس امر کی تنقیح کریں کہ آیا یہ سب آثار یا ان میں کوئی آنحضرت ﷺ کی عمر کے کسی حصے طفولیت سے لے کر وفات تک پائے گئے تھے یا نہیں۔

کوئی مورخ مسلمان یا عیسائی یہ نہیں بیان کرتا کہ منجملہ آثار مذکورہ بالا کے ایک بھی آنحضرت ﷺ میں پایا گیا تھا بلکہ برخلاف اس کے سب کے سب متفق اللفظ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنے بچپن اور جوانی میں نہایت تندرست اور قوی تھے۔ خود سر ولیم میور صاحب فرماتے ہیں کہ "دو برس کے سن میں حلیمہ نے ان کے دودھ چھڑوایا اور ان کے گھر لے گئیں اور آمنہ اپنے لڑکے کی تندرست اور قوی ہیئت کو دیکھ کر جو آپ سے دو چند عمر والے لڑکے کے برابر معلوم ہوتا تھا اس قدر خوش ہوئیں کہ حلیمہ سے کہا کہ اس کو پھر صحرا کو لے

Marfat.com

جا'' لڑکپن اور جوانی کے زمانہ میں آنحضرت ﷺ مضبوط اور تندرست اور قوی الحبشہ تھے۔ وہ بہت تیز چلا کرتے تھے اور زمین پر مضبوطی سے قدم رکھتے تھے۔ تمام عمر پھر ان کو بڑے بڑے خطرے اور تکلیفیں پیش آئیں اور ان سب کو انہوں نے کمال صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔ انہوں نے خدائے واحد کی پرستش و عبادت کی تجدید ایسے طور پر کی جس کی کوئی نظیر و مثال نہیں پائی جاتی اور علم الٰہیات کو ایسے پختہ و معقول اصول پر قائم کیا جن کا ہمسر جہان سے معدوم ہے۔ انہوں نے قوانین تمدن و اخلاق کو ایسے کمال پر پہنچا دیا جو اس سے پیشتر کبھی نہیں ہوا تھا۔ انہی کی وساطت سے انسانوں کی بہبودی اور رفاہ کے واسطے وہ ملکی و مالی و دینی و دنیوی قوانین کا مجموعہ حاصل ہوا جو اپنے نوع میں یکتا و بےنظیر ہے۔ آنحضرت ﷺ ہی وہ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں تمام جزیرہ عرب کو فتح کیا اور مختلف قبیلوں کو مجتمع کر کے ایک مضبوط اور طاقتور عظیم الشان قوم بنا دیا جس نے اس زمانہ کی مہذب دنیا کے ایک جزو اعظم کو ایک عرصہ قلیل میں مفتوح و مسخر کر لیا۔ کیا اس بات کا خیال کرنا قرین عقل و انصاف ہے کہ ایسے کارہائے نمایاں ایک لاچار اور ناتواں مصروع شخص سے عمل میں آئے ہوں گے؟

میور نے اپنی کتاب میں وہ تمام روایتیں بنیاد بنائی ہیں جن کی صحت خود اہلِ اسلام کے نزدیک مشتبہ اور غیر ثابت ہے۔

میور نے حضور ﷺ کے سر پر بادل کے سایہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ

''حلیمہ ایک بادل محمد ﷺ کے سر پر سایہ فگن دیکھ کر متوحش ہو گئی اور آخر کار ان کو ان کی ماں کے پاس لے گئی''

اتنا لکھنے کے بعد میور کہتا ہے کہ اگر اس روایت میں سچائی ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ میں دوروں کی بیماری (Epilepsy) آثار تھے۔

یعنی مجھے مصنف کی دماغی صحت پر شک ہوتا ہے کہ اسے بیماری اس کے اندر نظر آ رہی ہے جس کے سر پر بادل کا سایہ ہے اس کے اندر نظر نہیں آ رہی جو یہ دیکھ کر متوحش ہو گئی۔ جب کہ بیماری کسی کو بھی نہیں ہے۔

میور نے اپنی کتاب میں مزید لکھا ہے کہ یہ غشی نما دورے (Fits) یہ حالت ان سب کو آپ ﷺ نے نزولِ وحی کا نام دیا ہے۔

سرسید نے ان تمام باتوں کا مدلل جواب دیا ہے بلکہ میور کی کتاب کا پورا پورا پوسٹ مارٹم کر دیا ہے۔

Marfat.com

بہت سے مستشرقین یہ بات لکھتے ہیں کہ محمد ﷺ نے نبوت سے پہلے بہت سے عیسائی اور یہودی عالموں اور راہبوں سے ملاقات کی تھی جن کا اثر ان پر پڑا۔

میور نے اپنی کتاب میں اس سے انکار نہیں کیا ہے وہ بھی لکھتا ہے کہ ایسا ہوا ہوگا مگر ایک راہب کی ملاقات سے وہ انکار کرتا ہے۔

میور کہتا ہے کہ محمد ﷺ یقیناً نسٹوریس (Nestorious) سے کبھی نہیں ملے۔

مگر یہاں بھی میور کا تعصب غالب ہے اس کے حقیقی مورخ ہونے پر میور اس ملاقات سے اس لیے انکار نہیں کر رہا ہے کہ نسٹوریس کا انتقال 451 عیسوی میں ہو گیا تھا جب کہ آپ ﷺ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اس کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں کا اتنا بڑا عالم یہ اقرار کر رہا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

حیات نبوی ﷺ کے واقعات کو گھما پھرا کر پیش کرنا میور کا شیوہ رہا اس نے یہاں تک لکھ دیا کہ (نعوذ باللہ) محمد ﷺ کو خود اپنی وحی پر یقین نہیں تھا۔(15)

Marfat.com

باب نمبر 25

انڈکس، ایڈورڈ پوکاک، الفریڈ گلاوم

Marfat.com

Marfat.com

انڈکس۔ایڈورڈپوکاک۔الفریڈگلاوم

فہرست قرآن (Index) (معاجم)

گستاو لیبرج فلوگل (Gustav Leberech Flugel) 1802ء میں پیدا ہوا، ایک جرمن مستشرق ہے، علوم اسلامیہ کا شوقین رہا ہے،

اس نے غالباً سب سے پہلی قرآن کی فہرست بنائی تھی۔ 1842ء میں بنائی گئی یہ فہرست 219 صفحات پر مشتمل تھی۔ یہ یورپ میں شائع ہونے والی پہلی انڈکس تھی۔

عباس احمد وند نے اپنے تحقیقی مقالہ میں لکھا ہے کہ

> ''قرآن مجید کی قدیم ترین طبع شدہ فہرست کا نام نجم الفرقان ہے جسے کلکتہ کے ایک شخص مصطفیٰ بن محمد نے مرتب کیا تھا اس نے اس کا پیش لفظ فارسی میں لکھا تھا اس حقیقت کے باوجود یہ کتاب ایک مسلمان مصنف نے مرتب کی اور ایک ایسے ملک میں چھپی جہاں مسلمانوں کی حکومت تھی (ہندوستان) جس کا سبق لفظ فارسی زبان میں تھا، چونکہ اسے فورٹ ولیم کالج کلکتہ (ایسٹ انڈیا کمپنی کا ذیلی ادارہ) کے شعبہ طباعت نے طبع کیا تھا، لہٰذا اسے مغربی قرآنی تحقیق قرار دیا جا سکتا تھا۔ یہ کتاب متعدد بار دوبارہ طبع ہوئی اور وسیع پیمانے پر اس کا استعمال ہوا۔'' (1)

آج کے زمانے میں قرآنی انڈکس آسانی سے دستیاب ہیں اور بہت سے علمائے اسلام نے اسے مرتب کیا ہے۔ انٹرنیٹ پر کئی سائیٹ موجود ہیں جہاں موضوعات اور حروف کے حساب سے بھی انڈکس دیکھی جا سکتی ہیں مگر جول لابیوم نے پہلی مرتبہ موضوعات کے حساب سے پہلی انڈکس تیار کی تھی جو 1878ء میں شائع ہوئی اس کو دیگر مسلمان علما نے بھی بطور ماخذ کے استعمال کیا۔

Marfat.com

یورپ اور امریکہ میں قرآن کی تاریخ کے حوالے سے کافی دلچسپی دیکھی گئی ہے۔ قرآن مجید کے مختلف موضوعات، تلاوت، خطاطی، مقامات، واقعات وغیرہ ہر دور میں مستشرقین اور مورخین کی توجہ کا مرکز بنے رہے۔

گستاو ویل، نولد یکے اور بوٹیرن اس میدان میں ریسرچ کی اور کتابیں لکھیں۔ ان میں سب سے زیادہ مقبولیت نولد یکے کو ہوئی اس کی کتاب 1860ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب مغرب کے مصنفین میں کافی مقبول ہے گو کہ اس میں بھی غلطیاں ہیں۔

ایڈورڈ پوکاک Edward Pococke

پوکاک ایک انگریز مستشرق ہے اس نے اسلام کے حوالے سے بہت کچھ لکھا ہے۔

آکسفورڈ یونیورسٹی میں جب عربی کے شعبہ کا قیام عمل پذیر ہوا تو پوکاک کو اس کا پہلا صدر بنایا گیا، 1936ء میں صرف ایک سال کی مدت تک صدر رہنے کے بعد پوکاک نے ترکی کا سفر کیا تا کہ زیادہ سے زیادہ علمی خزانے کتابوں کی صورت میں حاصل کیے جائیں۔

ایک اندازے کے مطابق عربی کے شعبہ کے قیام سے پہلے پوکاک کے پاس 400 نایاب عربی علوم کی کتابیں موجود تھیں۔

''حالانکہ پوکاک اسلام کو جھوٹا مذہب سمجھتا تھا مگر اس نے ان تمام من گھڑت اور جھوٹی کہانیاں جو اسلام سے وابستہ تھیں انہیں رد کر دیا وہ من گھڑت قصے جو محمدؐ کی ذات سے وابستہ تھے وہ بھی رد کر دیے۔''(1)

''1940ء میں رائل سوسائٹی کے ممبر ایڈورڈ پوکاک تین درخت لے کر برطانیہ آئے جو کہ اس سے پہلے برطانیہ میں نہیں تھے۔ یہ درخت انجیر اور پلین کے تھے جسے وہ شام سے لائے تھے۔''(2)

''ایڈورڈ پوکاک نے حلب سے عربی مخطوطات کے بیش بہا ذخیرے جمع کیے اور انجیر کے ایک درخت کے سائے میں جو وہ شام سے لایا تھا (اور جو اب تک وہاں موجود ہے) عربی تصنیفات کے خلاصے کرنے شروع کر دیے تا کہ مسلمانوں کے علمی مزاج اور علمی صلاحیتوں کا اندازہ ہو سکے۔''(3)

Marfat.com

پوکاک نے داعی اسلام محمد ﷺ سے وابستہ جھوٹی کبوتر کی کہانی کو مسترد کر دیا تھا جس کی تفصیل ہم کارلائل کے مضمون میں پڑھیں گے۔

الفریڈ گلاوم (Alfred Guillaume (1888-1966

الفریڈ گلاوم عربی کا استاد اور اسلامی علوم کا سکالر تھا، اس نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے مذہب اور مختلف ایشیائی زبانوں کی تعلیم حاصل کی۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد فرانس اور پھر قاہرہ کے عربی اداروں میں ملازمت کی۔ برطانیہ میں بھی وہ مختلف عہدوں پر رہا۔ یونیورسٹی آف لندن کے اورینٹل اور افریقن سٹڈیز میں عربی کا پروفیسر رہا۔ اس کے علاوہ نیوجرسی کی پرنسٹن یونیورسٹی سے بھی تعلق رہا۔

اس کا مسلمانوں سے صحیح معنوں میں تعلق اس وقت ہوا جب وہ برٹش کونسل کی دعوت پر بیروت کی امریکن یونیورسٹی میں آیا، اور یہیں سے اس کا مسلمان حلقہ احباب وسیع ہوا۔

عرب اکیڈمی دمشق اور رایل اکیڈمی بغداد نے اس اعزاز بخشتے ہوئے اپنا رکن منتخب کیا۔ اس کے علاوہ استنبول یونیورسٹی نے اس کا انتخاب مسیحیت اور اسلامی دینیات کے موضوع پر پہلا غیر ملکی پروفیسر مقرر کیا۔ اسے اسلام کے بارے میں کتب کا بہترین مصنف قرار دیا گیا جنہیں Penguin Books نے شائع کیا۔ اس کے علاوہ The Legacy of Islam کے مصنف سر تھامس آرنلڈ کی قلمی رفاقت اختیار کی جس کا ترجمہ کئی زبانوں میں کیا گیا۔ اس نے ابن اسحاق کی کتاب ''سیرت رسول اللہ ﷺ'' کا بھی ترجمہ کیا جو Life of Muhammad کے طور پر 1955ء میں شائع ہوئی۔

گلاوم کی کتابوں کے نام نوٹس کے سیکشن میں ملاحظہ فرمایئے۔(1)

الفریڈ گلاوم نے حدیث کے حوالے سے بھی ایک کتاب لکھی ہے جس کے بارے میں ہماری علیحدہ کتاب میں بحث ہوگی۔

گلاوم کی کتاب ''اسلام کا ورثہ'' مختلف عنوانات پر مشتمل ایک مکمل کتاب ہے جس میں ''روم کا ورثہ'' 'اسرائیل کا ورثہ' بھی شامل ہے۔

الفریڈ گلاوم کا یہ دعویٰ ہے کہ موجودہ یورپ کا معاشرہ اور تہذیب یہود کی بدولت ہے۔

اگر یہودیوں نے اسلامی علوم کی کتابوں کا یورپ کی زبانوں میں ترجمہ نہ کیا ہوتا تو

Marfat.com

مغرب میں تیرہویں صدی میں احیائے علوم نہیں ہوسکتا تھا، اور اگر احیائے علوم نے
ہوتا تو نشاۃِ ثانیہ بھی نہ ہوسکتی تھی۔"(2)

Marfat.com

باب نمبر 26

اے۔این۔والسٹن، ایچ۔گریم

Marfat.com

Marfat.com

اے۔این۔والسٹن
ایچ۔گریم

آرتھر۔این۔والسٹن Arthur N Wallaston (1842-1922)

والسٹن ایک برطانوی مستشرق ہے، اپنی تعلیم کے دوران اس نے بے شمار انعامات حاصل کیے اور ثابت کر دیا کہ وہ بچپن ہی سے ذہین تھا۔ جوانی میں ہی وہ انڈیا آفس سے منسلک ہو گیا تھا۔
وہ کبھی بھی ہندوستان یا مشرق کے کسی ملک نہیں گیا لیکن انڈیا آفس نے اسے یہ سہولت دی تھی کہ وہ لندن میں رہ کر فارسی سیکھے۔ خیال رہے اس وقت ایران انڈیا آفس کے زیر نگرانی تھا۔ والسٹن نے فارسی میں مہارت حاصل کی۔

"1881ء میں اسے ساؤتھ کنسنگن میوزیم میں موجود ایشیائی کتابوں کا ترجمہ کرنے کی نگرانی کا نگران مقرر کر دیا گیا۔ اس نے ایک انگریزی، فارسی، ڈکشنری مرتب کی۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی ڈکشنری تھی۔ ہوائی حملے میں یہ ڈکشنری تلف ہو گئی۔ اس نے مشرق ممالک کے حوالے سے بہت سی کتابیں لکھیں۔" (1)

والسٹن کی کتابوں کی تفصیل نوٹس کے حصے میں ملاحظہ فرمایئے۔ (2)

میں والسٹن کی دو کتابوں کا مطالعہ کر رہا ہوں اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں میری یہ کتاب ابتدا ہے اس میں تمام تفصیلات نہیں ہیں صرف تعارف ہے آئندہ تفصیل سے ہر مستشرق کی ہر کتاب پر تبصرہ ہو گا۔ انشاءاللہ۔

والسٹن کی جو کتابیں میں ابھی پڑھ رہا ہوں وہ "قرآن کا مذہب" اور "اسلام کی تلوار" ہیں۔

Marfat.com

یہاں میں کچھ حصے اس کی کتابوں کے نقل کر رہا ہوں مگر جیسا کہ میں نے بتایا کہ تفصیل آئندہ ہوگی۔

والسٹن کی کتاب ''قرآن کا مذہب'' جو لندن سے اورینٹ پریس نے 1904ء میں شائع کی تھی۔

والسٹن نے اس کتاب میں قرآن کے موضوعات پر بحث کی ہے یعنی جنت، دوزخ، پیغمبر، روزہ، نماز، جن، فرشتہ، شیطان وغیرہ۔

اس کتاب سے میں نے صرف مثالیں منتخب کی ہیں باقی آئندہ!

والسٹن نے اس کتاب میں لکھا ہے۔

''یہ کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن درحقیقت عرب کے پیغمبر کا کام تھا، حالانکہ اس امر کا تعین قیاس کے ذریعے کرنا چاہیے کہ کیا اور کس حد تک دوسرے لوگوں نے اس منصوبے میں حصہ لیا۔ بہرحال نیک اور پرہیزگار مسلمانوں کا موقف یہ ہے کہ قرآن الہامی کتاب ہے اور مختلف اوقات میں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی، بعض دفعہ مکہ میں، بعض دفعہ مدینہ میں، اور یہ عرصہ 23 سال پر محیط تھا۔''(3)

''جن۔ مسلمان ایک ایسی فرشتہ صورت مخلوق پر ایمان رکھتے ہیں جو تمام گناہوں سے پاک ہے نہ اسے کھانے پینے کی احتیاج ہے، اور نہ اسے شہوت محسوس ہوتی ہے، اسے دیکھا بھی نہیں جا سکتا، یہ بعض اوقات جانوروں کو بچاتے ہیں اور خاص حالات میں انسانی شکل اختیار کرتے ہیں۔''(4)

والسٹن جن اور فرشتہ میں فرق نہیں سمجھ پایا۔

اس کے علاوہ والسٹن بھی دیگر مستشرقین کا ہم خیال ہے کہ قرآن کی تدوین محمد ﷺ کی حیات مبارکہ میں نہیں ہوئی تھی بلکہ حضرت عثمانؓ نے کی تھی۔

اس موضوع پر ہم تبصرہ کر چکے ہیں!

ہوبرٹ گریم (1864-1942) Hubert Grimme

ہوبرٹ گریم جرمن کا اسکالر تھا۔ 1892ء سے 1895ء تک کے عرصے میں اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (محمد ﷺ) نام سے کتاب لکھی۔

اس کتاب کا حوالہ فورا روس کے انسائیکلوپیڈیا پر موجود تھا وجہ صاف ظاہر ہے کیونکہ گریم نے اپنی کتاب

Marfat.com

میں لکھا جس کا مختصر خلاصہ یہ ہوگا کہ محمد ﷺ نے کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں ڈالی تھی بلکہ ہم اسے اشتراکیت کہہ سکتے ہیں۔ اسلام مذہبی عقیدے کے بجائے سماجی اصلاح کی جدوجہد کی صورت میں آیا۔ غریبوں کی مدد اور ان کے اور امیروں کے درمیان فرق کو مٹانے کے لیے آیا۔ اسی لیے محمد ﷺ نے غریبوں کے لیے ایک ٹیکس مقرر کیا۔ جہاں تک آخرت کی باتوں کا تعلق ہے تو وہ محمدؐ اس لیے کرتے تھے کہ لوگوں پر نفسیاتی دباؤ رہے اور ان کی دعوت کو پھیلنے کا موقع ملے۔

یعنی گریم کی چالاکی دیکھیے کہ وہ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ محمد ﷺ سماج کو سدھارنے والے ایک اشتراکیت کے علم بردار ہیں گویا دوسرے معنوں میں وہ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد اس نے قرآن کا جزوی ترجمہ بھی کیا تھا۔ بہرحال اشتراکیت کی جو تھیوری گریم نے پیش کی اسے کسی نے قبول نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مستشرقین نے بھی اسے نہیں مانا۔

سنوک ہرگرونجے Snouck Hurgronje نے گریم کی اشتراکیت کی تھیوری کو رد کر دیا اور یہ کہا کہ یہ بے بنیاد ہے۔''(1)

آرتھر جیفری کے مطابق گریم اپنی بے تکی Theories کے لیے مشہور ہے جیسے اس نے سیناتی کے ایک پتھر پر موسیٰ علیہ السلام کی لکھائی کے بارے میں کہا تھا۔(2)

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 27

ایس۔ ایم۔ زویمر پی۔ کاسانوا، کے۔ ہینڈرک

Marfat.com

Marfat.com

ایس۔ ایم۔ زویمر پی۔ کاسانوا
کے۔ ہینڈرک

S. M. Zwemer (1867-1952) ایس۔ ایم۔ زیمر

ایک مشنری مستشرق ہے اس لیے اسلام دشمنی دوہری ہے۔ اس کا کام تھا کہ مسلمانوں کو بائبل کی تعلیم دے۔

یہ رسالہ ''العالم اسلامی'' کا بانی ہے اس کی ایک کتاب 1908ء میں شائع ہوئی جس کا نام ہے ''الاسلام متحد لعقیدہ''

قرآن کے ترجمہ کے حوالے سے جو بحث بیسویں صدی کے اوائل میں چل رہی تھی اس حوالے سے زویمر نے ایک مضمون لکھا تھا۔ جس کا عنوان تھا ''قرآن کا ترجمہ''

مضمون میں اس نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے مگر عربی زبان اتنی تیزی سے دنیا میں نہیں پھیل رہی ہے۔

پھر اس نے جارج سیل کے حوالے سے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ''آج کل پشاور میں یہ کہانی گردش میں ہے کہ جارج سیل نے مرتے ہوئے یہ بیان دیا ہے کہ مسلمان ہوں اور میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں کہ میں نے غلط قرآن کا ترجمہ کیا تھا اور میرے ترجمہ کی ساری کاپیاں جلادی جائیں۔

دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ زویمر نے اس خبر کے لیے کوئی حوالہ نہیں دیا ہے دوسری بات یہ کہ یہ تحریر اس نے طنزیہ انداز میں لکھی ہے۔

مضمون میں اس نے جو کہ 22 صفحے کا ہے ان تمام لوگوں کے نام گنوائے ہیں جنہوں نے قرآن کا

Marfat.com

ترجمہ مختلف زبانوں میں کیا ہے۔

تعریف کے الفاظ اس نے اس ترجمہ کے لیے زیادہ استعمال کیے ہیں جو کہ دو صفحات پر مشتمل ہیں اور وہ ترجمہ قادیانی انجمن کے تحت ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے اسے ''مسلمانوں کا فرقہ'' بھی بتایا ہے۔ مضمون میں زیادہ تعداد ان مترجمین کی ہے جو مشنری ہیں۔ یعنی پادری ہیں۔

پورے مضمون میں تعریفوں کے پل باندھنے کے بعد آخر میں زویمر نے لکھا ہے اور جو لکھا ہے اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ اس زمانے میں رشید ردا کا فتویٰ بے معنی نہیں تھا۔ بلکہ وقت کی ضرورت تھی۔ اور ایک اجتہاد تھا۔

زویمر نے اس طرح اپنا مضمون ختم کیا ہے۔

''زبان یقیناً جنت سے عربی کی صرف فصاحت لے کر نہیں آیا ہے دوسری زبانوں کے لوگ سمجھنا چاہتے ہیں کہ اس میں کیا ہے۔ ہر کوئی اتنی عربی نہیں جان سکتا کہ وہ قرآن سمجھ سکے اور نہ اتنا وقت ہے کہ گھنٹوں تفسیر پڑھتے رہیں۔''

یعنی رشید ردا یا اور علما جو ترجمہ کے خلاف تھے انہوں نے تفسیر کی اجازت دی تھی۔

کیونکہ جتنے بھی تراجم زویمر نے اپنے مضمون میں گنوائے ہیں اس نے کم و بیش سب کی تعریف کی ہے مگر تنقید کسی پر نہیں کی۔ (1)

عربی زبان کے حوالے سے اور اسلام دشمنی صدیوں صدیوں کی بات ہے۔ ابھی حال ہی میں BBC کی ویب سائیڈ پر ایک مضمون نظر سے گذرا ہے۔

ویب سائٹ پر ایک ریسرچ کا ذکر ہے جس کا عنوان ہے۔

''عربی پڑھنا دماغ کے لیے مشکل ہے''

''اسرائیل سائنسدان نے دریافت کر لیا ہے کہ عربی پڑھنا دماغ کے لیے کیوں مشکل ہے''

مجھے یہ رپورٹ پڑھ کر اتنا عجیب نہیں لگا جتنا کہ اس رپورٹ کو BBC جیسے ادارے کی سائٹ پر دیکھ کر لگا۔ (2)

ایسی غلطیاں اکثر ہو جاتی ہیں ایک مرتبہ 2011ء میں عید کے موقعہ پر BBC کی ویب سائٹ پر ''خنزیر کے گوشت پکانے کی ترکیب'' بتائی گئی تھی بہرحال فوراً ہی BBC نے معذرت کر لی تھی۔

Marfat.com

بہرحال BBC کے مضمون ''عربی پڑھنا دماغ کے لیے مشکل ہے''

کا مدلل جواب شیخ ریاندوی نے اپنے مضمون ''عربی دماغ کے لیے آسان ہے'' کے

عنوان سے دیا ہے۔(3)

میری آئندہ کتاب میں اس کا ذکر کروں گا ویسے آپ اسے ویب سائٹ پر پڑھ سکتے ہیں۔ حوالہ جات وحواشی میں ویب سائٹ کا ذکر ہے۔

میں ذاتی طور پر یہ نہیں کہتا کہ رشید ردا کا فتویٰ صحیح ہے یا غلط ہے مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ جس دور میں حالات ایسے ہو جائیں کہ قرآن کا غلط ترجمہ ہوتا ہو اور اس سے دین کو نقصان ہوتا ہو تو مسلمانوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ کچھ کریں۔

ایک مثال میں یہاں دوں گا منگمری واٹ کی۔

سورۃ النجم کی آیات کا ترجمہ مولانا مودودی کی تفہیم القرآن سے لیا ہے۔

''قسم ہے تارے کی جب کہ وہ غروب ہوا تمہارا رفیق نہ بھٹکا ہے نہ بہکا ہے۔ وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے، اسے زبردست قوت والے نے تعلیم دی ہے جو بڑا صاحب حکمت ہے۔ وہ سامنے آ کھڑا ہوا جب کہ وہ بالائی افق پر تھا پھر قریب آیا اور اوپر معلق ہو گیا یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔

واٹ نے اس آیت کا یعنی ''یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے'' ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"It is noting but a Suggestion Suggested"

اور ترجمے کی آخری سطریں یہ ہیں:

"He saw him too at a second descent by the sidra tree at the beundary, near which is the garden of abode. When the sidra tree was streangely enveloped, The eye turned not aside, nor passed it slimits. Verily he saw one of the greatest signs of his Lord."

پال کازانوا Paul Casanova (1861-1226)

کازانوا فرانسیسی مستشرق ہے، اسلام پر اس کی کئی کتابیں اور مضامین ہیں۔

آیئے کازانوا کے ڈرامائی اور افسانوی انداز کو دیکھتے ہیں۔ مصنف لکھتا ہے کہ ویسے تو اس نے کافی

Marfat.com

کچھ لکھا ہے مگر مختصراً جائزہ لیں تو اس کے خیالات کچھ یہ ہیں۔

محمد ﷺ کو یہ احساس ہوگیا تھا کہ قیامت قریب ہے اس لیے انہوں نے قرآن کو مدون نہیں کیا۔
مگر بلاشیر جسے ہم نے گذشتہ صفحات میں پڑھا ہے اس نے خود اس کی تردید کی ہے کہ

''کازانوا کی اس رائے کا نہ تو علمی حلقوں میں کوئی وزن ہے اور نہ ہی اس کا علم سے کوئی تعلق ہے۔'' (1)

کازانوف کے اس غیر علمی خیال کی سب سے عمدہ تردید فرانس کے ایک مسلمان مصنف ناصرالدین دینیہ نے اپنی کتاب ''الشرق فی نظر الغرب'' میں کی ہے۔

علمائے اسلام نے عہد نبوی ﷺ میں قرآن مجید کے مدون نہ ہونے کے اسباب و وجوہ پر مفصل بحث و گفتگو کی ہے، ان کے خیال میں اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ چونکہ قرآن مجید وقتاً فوقتاً تیئیس برس کی مدت میں نازل ہوتا رہا اس لیے حضور ﷺ کو یہ تردد لاحق رہتا تھا کہ معلوم نہیں کب کون آیت نازل ہو اور کون سی منسوخ ہو جائے یا کسی آیت کا حکم تو برقرار رہے مگر اس کی تلاوت منسوخ کر دی جائے تاہم یہ امر واقعہ تھا کہ پورا قرآن مجید عہد نبوی ﷺ ہی میں لکھا جا چکا تھا گو وہ ایک مصحف میں بین الدفتین جمع نہ تھا، بلکہ وہ متفرق کاغذ کے پرزوں اور دوسری چیزوں پر لکھا ہوا تھا علاوہ ازیں وہ صحابہ کرامؓ کے سینوں میں بھی محفوظ تھا، جن کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ عربوں کے حفظ و ضبط کی غیر معمولی قوت پر بہت لکھا جا چکا ہے۔ (2)

"The times announced by Daniel and Jeseus had arrrived: Muhammad was the last Prophet chosen by God to preside conjiontly with the Messiah who was to return to earth for his purpose, at the end of the world and the final judgment" (3)

Muhammad was convinced that the end of the world was so close at hand that he himseld would witness it, and, consequntly, there was no need for him to name a successor."

کازانوا کا یہ انوکھا خیال کہ محمد ﷺ کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ دنیا ختم ہو جائے گی اور قیامت قریب ہے اس لیے انہوں نے اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ مزید ملاحظہ ہو کہ مصنف یہ بھی کہنا چاہتا ہے کہ دراصل محمد ﷺ نے

Marfat.com

پہلے کیا تھا کہ قیامت جلد آجائے گی۔ دنیا جلد ختم ہونے والی ہے مگران کے انتقال کے بعد ہی دنیا ختم نہیں ہوئی تو ان کے صحابہ نے قرآن کی آیتوں میں ردوبدل کر دیا جس سے یہ لگے کہ محمد ﷺ کی بعثت اور قیامت کے درمیان فاصلہ ہے۔

کریمر ہنڈرک Kraemer Hendrik (1888-1965)

کریمر ایک عیسائی پادری تھا اس کا تعلق ہالینڈ سے ہے۔ عیسائیت پر اس نے کافی کتابیں لکھی ہیں۔

کریمر نے ایک کتاب ''دنیا کی تہذیبیں اور دنیا کے مذاہب'' لکھی ہے۔ World Coltures and World Religions جو 1960ء میں شائع ہوئی۔

کتاب میں اس نے ''ہندوستان میں اسلام'' کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے اور کھل کر علمائے کرام پر تنقید کی ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال یعنی علامہ اقبال کو اس نے پسندیدہ شخصیت قرار دیا ہے اور ان کی کتاب جو 1930ء میں شائع ہوئی۔

The reconstruction of religious thought in Islam کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔

اقبال دوسرے مسلمان لکھنے والوں سے مختلف ہے کیونکہ وہ اسلام کو ایک فلسفی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یعنی مذہب اور کلچر یا تہذیب اور یہ ہی صوفیانہ انداز انہیں دوسروں سے الگ کرتا ہے۔

علامہ اقبال کی اس کتاب پر تبصرہ کرنے کی میں جرأت نہیں کر سکتا مگر کریمر کی کتاب کا مطالعہ میں کر رہا ہوں اور اللہ نے زندگی دی تو اس موضوع پر پھر لکھوں گا۔

کریمر کی دوسری کتاب میں نے پڑھی ہے جس پر بات کرنا ضروری ہے۔

یہ کتاب 1958ء میں شائع ہوئی ہے اس کے دیباچہ میں کریمر نے لکھا ہے کہ اس نے یہ کتاب انٹرنیشنل مشنری کونسل کی درخواست پر لکھی ہے۔ اور اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اس کا میں ذمہ دار ہوں کونسل پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

آیئے دیکھتے ہیں کتاب میں کیا لکھا ہے ویسے تو پوری کتاب پر تبصرہ کرنے کے لیے ایک کتاب اور لکھنا ہوگی مگر ہم چند صفحات دیکھتے ہیں۔

''اپنی ہیت ترکیبی اور ادراک و فہم کے اعتبار سے اسلام کو ایک انتہائی مصنوعی، سطحی

Marfat.com

مذہب کہنا چاہیے، خدا کے تصور پر مبنی اس کی عظیم سادگی اس حقیقت کو نہیں مٹا سکتی اور مذہبی زندگی کے انتہائی ضروری مسائل کے بارے میں اس کی سطحیت رد نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے اسلام کو ایک ایسا مذہب سمجھا جائے جس کے ہاں تقریباً نہ تو کوئی سوال ہے نہ کوئی جواب ہے۔ ایک لحاظ سے اس کی عظمت موجود ہے لہٰذا اس کی عدم سوال و جواب پر مبنی صورت حال، اس کی گہری بنیاد، جو اس کے نام اسلام میں بیان کی گئی ہے، کے مطابق ایک مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلام خدا کی مکمل اطاعت کا نام ہے بہر حال دوسری طرف یہ اس کی سطحیت کا نتیجہ ہے۔ اس کی سطحیت اس گہرے غیر تسلی بخش انداز میں سامنے آ گئی ہے جس کے تحت اسلام مذہب اور اخلاقی زندگی کے مشکل مسائل سے نمٹتا ہے۔ اور یہ امر زیادہ واضح ہو جاتا ہے کیونکہ اسلام عیسائیت کے سائے میں ابھرا''۔ (1)

کریمر مزید لکھتا ہے کہ

''اسلام کو ایک معمہ کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مذہب جس میں گہرائی نہیں، جب اس کی بنیاد اور مندرجات پر نظر ڈالی جاتی ہے، یہ ایک بے بنیاد مذہب ہے، لیکن بہر حال اسلام بذات خود اپنے لیے احساس برتری پیدا کرنے کے حوالے سے دیگر مذاہب سے آگے ہے، اس احساس برتری اور شاندار شعورِ خود کے ذریعے اسلام میں کسی دوسری روحانی دنیا کے بارے میں نہیں دیکھتا جس کے لیے اسلام ایک پراسرار مذہب بن گیا۔'' (2)

یعنی انیسویں صدی میں اسلام کو بحیثیت مذہب تو تسلیم کر لیا گیا مگر اس میں نقص نکالے گئے۔ کبھی یہ پراسرار ہو گیا، لیکن جنگجو ہو گیا اور کبھی مختلف چیزوں کا مجموعہ بن گیا۔

کریمر یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ ''ہر مذہب نا قابل تقسیم ہوتا ہے، اسے تقسیم نہیں ہونا چاہیے اگر تقسیم کریں گے تو اس کی افادیت اور اہمیت کو نہیں سمجھ سکتے اس کی مثال زندگی ہے یعنی جسم کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا، یہ ایک وجود کلی ہے۔'' (3)

مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ کریمر اپنی ہی مذہب کی یہ تعریف صرف عیسائیت کے لیے رکھتا ہے اسلام

Marfat.com

کے لیے نہیں۔ اسلام اسی کے نزدیک مصنوعی مذہب ہے۔

کریمر نے مذہب کو جانچنے کے لیے یہ معیار مقرر کیا کہ

''مذہبی تحریکیں اپنے ثمرات سے پہچانی جاتی ہیں'' اس کے بعد ثمر کو جانچنے کا انوکھا معیار مقرر کیا۔

''عیسائیوں کے لیے مذہبی اور معاشرتی نظم کی قدر، عیسائی اقدار کے مطابق جانچنی چاہیے''

گویا ''مذہب اپنے ثمرات سے پہچانا جاتا ہے۔ لیکن ثمر کتنا ہی اچھا ہو اگر عیسائی اقدار کے مطابق نہ ہو تو فضول ہے گویا ثمر کی فطری خوبی کوئی شے نہیں ہے۔ اصل شے عیسائی اقدار ہیں، ظاہر ہے اسلام کے ثمرات عیسائی اقدار سے مناسبت نہیں رکھتے، پس اچھے نہیں ہیں اور برا پھل دینے والا درخت برا ہی ہوتا ہے۔''(4)

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 28

میکس ویبر

Marfat.com

Marfat.com

میکس ویبر

میکس ویبر Max Weber (1864-1920)

سوشیالوجی یا علم سماجیات ایک ایسا موضوع ہے جو تقریباً ہر دور میں اہمیت کا حامل رہا ہے اور یہ اتنا وسیع اور اختراعی ہے کہ ہر مرتبہ ایک نئی چیز پیدا ہو جاتی ہے یا نیا موضوع مل جاتا ہے گویا اس علم کی ہر شاخ سے کئی شاخیں جنم لیتی ہیں۔

زمانہ بدلتا ہے موضوع بدلتے ہیں۔

دنیا میں جو علوم ہیں ان کی کسی نہ کسی طرح سے مذہب کے حوالے سے چرچا ہوا ہے یا لوگوں نے اس علم کو مذہب کے حوالے سے دیکھنے کی کوشش کی ہے جیسے اسلام اور نفسیات یا عیسائیت اور خطاطی وغیرہ۔

مگر علم سماجیات اور مذہب کے حوالے سے خاطر خواہ کام نہیں ہوا ہے مگر 1867ء میں ویبر نے اپنی کتاب کے ذریعے اس حصار کو توڑا۔

ویبر نے مذہب اور علم سماجیات کے حوالے سے لکھا ہے مگر جب سماجیات اور اسلام کے بارے میں اس نے لکھا تو سخت نا امیدی اور مایوسی ہوئی یعنی پڑھنے والوں کو اور اس علم سے متعلقہ دوسرے فضلا کو!

براین ٹرنر (جن کے بارے میں ہم آگے پڑھیں گے) نے لکھا کہ

"یا تو ماہر سماجیات کو اسلام میں کوئی دلچسپی نہیں ہے یا وہ اسلام اور سماجیات کے حوالے سے کچھ لکھ نہیں سکتے"۔

ویبر کی بے شمار کتابیں اور مضامین ہیں مگر ہم جن کتابوں کا مطالعہ کر چکے ہیں ان پر بات کریں گے وہ یہ ہیں:۔(7)

دیکھیے نوٹس میں کتابوں کے نام لکھے ہیں۔

Marfat.com

''کسی بھی مذہب کے بارے میں عمرانیات کے موضوع پر گذشتہ پچاس برسوں کے دوران لکھی گئی کتاب دیکھ کر یہ مایوس کن حقیقت سامنے آئی ہے کہ نہ تو لکھنے والے اسلام کے بارے میں کوئی معلومات رکھتے تھے اور نہ ہی انہوں نے اسلامی علمیت کے بارے میں کوئی خدمت انجام دی ہے''(8)

''کوئی بھی ماہر عمرانیات جو نہایت سنجیدگی کے ساتھ یہ سمجھتا ہے کہ مذہب کی عمرانیات کا تعلق تقابلی مذہب، مذاہب کی تاریخ اور طریقہ کار سے ہونا چاہیے۔ اسے یہ جان کر بہت میں افسوس ہوتا کہ دنیا کے مذاہب بارے اس اسلامی مسائل و معاملات بارے جدید تحقیق اور طباعتی مواد بہت کم ہے۔ اکثر عمران تقابل خاص نکتہ نگاہ کے تحت کیے گئے ہیں اور ان تقابلی مجموعوں میں زیادہ تر مسیحیت اور بدھ مت، مسیحیت اور یہودیت یا ہندومت اور بدھ مت ہیں۔ اکثر تعلیم یافتہ ماہرین عمرانیات جو یونیورسٹیوں میں مذہبی عمرانیات پڑھاتے ہیں۔ وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر محض اس لیے اسلام بارے تحقیق و تجزیہ سے ہاتھ کھینچ لیں گے کہ ان کے پاس بنیادی تدریسی ذرائع نہیں ہیں۔ بلا شبہ، اس وسیع النظر دعوے کے حوالے سے کوا ہم منشیات موجود ہیں۔ اس برملے پر اسلام بارے جو جس قدر پر مغز اور شاندار تحقیقی و تجرباتی جائزے منعقد کیے گئے۔ انہیں مدنظر رکھا جا سکتا ہے لیکن بدقسمتی سے ان میں سے کسی بھی مذہبی عمرانیات کے نصاب کے حوالے سے کسی انڈر گریجوایٹ یا گریجوایٹ کی تشنگی نہیں بجھاتا۔ اس کے علاوہ اسلامی علم وفضل کے لحاظ سے جو شاہکار سامنے آئے، ان کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ بہت سے تحقیقی اور تجرباتی جائزے اس قدر مخصوص انداز میں تیار کیے گئے ہیں کہ اسلامیات بارے اہم عمرانی معاملات و مسائل کا احاطہ نہیں کیا گیا۔ تاریخ مذاہب کے شعبہ میں اسلام بارے بہت سے تحقیقی و تجرباتی مضامین و جائزے منظر عام پر نہیں آسکے۔'' (9)

ٹرنر Brrin Turner نے اپنی کتاب میں ویبر کے حوالے سے تنقید کی ہے اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اسلام بارے یہ تحقیقی اور تجرباتی مضمون، اسلام کے حوالے سے ناکافی، نامناسب اور غیر معمولی

Marfat.com

معلوماتی مواد کے پس منظر کے خلاف مذہب کی تقابلی تدریس کے مناظر میں منظر عام پر آیا۔ ابتدائی طور پر میرا ارادہ اسلام بارے ایک عمومی مضمون لکھنے کا تھا جو عمرانیات کے انڈر گریجوایٹ طلبہ کے لیے راہنمائی کا کام دیتا۔ اس قسم کے تحقیقی اور تجزیے کے لیے کچھ مناسب قسم کا ڈھانچہ فراہم کرنے کے لیے میکس ویبر Max Weber کی طرف سے تہذیبوں کی عمرانیات نے ایک مفید نقطہ آغاز فراہم کیا۔ بنیادی طور پر میرا خیال یہ تھا کہ کیا ویبر Weber کے وضع کردہ بنیادی تصورات۔ سماجی عمل، تہذیبی اخلاقیات، معاشی ترقی، جائز اور قانونی حیثیت ہونے کا مسئلہ اسلام کے تجزیے کی خاطر مختلف ہائے تناظر مہیا کرتی ہیں ہم ''اسلام'' کی اصطلاح کے تحت مختصر طور پر بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے ویبر Weber کی عمرانیات کا جس قدر طویل مطالعہ کیا جاتا ہے، اس کی عمرانیات اسی قدر پیچیدہ اور مشکل انداز میں سامنے آتی ہے۔ لہٰذا ، وہ کتاب جو اسلام کی عمرانیات کے طور پر سامنے آئی، بذات خود ویبر کی عمرانیات کی مفصل وضاحت کے قابل نہ تھی۔ اس لیے Islam and Weber کا اصلی عنوان، بالآخر تبدیل کر کے نہایت ہی بلا واسطہ تجزیے کی شکل میں Weber and Islam کر دیا گیا۔ پھر بھی میں نہیں سمجھتا کہ میں اپنے بنیادی مقصد سے ہٹ گیا ہوں، کیونکہ میرا مقالہ ایسا ہے کہ جس میں ویبر Weber کی مغربی اور مشرقی تہذیبوں کی عمرانیات کا مرکزی خیال موجود ہے جس کے ذریعے اسلامیات کے چند اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (7)

کر دیا گیا۔ ان دونوں انفرادی مضبوط پہلوؤں کے درمیان تعلق قائم کرنے میں ناکامی کی ایک معقول وجہ یہ ہے کہ جیسا ٹرنر Turner کا موقف ہے: ''......ویبر Weber سمجھتا تھا کہ کوئی مذہب اپنی ابتدائی تاریخ، خاص طور پر اپنے انتہائی علم برداروں کا انمٹ نقش ہوتا ہے۔''

لیکن واضح طور پر اس میں کوئی سچائی نہیں۔ کسی بھی مذہب کے علم برداروں اور وقت میں تبدیلی کے ساتھ دنیا کا ہر مذہب تبدیلی کے عمل میں سے گزرا۔ (6)

میری معذرت قبول کیجئے کہ اسلامی معاشیات کے بیان کے لیے میری معلومات بہت کم ہی بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں! اس لیے ہوسکتا ہے پڑھنے والا تھوڑا سا مایوس ہو جائے!

میں یہ جانتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہدایت ہے اور زندگی کے ہر شعبے کے لیے ہے تو یقیناً معاشیات کے لیے بھی ہوگی!

Marfat.com

دنیا میں جتنے بھی نظام ہیں ماسوا اسلامی نظام کے، سب میں مادہ پرستی کا عنصر موجود ہے یہاں تک کہ جمہوریت کے ساتھ کیپٹلزام لگا ہوا ہے۔

آج کل اسلامی معیشت پر بے انتہا کتابیں موجود ہیں جو مسلمان فضلا کی لکھی ہوئی ہیں اس کے علاوہ ایک مقالہ میری نظر سے گذرا ہے جو بے حد معلوماتی ہے، ''اسلامی معاشیات کے بعض شعبے مستشرقین کی نظر میں'' اسے ڈاکٹر محمد انیس الزرقا، پروفیسر علم معاشیات، جامعۃ الملک عبدالعزیز جدہ، سعودی عرب نے تحریر کیا ہے اور اس کا اردو ترجمہ ''کتاب سرائے لاہور'' نے شائع کیا ہے۔

معاشیات کی رو سے جو تین چیزیں میری سمجھ میں آئی ہیں وہ یہ ہیں کہ اسلامی معاشیات کے تین جز ہیں۔

1۔ نجی املاک کی حفاظت اور احترام

2۔ مصنوعات کے تبادلے کے لیے آزاد منڈی کا فروغ

3۔ امیر اور غریب کے درمیان فرق میں کمی

سلطان کی طرف سے حکومت پر قابو اور وہ اپنی طاقت صرف اس صورت میں برقرار رکھ سکتا تھا کہ وہ اس موروثی معاشرے کے اندر آزادانہ ابھرنے والے اداروں اور گروہوں کو کچلتا رہے۔ دوسری طرف پوشیدہ آزاد سماجی گروہ یا تو فوج کے ساتھ تعاون کرتے یا اس میں ضم ہو جاتے۔ وکلا، عمومی طور پر علما، تاجر یہ سب حکومتی افسران تھے اور شعماریت کی پیداوار تھے۔ لہٰذا اس قسم کے ڈھانچے پر قائم معاشرہ آزاد اور خودمختار ادارے تشکیل دینے میں ناکام رہا جو منظر ویبر Weber نے یورپ میں دیکھا تھا اور سرمایہ دارانہ نظام کا معاون تھا۔

> ویبر Weber نے شاید یہ بھی لکھا کہ یہ سیاسی ڈھانچہ ایک معقول اور رسمی قانون وضع کرنے میں ناکام رہا کیونکہ مثالی مقدس قانون حکومت اور تابع اور سیاسی حکمت عملی کے زیر اثر تھا۔ اسی طرح اسلامی معاشرے میں کوئی بھی شہر محض ایک عسکری پڑاؤ، سرکاری کاروبار کی جگہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ مزید برآں کوئی بھی شہر اس قابل نہ تھا کہ یہاں خودمختار صنعت کار اور تاجر پنپ سکیں۔ مجموعی طور پر سیاسی ڈھانچے کا انحصار ان افراد پر تھا جو جدیدیت کے خلاف تھیں۔ اس طرح ثابت ہوا کہ رویے اور اخلاقیات کا اسلام سے تعلق نہ تھا بلکہ ان لوازمات کی تخلیق کی مخالفت تھی جو سرمایہ داری کی پرداخت کے لیے ضروری تھے۔ (5)

Marfat.com

اس کے بعد پروفیسر صاحب نے نہایت مدلل طریقے سے ویبر کو جواب دیا ہے اور عمرانیات کے طالب علم کو یہ مقالہ ضرور پڑھنا چاہیے۔ پروفیسر صاحب کے جواب کا ایک نہایت مختصر حصہ ہم نے نقل کیا ہے۔

''تنقید کے لحاظ سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ ویبر Weber نے اسلام کے بارے میں جو موقف اپنایا، اس نے اسلام کے ان دونوں پہلوؤں کے مابین تعلق ظاہر کرنے کی کوئی حقیقی کوشش نہیں کی۔ اسلامی اخلاقیات کے متعلق موقف مکہ اور مدینہ میں ساتویں صدی میں اسلام کے مطالعے اور تحقیق کے ذریعے اپنایا گیا۔ موروثیت کا تجزیہ بنی امیہ کی حکومت میں عسکری افسر شاہی سے منسلک کر دیا گیا اور اس کی قطعی شکل کو عثمانیوں کے ساتھ منسوب مکہ کا توحیدی اسلام ایک دنیاوی مذہب میں ڈھلنے میں ناکام رہا کیونکہ اس کا اصل علم بردار ایک جنگجو گروہ تھا۔ اس مذہب کی تعلیم کا اصل مقصد اقتدار کے ایک ایسے مجموعے میں تبدیل ہو گیا جو اس جنگجو گروہ کی نفسانی ضروریات اور خواہشات کے عین مطابق تھا۔ اسلام کا روحانی عنصر ایک نظام عقیدہ کے طور پر جس میں نجات پہ زور دیا گیا تھا، دنیاوی خواہشات کی شدید اور لادینی تمنائیں تبدیل ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ شاید ہوا کہ اسلام تبدیلی کا مذہب بننے کے بجائے انجماد کا مذہب بن گیا۔ دوسرا یہ کہ توحید کا اصل مقصد اور تعلیم اس تبدیلی سے مشروط تھی جو صوفی ازم کے تحت رونما ہوتی جو عوام کی جذباتی اور سقیانہ ضروریات کے لیے مناسب تھا۔ نتیجے کے طور پر اسلام کو ان دونوں گروہوں نے دو مخالف سمتوں میں دھکیل دیا۔ جنگجو گروہ نے اسلام کو عسکری اخلاقیات اور صوفیوں نے اسلام کو عارفانہ جدوجہد کی طرف راغب کر دیا۔ اسلام کی یہ دونوں سمتیں یعنی تقسیم شدہ اسلامی اخلاقیات ناکام ہو گئیں، جیسا کہ ویبر ہمیں یقین دلانا چاہتا ہے کہ یہ دو مختلف سمتوں میں جانے کے سبب اسلامی تعلیمات نے ایک معقول سرمایہ دارانہ نظام کو ابھرنے نہیں دیا۔ (4)''

اس کے بعد پروفیسر صاحب نے لکھا ہے۔

لعبہ کے اسلام کی موروثی نوعیت

ویبر کا اسلام بارے موقف کا دوسرا پہلو یوں مرتب ہوا کہ جب اس نے اسلامی حکومتوں کے تحت آنے والے خاندانی سلسلوں مثلاً عباسی، مملوک اور عثمانی کے دور میں سیاسی اور معاشی ڈھانچے کا مشاہدہ کیا۔

Marfat.com

اور یہ ڈھانچہ ویبر Weber کے موروثی افسر شاہی موقف کے عین مطابق ہے۔اس قسم کا مالی اور سیاسی ڈھانچے کا انحصار نئی مملکتوں اور خطوں کی فتوحات پر مبنی تھا۔جس کا فائدہ بنیادی اختر شاہی نے اٹھایا۔سیاسی ڈھانچہ، سلطان، فوج، علما اور عوام کی نمائندہ سماجی قوتوں کے نہایت ہی پیچیدہ توازن پر معلق تھا۔حکومتوں کے تیزی کے ساتھ بدلنے اور ایک خاندان کا دوسرے خاندان کو مغلوب کرنے کے تیز رفتار عمل کے باعث سیاسی توازن ڈول گیا لیکن حیران کن طور پر معاشرے کا بنیادی ڈھانچہ محفوظ اور برقرار رہا۔ویبر Weber کے خیال میں سلطانیت کا مکمل انحصار فوج پر تھا جو اکثر ناقابلِ امتیاز ثابت ہوا۔ویبر کی ان کتابوں سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس کے نزدیک اسلام محض ایک سیاسی اور جنگی مذہب ہے، اور اسلام نے نفس اور جسم کے جو حقوق تسلیم کیے ہیں وہ عیش پرستی ہے، پیغمبر اسلام ﷺ کی عظمت کا راز صرف سیاسی اور فوجی بالادستی کے سبب ہے۔ جنگ میں کامیابیاں اسلام کو جنگی مذہب بناتی ہیں۔اسلام مذہب نجات نہیں ہے۔

محمد ﷺ کے بارے میں لکھتا ہے۔

''مدینے میں ان کی حیثیت ۔۔۔۔اٹلی کے پودست (شہر کا حکمران) اور جنیوا کے کالن (پروٹسٹنٹ فرقہ کا ناظم) کے قریب قریب تھی، جس نے بنیادی طور پر ان کے پیغمبرانہ مقصد سے نمود پائی۔

وہ ایک تاجر تھے اور مکہ میں پاکیزہ اور پرہیزگار گروہ کے رہبر تھے، یہاں تک کہ انہوں نے یہ ادراک کر لیا تھا کہ جنگجو قبائل مالِ غنیمت میں دلچسپی رکھتے تھے اس لحاظ سے مقصد کی خاطر یہ ہی بنیاد بنائی گئی۔''(2)

دوسرے لفظوں میں ویبر یہ کہنا چاہتا ہے کہ عظمتِ مصطفیٰ ﷺ سیاست اور فوجی بالادستی کی وجہ سے ہے۔دوسری طرف ویبر کے نزدیک اسلام مذہب نجات بھی نہیں ہے۔(3)

ویبر کے نزدیک اسلام صرف ایک سیاسی اور جنگی مذہب ہے۔اس حوالے سے ڈھاکہ یونیورسٹی کے تاریخ کے پروفیسر سید انور حسین کا ویبر پر تنقیدی مقالہ عمرانیات کے طالب علموں کے لیے بے حد مفید ہے۔

پروفیسر صاحب نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے کہ

''ویبر اس چیز کو ظاہر کرتا ہے کہ استدلالی قانون، آزادانہ شہر، مڈل کلاس شہری اور سیاسی استحکام کا اسلام ہی مکمل طور پر فقدان تھا، مگر وہ یہ نہیں بتا سکا کہ ان الزامات کے باوجود اسلام میں سرمایہ داری نہیں ہے۔

اس کے برعکس اسلام کے ارتقا نہ ہونے کے دو اسباب بیان کرتا ہے۔

Marfat.com

باب نمبر 29

جے۔ ایم۔ روڈویلؔ، آر۔ باسورتھ سمتھ

Marfat.com

Marfat.com

جے۔ ایم۔ روڈویل

آر۔ باسورتھ سمتھ

جان میڈوز روڈویل (1808-1900) J. M. Redwell

روڈویل نے قرآن کا انگریزی میں ترجمہ 1861ء میں کیا۔ جس میں اس نے سورتوں کی ترتیب پر اعتراض کیا اور نزولی اعتبار سے سورتوں کی ترتیب کی۔ اس ترجمہ کو سکالرز کی کثیر تعداد نے رد کر دیا تھا۔ بہر حال 100 سال بعد بننے والی فلم لارنس آف عربیہ میں ایک منظر میں لارنس اور فیصل کو سورۃ الضحیٰ پڑھتے ہوئے (انگریزی ترجمہ) دکھایا گیا ہے، یہ ترجمہ روڈویل کا ہی کیا ہوا ہے۔

اپنے ترجمہ کے تعارف میں روڈویل نے جو کچھ ہرزہ سرائی کی ہے اسے بطور استشہاد پیش کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی۔ دل کانپ اٹھتا ہے، مگر نقل کفر کفر نہ باشد کے بموجب چند حوالے دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

> روڈویل نے لکھا ہے کہ ''قرآن کے مضامین عیسائی، یہودی اور زرتشت مذہب سے لیے گئے ہیں'' پھر اس نے عیسائی مبلغین کو مشورہ دیا ہے کہ جب وہ تبلیغ کریں ذمہ دار ٹھہرائیں کہ ''محمد ﷺ نوجوانی سے ہی خود فریبی اور مرگی کے عارضہ میں تھے، وہ افسردہ طبع اور فریب خیال قسم کے انسان تھے۔'' (1)

> روڈویل نے مزید انکشاف کیا ہے کہ

> ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی ابتدا یہودی مذہب سے ہوئی ہے۔ اسے سب سے پہلے قریش کے لوگوں کو طایف کے ایک شاعر امیہ نے سکھایا تھا جو کہ محمد ﷺ سے عمر میں تھوڑا بڑا تھا اور ان کے زمانے میں موجود تھا، محمد ﷺ نے اس کو اپنا لیا اور ہر سورت

Marfat.com

کے شروع میں استعمال کیا۔''(2)

روڈویل نے جابجا یہ بتانے کی ناکام کوشش کی ہے محمد ﷺ نے قرآن کو عیسائی اور یہودی مذہب کی کتابوں سے مواد لے کر مکمل کیا ہے مگر یہ ہی روڈویل اپنے کیے کی خود تردید بھی کرتا ہے، وہ لکھتا ہے۔

''ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ محمد ﷺ کی رسائی عیسائی مذہب کی کتابوں تک تھی۔''(3)

آر۔ باسورتھ سمتھ R. Bosworth Smith (1839-1908)

1874ء میں باسورتھ سمتھ نے رایل انسٹیٹیوٹ آف گریٹ برٹن میں ایک لیکچرز کا سلسلہ شروع کیا اور اس میں انہوں نے یہ کوشش کی کہ مغرب میں جو غلط فہمیاں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے حوالے سے پیدا ہو گئی ہیں انہیں دور کیا جائے۔ باسورتھ نے کہا کہ

''کسی مذہبی رہنما اور مذہب کی حقیقت کا اندازہ اس کے نام لیواؤں اور پیروکاروں کے اعمال سے لگایا جاتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ 637ء میں خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یروشلم پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا، یروشلم میں کسی گھر یا مکان کو نقصان نہیں پہنچا میدان کارزار کے سوا یروشلم کے اندر خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہایا گیا۔ 1099ء میں عیسائیوں نے یروشلم پر قبضہ کیا اور مسلمانوں کے گھروں اور املاک کی اینٹ سے اینٹ بجادی، تین روز تک مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی، ستر ہزار مسلمان بچے، بوڑھے، عورتیں اور جوان قتل کیے گئے۔ ان میں سے دس ہزار وہ تھے جنہیں مسجد عمرؓ میں ہلاک کیا گیا۔ جب مسلمانوں نے یروشلم فتح کیا تو وہ یہ ثابت کر رہے تھے کہ محمد ﷺ دنیا کے لیے فضل ورحمت بن کر آئے ہیں۔''(1)

محمد ﷺ اور تعدد ازدواج کے حوالے سے باسورتھ نے لکھا

''دوسرے مقاصد کے علاوہ محمد ﷺ کی اکثر شادیوں کے مقاصد بے سہارا افراد پر ترس کھانا تھا۔ تقریباً سب ہی بیوائیں تھیں جو نہ خوبصورت تھیں نہ دولت مند، حضرت خدیجہؓ کے وقت رحلت تک خود پچاس برس کے تھے۔ ظاہر ہے زینب کی کہانی میں رنگ آمیزی کی گئی، زینب پیغمبر کی پھوپھی کی بیٹی تھیں اور بجائے آزاد غلام سے ان کی

Marfat.com

شادی کردینے کے خودان کے ساتھ شادی میں رکاوٹ کوئی نہ تھی۔''(2)

مستشرقین کے گروہ میں یہ ایک اہم تبدیلی تھی اور باسورتھ سمتھ نے جب مغرب کے سامنے کردار نبوی ﷺ کی عظمتوں کی بات کی، ان کے اوصاف بیان کیے تو باسورتھ کے معترضین نے شدید اعتراضات کیے۔

جب اعتراضات شدید ہو گئے تو بالآخر باسورتھ سمتھ کو اپنی کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے پیش لفظ میں یہ لکھنا پڑا کہ

''بہت سے عیسائی مصنفین نے، مجھے لگتا ہے اسلام کا قرب صرف اسے کم تر ثابت کرنے اور اس کی غلط تصویر پیش کرنے کے لیے ہی حاصل کیا، حالانکہ پسندیدہ بات یہ تھی کہ کم از کم وہ فضلا یا ان سے لائق فضلا جو موضوع کی اہمیت اور اس کی بزرگی سے متاثر تھے وہ سرد مہری اور غیر جانبداری سے ماورا ہو کر بلکہ کچھ ہمدردانہ اور دوستانہ رویہ اپناتے ہوئے برتاؤ کرتے۔''(3)

باسورتھ سمتھ 28 جون 1839ء ڈورسٹ برطانیہ میں پیدا ہوا، 1862ء میں یونین کا بلا مقابلہ صدر منتخب ہوا۔ اس کی کتاب ''محمد اور محمڈن ازم'' اسکے چار لیکچروں پر مشتمل تھی جو کہ پہلے 1872ء میں چند دوستوں کو سناتے گئے اس کے بعد 1874ء میں رایل انسٹیٹیوٹ میں پیش ہوئے۔ اس کے بعد یہ لیکچر کتاب کی شکل میں شائع ہوئے۔ باسورتھ نے لکھا محمد ﷺ کے حوالے سے۔

''چرچ کے ساتھ ساتھ ریاست کا سربراہ، وہ بیک وقت بسیرز اور پوپ تھا، لیکن وہ پوپ کی حیثیت و شخصیت کے بغیر پوپ تھا اور سیرز حیثیت و شخصیات کے بغیر سیزر تھا۔ جس کی کوئی فوج نہ تھی نہ کوئی محافظ، نہ کوئی پولیس، نہ کوئی مقررہ آمدن۔ اگر کوئی شخص سچی الہدیث کا مالک ہوتا تو وہ محمد ﷺ ہوتے کیونکہ ان سب چیزوں کے بغیر ہی ان کے پاس تمام اختیارات موجود تھے۔ نہ انہوں نے کبھی اپنے طاقت کی نمائش کی اور پروانہیں کی۔ ان کی نجی زندگی میں سادگی ان کی عوامی زندگی میں مضمر تھی۔''(4)

اسلام کے بارے میں باسورتھ کے خیالات ملاحظہ فرمائیے۔

'اسلام میں یہاں ہر چیز مختلف ہے۔ اندھیرے، ابہام اور اسرار کے بجائے ہمیں

Marfat.com

تاریخ سے واسطہ پڑتا ہے۔ ہمیں حضرت محمد ﷺ خارجی تاریخ کا علم ہے، جہاں تک ان کی اندرونی تاریخ کا تعلق ہے ہمارے پاس اس ایک کتاب جو اپنی اصلاح کے لحاظ سے منفرد ہے۔ یہ کتاب اس قدر محفوظ ہے کہ مستند حیثیت کی حامل ہے کہ کوئی بھی شخص کبھی بھی اس بارے شدید شک میں مبتلا نہیں ہوا۔'' (5)

کلنٹن بینٹ نے 1992ء میں لکھا کہ

''لیکن میرے پیش نظر مغربی (برطانوی) مفکر ہیں۔ جیسے فورسٹر، مورس اور باسورتھ سمتھ برطانوی تھے اور انہوں نے اسلام کے بارے میں سنجیدہ اور ہمدردانہ رویہ اپنایا جو کہ قابلِ قدر ہے۔ انکا شوق اور دلچسپی اسلام کے حوالے سے یہ بتاتی ہے اس زمانے میں کم از کم برطانوی مصنف ایسے تھے جنہیں احساس ہو گیا تھا کہ عیسائیت اور دیگر مذاہب عالم کے درمیان ایک تعلق ہے، اور اس معاملے میں اسلام جو کہ صرف ان عیسائی مبلغین کا معاملہ نہیں تھا جو دوسرے اسلام ملکوں میں تھے بلکہ ان لوگوں کا بھی تھا جو کبھی برطانیہ سے باہر نہیں گئے تھے۔'' (6)

بینٹ نے مزید لکھا کہ

''باسورتھ سمتھ کو معلوم تھا اور وہ قائل تھا کہ بہت سے عیسائی مصنفین نے اسلام کو غلط انداز سے پیش کیا ہے''

''باسورتھ سمتھ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اسلام کے بارے میں مثبت تنقیدی رویہ اپنائے گا، یعنی اچھائی پر نظر برائی پر نہیں، وہ باتیں جو مشترک ہوں کہ کہ خلاف ہوں؟ سمتھ نے اپنے چہرے کو آئینہ دکھایا اسی حوالہ سے کہ عیسائیت کی اعلیٰ تعلیم یہ ہے کہ دوسروں کو اس طرح پرکھو جیسے خود کو پرکھا جاتا ہے اور دوسروں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو جیسا تم اپنے ساتھ چاہتے ہو۔'' (7)

Marfat.com

باب نمبر 30

ڈاکٹر سپرنگر، تھیوڈورنولدکے

Marfat.com

Marfat.com

ڈاکٹر سپر نگر
تھیوڈورنولدکے

ڈاکٹر سپرنگر Aloys Sprenger (1813-1893)

ڈاکٹر سپرنگر آسٹریلیا کا مستشرق تھا۔ 1843ء میں وہ کلکتہ میں تھا اور بعد میں دہلی کالج کا پرنسپل بنا۔ اس نے بہت سی کتابوں کا ایشیائی زبانوں میں ترجمہ کیا۔

اردو زبان کے حوالے سے اس کا تجزیہ یہ تھا کہ

i۔ اردو کے لیے درست خطوط پر کام کرنے کے لیے عربی پر مکمل مہارت درکار ہے۔

ii۔ ہندوستانی مدرسوں میں عربی کی تعلیم کے لیے وہاں کے ماحول اور ہندوستانی لوگوں کے مزاج کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

iii۔ اردو تعلیمی اور سائنسی اصطلاحات سے محروم تھی۔ اس ضمن میں نئی اصطلاحیں وضع کرنے کے حوالے سے عربی کے استعمال کے ذریعے کمی دور کی جاسکتی تھی۔

iv۔ اردو کے لسانی ڈھانچے کے حوالے سے سنسکرت جیسی مقامی زبانوں کا حصہ بھی مدنظر رہنا چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو، اردو کی ارتقاء اور ترقی کے لیے ان زبانوں کی مدد بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔

v۔ اردو کو مقبول کرنے کے لیے انفرادی یا اجتماعی طور پر کی جانے والی کوششوں کی حوصلہ افزائی کی خاطر حکومت کو بھی چاہیے کہ وہ کچھ نہ کچھ اقدامات کرے۔

vi۔ اردو میں اصطلاحات کی کمی دور کرنے کے لیے عربی کے ساتھ ساتھ انگریزی کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ ایسی زبان ہے جو اردو میں جدید مغربی سائنس رائج کرنے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔

vii۔ سائنس کے موضوع پر قدیم اسلامی مواد کا اردو میں ترجمہ کیا جانا چاہیے تاکہ مسلمان اس میدان ہر

Marfat.com

شعبے میں اپنے آباؤ اجداد کی کامیابیوں سے آگاہ ہو سکیں اور جدید سائنس پڑھنے کے ضمن میں انہیں تحریک مہیا کی جا سکے۔(1)

''اگر ہم اس کے تمام علمی کاموں کو مدنظر رکھیں تو پھر ہم محسوس کریں گے کہ ''مستشرق'' کی اصطلاح اس پر لاگو نہیں ہوتی بلکہ اس کی شخصیت تو عرب اور اسلامی تاریخ کے علاوہ اسلامی عبارات پر ایک ماہر کی حیثیت سے سامنے آتی ہے۔ وہ نہ صرف مغربی علما کے نزدیک قابل احترام ہے بلکہ اسلامی علما نے بھی اس کی عالمانہ خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ اس نے چند اسلامی حوالہ جاتی کتابوں کو بھی از سر نو دریافت کیا جو بظاہر غائب ہو چکی تھیں، پھر اس نے یہ کتابیں دنیا کے سامنے پیش کیں۔ ان دریافت شدہ کتابوں میں سیرت ابن ہشام، واجدی کی فتوح الشام، جرجانی کی وائزرامین اور نویں صدی بعد از مسیح ایک مشہور صوفی مہاصیبی کے صوفیانہ مقالے شامل ہیں۔ ان دریافتوں کو سپر نگر نے مشرقی علوم کے مطالعے کے ضمن میں ایک مستقل مقام دیا۔ مغربی علما خاص طور پر جنہیں اسلام کے مطالعے کا شوق، ہمیشہ اس کے ممنون رہیں گے۔ بہر حال، کچھ مسلم علما کو اس کے کچھ نظریات سے شدید اختلاف ہے۔''

> ''ایک اور چیز کے باعث مسلمانوں میں اس کی عالمانہ حیثیت کم ہوئی، یہ ہے کہ اس نے حدیث کی مستند حیثیت و نوعیت پر اعتراض کیا ہے، کچھ احادیث کے اندرونی تضادات کو واضح کرنے کے ذریعے اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تمام احادیث پر اندھا دھند اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔''(2)
>
> سپر نگر نے 1854ء میں نجم الدین عمر القازوینی، الکاطبی کے ''الرسالہ الشمسیا'' کا ترجمہ کیا، اصل کتاب 1261ء میں لکھی گئی تھی۔(3)

غلام نبی فلاحی نے ابتدائی حدیث اور اس کے حوالے سے مستشرق کے خیالات پر ایک تحقیقی مضمون لکھا ہے سپر نگر کے حوالے سے انہوں نے لکھا ہے کہ سپر نگر نے کہا ہے کہ بہت سی احادیث کو مصدقہ نہیں مانا جا سکتا سپر نگر نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ سنہ Sunnah کی کتابوں میں زیادہ چیزیں سچی ہیں اور کم جھوٹی ہیں مگر سیرت کے حوالے سے موجود کتابوں میں زیادہ چیزیں جھوٹی ہیں اور کم سچی ہیں۔

میں نے حوالہ جات و حواشی میں انگریزی کی تحریر بھی لکھ دی ہے تا کہ ترجمہ سے کوئی غلط فہمی کا امکان نہ رہے۔(4)

Marfat.com

جوزف شاخت کی طرح سپرنگر کے خیالات بھی حدیث کے حوالے سے وہی ہیں کہ عقائد اور رسم و رواج میں تبدیلی کی گنجائش پیدا کرنے کے لیے حسب ضرورت احادیث وضع کی گئیں۔

ایک اور مستشرق ڈوزی رین ہارٹ (Dozy Reinhart 1820-1883) جو عربی، تاریخ اور ادب کا اسکالر ہے نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ احادیث دوسری صدی ہجری میں وضع کی گئیں اور محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) مرگی کا عارضہ تھے جسے وہ وحی سمجھتے رہے!

یہاں ہم سپرنگر کی کتاب Life of Mohammad - 1869 اور ڈوزی کی کتاب Spanish Islam شائع 1913ء سے ایک واقعہ کے حوالے سے بات کریں گے۔

فتح مکہ جنگ حنین اور محاصرہ طائف کے عرب کے مختلف علاقوں سے وفود ان عرب محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تھے، یہ مکمل طور پر اسلام نہیں لاتے تھے۔ یہ اطاعت تو قبول کرنا چاہتے تھے مگر کچھ مراعات بھی مانگ رہے تھے۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ کچھ عرصہ کے لیے انہیں ان کے بتوں کی عبادت کرنے دیا جائے۔

اس واقعہ کو جس ڈرامائی انداز سے دونوں مستشرقین نے اپنی کتاب میں لکھا ہے وہ ملاحظہ فرمایئے (نعوذ باللہ)

''طائف کے بنوثقیف نے اسلام لانے کے لیے چند شرائط پیش کیں۔ اول یہ کہ ان کا بت 'لات' تین سال تک باقی رہنے دیا جائے۔ اور اس مدت میں انہیں نماز کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔

محمد ﷺ نے جواب دیا کہ یہ مدت بہت طویل ہے۔ مزید برآں نماز کے بغیر دین ہی کیا ہے۔ اس پر نمائندوں نے اپنے مطالبات میں نرمی پیدا کی۔ اور آخر کار کافی ردوقدح کے بعد معاہد فریقین میں یہ شرائط طے ہوئیں کہ بنوثقیف عشر ادا نہیں کریں گے، جہاد میں حصہ لینے سے مبرا ہوں گے اور نماز میں سجدہ نہیں کریں گے۔ ان کا بت 'لات' ایک سال تک باقی رہنے دیا جائے گا۔ اور اس مدت کے بعد انہیں مجبور نہ کیا جائے گا کہ خود اپنے ہاتھوں سے اسے تباہ کریں۔

لیکن.....کو اب بھی تذبذب تھا۔ وہ رائے عامہ سے خوفزدہ تھے۔ اس پر وفد کے نمائندوں نے کہا کہ اس خیال کو آپ اپنے فیصلے میں رکاوٹ نہ بننے دیجیے۔ اگر عرب آپ سے پوچھیں گے کہ آپ نے اس قسم کا معاہدہ کیسے کیا تو آپ کو تو صرف یہ کہنا ہے کہ ایسا اللہ کے حکم کی تعمیل میں کیا گیا ہے۔ یہ استدلال اس نبی کو

Marfat.com

قابلِ قبول نظر آیا۔ اور انہوں نے حسب ذیل رسمی معاہدہ املا کرانا شروع کیا۔

'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ رسول اللہ ﷺ اور بنو ثقیف کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا ہے کہ موخر الذکر عشر وزکوٰۃ ادا کرنے کے پابند نہ ہوں گے۔ نہ ہی وہ جہاد میں حصہ لیں گے۔ اور نہ.....'

لیکن جب وہ یہ الفاظ ادا کر رہے تھے تو شرم وندامت نے سلسلۂ کلام منقطع کر دیا۔ ثقیف کے ایک نمائندے نے فوراً لقمہ دیا کہ 'اور نہ ہی وہ نماز میں سجدہ ادا کریں گے'

لیکن جب...... پھر بھی خاموش رہے تو نمائندے نے کاتب سے کہا کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں لکھو۔ کیونکہ یہ بات طے ہو چکی ہے۔ کاتب نے نبی کی طرف دیکھ کر ان کا حکم جاننا چاہا۔ لیکن اس درمیان عمرؓ، جواب تک خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے، غیض وغضب میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی تلوار بے نیام کر کے چلائے تو نے رسول اللہ ﷺ کے دل کو مکدر کر دیا۔ اللہ تم لوگوں کو واصل جہنم کرے۔' ثقیف کے نمائندے جز بز ہو کر بولے 'ہمارا خطاب تم سے نہیں، ہم تو محمد ﷺ سے مخاطب ہیں'

'نہیں' ...... نے آخر کار کہا۔ 'میں اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں کرونگا۔ تمہیں یا تو بلا کسی شرط ورخصت اسلام قبول کرنا ہوگا یا پھر جنگ کے تیار ہو جاؤ' بنو ثقیف نے درخواست کی کہ 'اچھا ہمیں صرف چھ مہینے کی مہلت دیجیے کہ لات کو باقی رکھیں'

'نہیں!' 'صرف ایک ماہ' اور اس کے بعد 'ایک گھنٹے کے لیے بھی نہیں' یہ وفد اپنے قبیلے میں اس عالم میں پہنچا کہ اس کے ساتھ مسلمان سپاہی تھے جنہوں نے خواتین کی آہ وبکا کی فضا میں لات کو تباہ کر ڈالا''

یہ ترجمہ ہم نے ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی کی کتاب مستشرقین مغرب کا اندازِ فکر سے لیا ہے مصنف نے عشق رسول ﷺ کے تقاضے میں جہاں جہاں محمد ﷺ کا نام ہے وہاں جگہ خالی رکھی ہے!

یعنی ڈوزی نے ایک نبی کی شخصیت میں ایسے شخص کو دکھایا ہے جو دنیا کو بھلائی کا سبق دینے نہیں بلکہ سودے بازی کرنے آیا ہے۔ (5)

اور وہ ایسا شخص جو دنیاوی فائدے کے لیے دین میں احکامات کو اوپر نیچے کر سکتا ہے اور اسلام کو جبراً پھیلا دیا ہے۔ (6)

جیلانی صاحب نے اپنی کتاب ''مستشرقین مغرب کا اندازِ فکر'' میں مزید لکھا ہے۔

''حیرت ہوتی ہے کہ یوں جبراً اسلام قبول کہنے والے بنو ثقیف موقع پر ملنے پر اسلام سے منحرف

Marfat.com

کیوں نہیں ہوئے۔ وصالِ نبوی کے بعد جب عرب قبائل عام طور پر منحرف ہوئے تو ثقیف اسلام پر کیوں استقامت کے ساتھ قائم رہے؟ اگر ان واقعات میں ذرا سی بھی صداقت ہوتی تو ثقیف کو انحراف کرنے والوں کی صفِ اول میں ہونا چاہیے تھا۔ اس ڈرامے کی بھی وہی اصلیت ہے جو واقعہ غرانیق کی ہے۔ جس طرح غرانیق کی آڑ میں یہ کہا گیا کہ کفر کی حالت کی طرف لوٹ جانے کی خواہش تھی، اسی طرح یہاں الفاظ استعمال کیے بغیر وہی دعویٰ دہرایا جا رہا ہے۔ غرانیق کے حق میں تو یہ کہا جاتا ہے کہ ناکامیوں، مظالم اور بے بسی کے باعث وقت کے تقاضوں سے صلح کرنے کی خواہش تھی، لیکن فتح مکہ کے بعد جب اقتدار قدم بوسی کر رہا تھا، اس قسم کی مصلحت کا کیا جواز ہو سکتا ہے۔"

"تھیوڈور نولدکے" Theodor Noldeke (1836-1930)

جرمنی میں 1836ء میں پیدا ہوا۔ اسے مغرب میں قرآن پر تنقید کا فادر مانا جاتا ہے۔

اس نے اپنی کتاب "تاریخ قرآن" 1859ء میں لکھی جسے فرانس میں ایوارڈ دیا گیا۔

نولدکے نے "تاریخ قرآن" میں لکھا ہے کہ حروف مقطعات قرآن مجید کا حصہ نہیں ہیں۔ یہ صرف علامتیں ہیں۔ جیسے حضرت عثمانؓ کے نسخے کے لیے "ن" یا حضرت مغیرہؓ کے نسخے کے لیے "م"۔ بعد میں نولدکے نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا تھا۔

نولدکے نے یہ بھی کہا ہے کہ اللہ کا نام "رحمٰن" یہودیوں سے مستعار لیا گیا ہے۔ قرآن کی جمع و تدوین کے مسئلے پر بھی بحث کی ہے اور شبہات کا اظہار کیا ہے۔ اور اس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ قرآن پاک (نعوذ باللہ) محمد ﷺ کی تصنیف ہے۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں جلد 15 صفحہ 900 پر اس نے قرآن مجید پر ریویو کیا ہے اور لکھا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کو

"عرب کے باہر کی دنیا سے واقفیت نہیں تھی وہ مصر میں بارش کا ذکر کرتے ہیں جب کہ وہاں بارش نہیں ہوتی بلکہ زرخیزی کی وجہ سے دریائے نیل کا سیلاب ہے۔"

یہ مضمون کئی بار شائع ہوا ہے جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا 1893ء جلد 16 میں صفحہ 600 پر ذرا سے ردو بدل کے ساتھ بھی لکھا ہے۔

"جہاں ہم نے لفظ "واقفیت نہیں تھی" لکھا ہے دراصل نولدکے نے لفظ Ignorant استعمال کیا ہے

Marfat.com

جس کا ترجمہ ہم نے دانستہ طور پر نہیں کیا ہے۔"

واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں شاہ مصر کے خواب کا ذکر ہے۔

"آپ نے فرمایا کہ تم سات سال متواتر غلہ بونا، پھر جو فصل کاٹو اس کو بالوں میں رہنے دینا، ہاں مگر تھوڑا سا جو تمہارے کام میں آئے، پھر اس کے بعد سات برس ایسے اور سخت آئیں گے، جس کو تم نے ان برسوں کے واسطے جمع کیا ہے مگر تھوڑا سا جو تم رکھ چھوڑو گے، پھر اس کے بعد ایک برس ایسا آئے گا، جس میں لوگوں کے لیے خوب بارش ہوگی (فریاد رسی ہوگی) اور اس میں شیرہ بھی نچوڑیں گے۔" (سورۃ یوسف 47-49)

اس بات کو لے کر نولدکے ہی نہیں بلکہ دوسرے مستشرقین نے بھی یہ لکھا ہے کہ مصر میں بارش نہیں ہوتی اور اس بات سے محمد ﷺ واقف نہیں تھے۔

دراصل معاملہ ایک لفظ کا ہے جو سورۃ یوسف کی اس آیت میں ہے "یغاث" وہ لفظ جس پر بحث ہے۔ اس لفظ کا مطلب بارش لیا گیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ "یغاث" کا مطلب صرف بارش ہی ہے یا کچھ اور بھی ہے۔

پہلے دیکھتے ہیں کہ اس آیت کا ترجمہ مختلف مفسرین نے کیا کیا ہے۔

"پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے لیے سیلاب کا پانی ہوگا اور اس میں وہ شیرہ نچوڑیں گے۔" (یوسف علی)

"اس کے بعد پھر ایک سال ایسا آئے گا جس میں باران رحمت سے لوگوں کی فریاد رسی کی جائے گی اور وہ رس نچوڑیں گے۔" (سید ابوالاعلیٰ مودودی)

"یعنی قحط کے خاتمے کا سبب بارش یا نیل کا سیلاب وطغیانی۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ مفسرین اور علما نے اسے کس طرح دیکھا ہے۔

روح المعانی میں ہے کہ

"اگر مادہ غیث ہو تو بارش ہوگی اگر مادہ غوث ہو تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ قحط ان سے دور کیا جائے گا اور ان کی فریاد رسی ہوگی۔"

اسی طرح تفسیر ابن کثیر اور ثعالبی کی جواہر الحسان فی تفسیر القرآن میں بھی کم وبیش یہی بات ہے کہ

Marfat.com

لفظ ''یغاث'' کے مادے پر غور کرنا ہوگا۔

گویا وسیع معنوں میں ''یغاث'' کا مطلب ہوگا دادرسی اور عام معنوں میں بارش مراد لیں گے۔

مولانا محمد اویس ندوی نگرامی مرحوم نے اپنے مقالہ ''مستشرق نولدیکی اور قرآن'' میں تفصیل سے اس موضوع پر بحث کی ہے۔

یہ مقالہ ''اسلام اور مستشرقین'' جلد ہفتم میں ہے جسے دارالمصنفین نے شائع کیا ہے۔

اسلامک اویرنس Islamic Awareness کی ویب سائٹ پر اس حوالے سے تحقیقی مضمون موجود ہے جس میں ایم سیف اللہ، محمد غنیم اور عبداللہ ڈیوڈ نے لکھا ہے کہ مصر کے علما اور محققین نے نشاندہی کی ہے کہ مصر میں بھرپور بارش ہوتی رہی ہے اور یہ زمانہ جس کی نشاندہی کی گئی ہے وہ 3000 قبل مسیح سے 9000 سال قبل مسیح تک جاتا ہے۔(2)

اسی مقالہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ حیرت کی بات ہے نولدکے اور دوسرے مستشرقین نے لفظ Invndation پر غور نہیں کیا یعنی دریائے نیل کی سالانہ طغیانی جس کے سبب پانی نہروں میں جمع ہو جاتا ہے اور کاشت ہوتی ہے۔

یعنی دریائے نیل پر پانی برسے گا اور پھر پانی نہروں میں چلا جائے گا اور یہ اتنی مقدار ہوگی جس سے کھیتیاں ہری ہو جائیں نہ کہ لوگوں کے گھر تباہ ہو جائیں۔

بہر حال یہ دونوں مقالے بے حد تحقیقی اور جامع ہیں اور انہیں پڑھنا چاہیے۔

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 31

شیلڈن آموس

Marfat.com

Marfat.com

شیلڈن آموس

شیلڈن آموس Sheldon Amos (1835-1886)

شیلڈن آموس برطانوی قانون دان تھا، کیمبرج میں تعلیم حاصل کی اور 1869ء میں لندن یونیورسٹی کے شعبہ قانون سے وابستہ ہوا۔ اس نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں مگر جس کتاب پر ہم بات کریں گے وہ اس نے 1883ء میں لکھی جس کا نام ہے ''رومن سول لا'' History and Priciples of the Civil Law of Rome

کتاب میں مصنف نے تاریخ کے حوالے دیے ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ جب مسلمانوں نے مصر اور شام کو فتح کیا تو وہاں پہلے سے رومی قوانین نافذ تھے اور روسی قانون کے ادارے کام کر رہے تھے۔ اس لیے اسلامی قوانین پر رومی قوانین کا گہرا اثر ہے۔

مصنف کا یہ بھی کہنا ہے کہ ابتدائی خلافت کے زمانے میں دنیاوی زندگی کے معاملات میں قانونی ضرورت کو ضروری نہیں سمجھا گیا اور بعد میں جب عربوں نے کچھ ملک فتح کر لیے اور امن وسکون کی فضا قائم ہوئی تو انہیں مطالعے کا موقع ملا اور پھر انہوں نے ارسطو سے اور دوسرے حکما سے علم قانون بنایا۔

> کتاب کے صفحہ نمبر 403 سے 409 تک مصنف نے اس قسم کے معمالات پر بحث کی ہے۔ جس کے کچھ حصے دیکھیے۔ مثلاً وہ یہ دلیل لاتا ہے کہ ''سربیا، مونٹیگیر وا اور روس میں یونانی زبان بولی جاتی تھی، وہاں مختلف قسم کے ملتے جلتے قانون تھے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہری قانون ان علاقوں میں ہمیشہ رہا تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ محمد ﷺ کا قانون کس حد تک ایک نیا قانون ہے یا پرانے قانون کو عربی لبادہ پہنا دیا ہے۔'' (1)

یعنی مصنف نے لکھا ہے کہ قرآن میں صرف یہ ہی احکام ہیں اور ان سے ایک قانون نہیں بن سکتا۔

Marfat.com

قرآن میں صرف یہ احکام ہیں۔

1۔ خدا کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

2۔ طلاق کا حکم کہ بیوی کو دو دفعہ طلاق دے سکتے ہو پھر ان کے ساتھ رحمدلی کا برتاؤ کرو اور الگ کر دو۔

3۔ یہود خود قیامت کے دن برے حال میں ہونگے۔

4۔ معیادی قرض کو لکھ لیا کرو۔

5۔ اگر انصاف کر سکتے ہو تو چار نکاح کر سکتے ہو۔

6۔ مرد کو 2 حصے عورت کو ایک حصہ لیکن صرف عورتیں ہو تو وہ۔

7۔ شوہر کو آدھا حصہ ملے گا۔

8۔ موت کے مرض میں مبتلا ہو تو وصیت کے وقت گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

9۔ سزائے زنا و غیبت۔

10۔ غلام سے متعلق حکم۔

11۔ سال میں 12 ماہ ہوتے ہیں۔(2)

مصنف کا کہنا ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید ایک وسیع اور ہمہ گیر قانون کی بنیاد نہیں بن سکتا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن میں صرف یہ ہی احکامات ہیں یا اتنے مختصر جو مصنف نے لکھے ہیں؟ قرآن کریم میں احکامات سے متعلق کم وبیش 500 آیات ہیں۔ اور قانون احکامات 100 سے زائد آیتوں میں ہیں۔

عبادات کے بارے میں آیات 140 ہیں۔

نکاح، طلاق اور وصیت کے بارے میں آیات 70 ہیں۔

خرید و فروخت، اجارہ، رہن شرکت اور تجارت کے بارے میں 70 آیات ہیں۔

حدود و تعزیرات کے بارے میں 30 آیات۔

قضا و شہادت (گواہی) کے بارے میں 20 آیات۔

متفرق احکام 170 آیات۔

Marfat.com

مصنف نے اپنی کتاب میں نکاح وطلاق کے مسائل میں صرف 2 کا ذکر کیا ہے جب کہ صرف سورۃ النساء میں 50اور سورۃ الاحزاب میں 8 آیات میں معاشرتی نظام کے احکامات کی تفصیل ہے۔

ماکولات ومشروبات کے لیے 40 مقامات پر احکامات ہیں۔

جرائم کے لیے 9 مقامات اور قضا کے لیے 16 مقامات پر احکامات ملتے ہیں۔

یورپ اور امریکہ میں جن افراد نے اسلامی فقہہ پر کام کیا ہے ان میں ایک نام نیول جے کولسن کا بھی ہے۔

نیول۔ جے۔ کولسن N. J. Coulson (1928-1986)

کولسن لندن یونیورسٹی میں اسلامی قانون کے شعبہ سے وابستہ تھا۔ لندن یونیورسٹی کے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن سٹڈیز میں اسلامی فقہہ کے شعبہ کا صدر تھا۔

چالیس سالوں میں یہ تیسرا صدر تھا اس سے پہلے پروفیسر سیمور ویسی (- Seymoor Vesey Fitzgerald) اور پروفیسر سر نارمن اینڈرس (Sir Norman Anderson) نے یہ شعبہ سنبھالا تھا۔

یہ تینوں ایسے اسکالر تھے جنہوں نے اسلامی قانون کے حوالے سے بہت کام کیا۔

SOAS (School of Oriental and African Studies) کے قیام سے پہلے صرف مستشرقین (Orientalists) اپنے طور پر اسلامی فقہہ یا قانون پر اپنے طور پر کتابیں لکھتے رہے جیسے سر ولیم جان (Sir Willian Jone) کی کتاب Law of Bailment جو 1779ء میں شائع ہوئی اس کے بعد جوزف شاخت اور گولڈز ہیر کا نام آتا ہے جن کا تفصیلی ذکر اس کتاب میں ہم نے کیا ہے۔

مگر 1946ء میں پروفیسر سیمور نے پہلی مرتبہ SOAS کے صدر عہدہ سنبھالا تو باقاعدہ اسلامی فقہہ پر ریسرچ کا آغاز ہوا۔

یعنی تحقیق کا پہلو یہ تھا کہ شریعہ قانون اور موجودہ دور۔

پروفیسر سیمور کا ابتدائی دور انڈیا میں سول سروس میں گذرا تھا اس لیے ان کی تحقیق کا محور اسلامی قانون اور برطانیہ کی وہ کالونیاں Colonies تھیں جو برصغیر میں تھیں۔

جب 1954ء میں نارمن اینڈرسن نے SOAS میں صدارت کا عہدہ سنبھالا تو تحقیق کا رخ برصغیر سے مشرق وسطیٰ Middle East کی طرف ہو گیا۔ اینڈرسن نے کافی عرصہ مصر میں گذارا تھا۔

Marfat.com

اینڈرسن نے دو کتابیں لکھیں۔

1. Law reform in the Muslim World (1976)

2. Islamic Law in the Modern World (1959)

مگر اپنی اس کتاب میں ہم پروفیسر کولسن کے حوالے سے زیادہ توجہ دیں گے اور اینڈرسن کے حوالے سے بھی کچھ جائزہ لیں گے۔

کولسن کو اگرچہ مستشرق ہی کہا جاتا ہے مگر ہم اسے دوسرے مستشرقین سے کسی حد تک الگ خانے میں رکھنا چاہیں گے۔

کیونکہ دوسرے بہت سے مستشرقین کے نزدیک اسلامی قانون فرسودہ نظام ہے کولسن نے اس نظریہ کے برخلاف لکھا ہے۔

کولسن کے نزدیک اسلامی قانون ایک جیتا جاگتا نظام ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے اور اسلامی ممالک میں قانون بناتے وقت اس سے مدد لی جاسکتی ہے۔

اسلامی فقہہ کا مطالعہ اس نے قانونی حیثیت میں رہ کر کیا ہے۔ اس کی تحریر و تحقیق میں سیاسی مقاصد نظر نہیں آتے جو دوسرے مستشرقین کی تحریروں میں ملتے ہیں۔

کولسن کی تحقیق کے کچھ پہلو ایسے ہیں جن سے اتفاق کرنا پڑتا ہے مگر چند مقامات پر اختلاف کی گنجائش بھی نکلتی ہے۔

بہرحال اس کے اصول تحقیق قابلِ قدر ہیں۔

کولسن کی وہ باتیں جن سے ہمیں اتفاق ہوسکتا ہے۔

اسلامی قانون کی تاریخ کے حوالے سے کولسن نے اپنی کتاب کے شروع میں یہ لکھا ہے کہ محمد عربی ﷺ کی وفات کے بعد وحی کے سلسلہ منقطع ہوتے ہی ایک اسلامی قانونی یا شریعت جن بلندیوں تک پہنچ گئی تھی وہ قائم رہی اور اس میں تبدیلی کی گنجائش نہ تھی۔(3)

کولسن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ

''اسلام میں ایمان ایسے قواعد اور ضوابط کا مجموعہ ہے جو اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعے آئے ہیں۔ اور انکار اسلام سے خارج کردیتا ہے۔''(4)

Marfat.com

''اللہ ہی پر حکم کا دارومدار ہے اور زندگی کے ہر معاملے میں اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔''(5)

''مدینہ میں رائج قبائلی قانون قرآنی وحی کے بدولت مٹتے چلے گئے۔''(6)

احادیث کے بارے میں کولسن اپنے استاد جوزف شاخت سے اختلاف رکھتا ہے۔

''کولسن کا موقف ہے کہ ''سنت کے بارے میں امام شافعی کا یہ اعتراف کہ سنت ارادہ الٰہی کو معلوم کرنے کے سلسلے میں قرآن کا تکمیلی سرچشمہ ہے وہ اہم ترین کارنامہ ہے جسے اس فقیہہ نے اسلامی شریعہ کے میدان میں انجام دیا ہے۔''(7)

مغرب کا مورخ جب قرآن پر تحقیق کرتا ہے تو وہ اسے تاریخ کی کتاب سمجھتا ہے، قانون کا ماہر اسے قانون کی کتاب سمجھتا ہے دوسری غلطی ان سے یہ ہوتی ہے کہ اپنی تحقیق سے پہلے عقائد کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ قرآن قانون، سیاست، تاریخ یا سائنس کی کتاب نہیں ہے بلکہ سب سے پہلے یہ کتاب ہدایت ہے۔

یہ ہی وجہ ہے کہ کولسن قرآن کے ان اسلوب کو سمجھنے سے قاصر ہے جن میں قانون سازی کے لیے حوالے سے احکامات ہیں۔

کولسن نے قرآن کو صرف اور صرف قانون کی ایک کتاب کی طرح دیکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ کتابِ ہدایت کا پہلو سمجھنے کے لیے مسلمان ہونا پڑتا ہے ورنہ صرف ترجمہ پڑھنے سے بات نہیں بنتی۔

اس حوالے سے کولسن نے اپنی کتاب ''شریعی قانون'' میں ایک باب پر جو کہ 10 سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے بحث کی ہے۔

اس بحث کا خلاصہ کم و بیش یہ ہے کہ

☆ موجودہ دور کے قوانین کی طرح قرآن میں کسی مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ نہیں ہوسکتا۔

☆ قرآن نے شریعت کے مطابق مسلمانوں کے لیے براہ راست قانون سازی کا نمونہ پیش نہیں کیا ہے۔

☆ بہت سے مقامات پر اخلاقی احکامات ہیں وہ شریعت کے احکام نہیں ہیں۔

☆ قرآن میں جو قانون یا احکامات ہیں وہ اللہ اور بندے کے درمیان معاملات کے ہیں انسان سے انسان کے تعلقات کے نہیں ہیں۔

Marfat.com

☆ قرآن کے احکامات اخلاقی ہیں یعنی بیشتر احکامات یہ ہیں کہ جھوٹ نہ بولو، کمزوروں کی مدد کرو، لین دین میں ایمانداری کرو۔

☆ سود اور شراب کو بھی حرام کے دائرہ میں رکھا گیا ہے قانونی جرم میں نہیں۔

☆ ہاں شراب کے لیے بعد میں سزا تجویز ہوئی مگر سود پھر بھی سزا کے زمرے میں نہیں آتا۔

☆ شراب اور سود کے حوالے سے

اسی باب میں کولسن لکھتا ہے کہ

''مختصراً قرآن کا بنیادی مقصد بندے اور اللہ کے درمیان رشتہ کو باضابطہ اور منظم کرنا ہے نہ کے بندے اور بندے کے درمیان رشتہ کو باضابطہ کرنا۔''(8)

اسلامی شریعہ پر ہمیشہ مغرب کی طرف سے اور ''سیکولر اعلیٰ تعلیم یافتہ'' طبقہ کی طرف سے یہ الزام لگتا رہا ہے کہ یہ غیر منصفانہ اور ظالم ہے یعنی خصوصی طور پر اسلامی قانون کا تعزیری حصہ۔

کولسن نے بھی اس طرح کے الزامات کی تائید کی ہے۔اس کے خیال میں اسلامی قانون میں ''حدود'' یا شرعی سزاؤں کے علاوہ دیگر قانونی تعزیرات کو موضوع نہیں بنایا گیا ہے۔کولسن نے قصاص کے معاملے کو بھی اٹھایا ہے اور کہا ہے کہ یہ اخلاقی ضابطہ میں آتا ہے قانونی نہیں۔

دراصل قصاص کو مغرب کا مصنف، مفکر اور قانون دان سمجھ ہی نہیں سکا ہے اور اس فہرست میں صرف کولسن ہی نہیں ہے۔

نورمن اینڈرسن (Norman Anderson) 1908ء میں پیدا ہوا، ایک انگریز پادری اور عربی کا ماہر تھا۔اسلامی قانون کے حوالے سے اس نے 4 کتابیں لکھیں۔

اینڈرسن نے دعویٰ کیا کہ قصاص اور دیت کے احکام جرم کے بجائے شہری غلطی (Tort) کے زمرے میں آتے ہیں (اسلامی قانون میں) جرم کی تعریف اسلامی قانون کے حوالے سے کرتے ہوئے اس نے لکھا۔

''اسلامی قانون محدود ان جرائم پر جیسے زنا، چوری، شراب وغیرہ، مگر قتل اور جسمانی نقصان کو جرم نہیں بلکہ شہری غلطی کے زمرے میں رکھا گیا ہے۔''(9)

اینڈرسن نے یہ کتاب 1954ء میں لکھی ہے یعنی اسلام اور اسلامی قانون کی تقریباً چودہ سوسالہ تاریخ

Marfat.com

میں اسے ایک مثال بھی ایسی نہیں ملی جہاں وہ جرم اور شہری غلطی میں تمیز کر سکتا، حیرت کی بات ہے کہ اس نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اسلامی ممالک میں گذارا ہے پھر بھی وہ یہ کہتا ہے کہ قتل کو اسلام میں جرم نہیں مانا گیا ہے۔

یعنی اینڈرسن کے مطابق قتل کو اسلامی فقہ میں شہری غلطی (Tort) مانا گیا ہے اسے جرم اور مستوجب سزا فعل نہیں مانا گیا ہے۔

پہلے ہم دیکھیں گے Tort کی کیا تعریف ہے۔ پھر جرم یعنی Crime کی کیا تعریف ہے اور پھر دیکھیں گے کہ اسلامی قانون میں قصاص اور دیت کیا ہے۔

شہری غلطی (Tort) یہ ہے کہ یعنی عام زبان میں کہ ایک انسان نے دوسرے انسان کو نقصان پہنچایا ہے تو وہ شخص اس کے لیے ہرجانہ طلب کرے گا۔ جرم (Crime) ایسی غلطی جس کے لیے سزا کا حکم ہو۔

یعنی اگر انسان کے نقصان کی تلافی کر دی جائے تو یہ Tort کا دائرہ ہے اور اگر سزا سنائی جائے تو یہ جرم کے دائرے میں ہے۔

ان دونوں صورتوں میں جس شخص کے ساتھ ظلم ہوا ہے وہ Tort کے معاملے میں تو تلافی یا ہرجانہ کا حقدار ہے مگر ''جرم'' کے معاملے میں اسے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

آیئے اب دیکھتے ہیں اسلامی قانون کیا کہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''عقلمندو! قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے اس باعث تم (قتل ناحق) سے رکو گے'' (سورۃ البقرہ 189)

اسلام نے انسان کی حفاظت کا پورا اہتمام کیا ہے اور اسے ہر اس چیز سے بچایا ہے، جو اسے ضائع کر دے یا اسے نقصان پہنچائے یا اسے عیب دار بنائے۔

دنیا، دار جزاء نہیں ہے، دار جزاء تو آخرت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کچھ ایسی سزائیں مقرر کی ہیں جن سے معاشرہ میں امن و امان قائم ہو اور ظلم و فساد کا خاتمہ ہو۔

پانچ ضروریات:

اسلام نے پانچ ضروریات کی حفاظت پر توجہ دی ہے جن کی حفاظت پر تمام آسمانی شریعتیں متفق ہیں

Marfat.com

اور وہ یہ ہیں، دین، نفس، عقل، عزت اور مال اور ان پر حملہ کرنا ایسا جرم قرار دیا ہے جس پر مناسب سزا دی جائے، جب ان پانچوں ضروریات کی حفاظت ہو گی تبھی معاشرے میں امن وسکون قائم ہو گا، اور ہر آدمی چین کی زندگی بسر کر سکے گا۔

حقوق کی دو قسمیں ہیں:

1۔ بندہ اور اس کے رب کے درمیان حقوق، ان میں توحید اور ایمان کے بعد سب سے بڑا حق نماز ہے۔

2۔ بندوں کے حقوق بندوں پر، ان میں سب سے بڑا خون ہے۔

قتل کی اقسام

1۔ قتل عمد

2۔ قتل شبہ عمد

3۔ قتل خطا

قصاص کی دو قسمیں ہیں:

1۔ قصاص فی النفس۔ یعنی جس نے قتل کیا ہے اسے بھی قتل کر دیا جائے۔

2۔ نفس کے علاوہ میں قصاص۔ یعنی مجرم کو اتنا ہی زخمی کیا جائے جتنا اس نے زخمی کیا ہے۔

دیت۔ مقتول کے اولیا اپنے قصاص کے حق سے دستبردار ہو جائیں تو ایک معین مقدار مال کی انہیں ملتی ہے۔ یا جارحیت کے سبب زخمی ہونے والے شخص کو ملتی ہے۔

یہ معاملہ صرف قتل عمد یا زخمی کرنے سے ہے۔

قتل خطا، قتل شبہ عمد یا غلطی سے جسمانی نقصان کی صورت میں دیت یا کفارہ ہے۔ مگر قتل خطا ہو یا عمدہ ہو دیت کے مقدار ایک ہی ہے۔

قتل شبہ عمد یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص پر ایسی چیز سے حملہ کیا جس سے عام طور پر آدمی مرتا نہیں ہے جیسے چانٹا مارا یا لات ماری اور اس میں دوسرا شخص مر گیا۔

قتل شبہ عمد اور قتل خطا میں دیت کے ساتھ کفارہ واجب ہے۔ قصاص نہیں ہے۔

آیئے اب اس کا دوسرا پہلو دیکھتے ہیں۔

Marfat.com

قصاص اور دیت کے معاملے میں جو شخص زخمی ہوا ہے اس کو یا اس کے ورثا کو تین باتوں کا اختیار ہو گا۔

1۔ قصاص کا مطالبہ

2۔ قصاص کے حق سے دستبرداری اور دیت کا مطالبہ

3۔ قصاص اور دیت دونوں کی معافی

آخر کار ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اسلامی قانون میں قتل کے معاملے میں جو قانون ہے اس میں دونوں رنگ ہیں۔

یعنی مجرم کو سزا بھی ملتی ہے اور جس کا نقصان ہوا ہے اسے ہرجانہ بھی ملتا ہے۔

میں قانون کا طالب علم نہیں ہوں نہ ہی قانون دان ہوں اس لیے اس سے زیادہ تفصیل میں نہیں جا سکتا مگر قانون کے حوالے سے اس مضمون کی تیاری میں جس کتاب سے مدد لی ہے وہ ڈاکٹر محمد سلیم العوا کی Punishment in Islamic Law ہے جو ایک نہایت جامع اور مدلل کتاب ہے۔ مصنف نے بہت سے مستشرقین کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔ قانون کے طالب علم کو یہ کتاب ضرور پڑھنا چاہیے۔

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر32

گستاولیبان

Marfat.com

Marfat.com

گستاولیبان

گستاولیبان (Gustave Lebon 1841-1931) لیبان فرانس میں پیدا ہوا، فلسفہ اور نفسیات سے اسے گہری دلچسپی تھی۔

لیبان اپنے متوازن اندازِ تحریر کے لیے کافی مشہور ہے۔ اس کی کتاب ''تمدن عرب'' میں وہ لکھتا ہے۔

تمام مسلمان اپنے مذہب کو ان دو چھوٹے جملوں میں بیان کرتے ہیں، جن کا اختصار اور جن کی جامعیت حیرت انگیز ہے، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (1)

''قرآن کی فصاحت و بلاغت روز نئے نئے مسلمان پیدا کر لیتی ہے۔'' (2)

لیبان کی یہ کتاب 1884ء میں شائع ہوئی۔

اس کتاب کا عربی ترجمہ ''تمدن عرب'' کے نام سے عادل زعیر نے کیا جو بیروت سے شائع ہوا۔

اس کا اردو ترجمہ شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی نے 1960ء میں کیا جو لاہور سے شائع ہوا۔

کبھی بھی مستشرق کے حوالے سے لکھتے وقت میں نے یہ احتیاط کی ہے کہ اگر انہوں نے اسلام کے حوالے سے سچی لگن سے کچھ تحقیق کی ہے یا سچائی کا اعتراف کیا ہے تو ہم بھی دل کھلا رکھ کر اسے مانیں!

مسلمان علمائے کرام نے جا بجا اس کا اعتراف کیا ہے۔ لیبان کی کتاب ''تمدن عرب'' بھی ایسی ہی ایک کتاب ہے جس میں ایک طرف سچائی اور حقیقت کو اشکار کیا گیا ہے تو دوسری طرف اس کا تعصبی رنگ بھی جھلکتا ہے۔ ہم اس کے دونوں رنگ دیکھیں گے، مگر پہلے خوبصورت رنگ ملاحظہ فرمایئے۔

لیبان نے کوشش کی ہے کہ وہ خود کو ثابت کرے کہ وہ انصاف سے کام لے کر لکھ رہا ہے مگر یہ ایک خاص طریقہ کار ہے جس کے تحت اس طرح کے لکھنے والے پڑھنے والوں کے دماغ سے کھیلتے ہیں۔

Marfat.com

ہمیں پتہ ہی نہیں چلتا اور کام ہو جاتا ہے۔

ہمیں اپنی تباہی کی خبر بھی ہو نہیں پاتی
ہماری ہر خوشی وہ غائبانہ چھین لیتا ہے

لیبان کی کتاب کا ترجمہ ''تمدن عرب'' کے نام سے جو سید مولوی علی بلگرامی نے کیا ہے اسے 1960ء میں لاہور میں مقبول اکیڈمی نے شائع کیا۔ اس کا ایک ایڈیشن جو 1997ء میں شائع ہوا۔ میرے پاس ہے اور میں اس کا مطالعہ کر رہا ہوں اس خیال سے کہ شمس العلما نے ایک معروف مستشرق کی کتاب کا ترجمہ کیا ہے جو یقیناً میرے علم میں اضافے کا باعث ہوگا مگر افسوس ایسا نہ ہو رہا ہے نہ ہونے کی امید ہے۔

سید علی بلگرامی کے ترجمہ کے ٹائیٹل پر لکھا ہے کہ ''معہ توضیحات اور حواشی'' اور مترجم نے جگہ جگہ توضیحات کی ہیں حاشیے بھی موجود ہیں مگر جب انہوں نے لیبان کے وہ الفاظ جو اس نے محمد ﷺ کے حوالے سے لکھے جن میں خرافات کے سوا کچھ نہ تھا تو انہوں نے اپنی طرف سے کوئی تردید نہیں کی۔

سید علی بلگرامی کو چاہیے تھا کہ ان گستاخانہ کلمات کے جواب میں تحقیقی طور پر کچھ لکھے۔

گو کہ یہ کتاب مقبول اکیڈمی نے کئی مرتبہ شائع کی ہے مگر کسی نے اس پر دھیان دینے کی کوشش نہیں کی۔

آیئے پہلے ایک مثال ہم دیکھتے ہیں جو عادل زیتر کی ترجمہ ''تمدن عرب'' سے ہے۔

اور یہ ہی ترجمہ ملتا جلتا سید علی بلگرامی کے ترجمے میں بھی ہے۔

آیئے اب لیبان کی ''تمدن عرب'' کا ترجمہ جو سید علی بلگرامی نے کیا ہے اس میں دیکھتے ہیں اور غور کرتے ہیں کہ ان الفاظ کو پڑھنے کے بعد کیا حاشیہ میں وضاحت کی ضرورت مترجم کو تھی یا نہیں؟

''تمدن عرب'' جسے گستاولیبان نے لکھا اور ترجمہ مولوی سید علی بلگرامی نے کیا، مقدمہ نواب جیون یار جنگ بہادر نے لکھا۔

کتاب کے باب دہم میں لیبان عربوں کے یورپ میں تمدن پھیلانے اور اس کے اثرات سے بحث کرتا ہے۔ اس باب میں اس نے عربوں کے مختلف اقوام سے تعلقات کا ذکر اور اس کا اثر بھی لکھا ہے۔

عربوں کے تعلقات یورپ سے اور اس کے اثرات یورپ پر کے حوالے سے لیبان لکھتا ہے۔

''عربوں کا علمی اور ادبی اثر۔ اب ہم اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کرینگے کہ عربوں کا اثر مغرب

Marfat.com

زمین پر بھی اتنا ہی ہوا جتنا مشرق میں ہوا اور ان ہی کی بدولت یورپ نے تمدن حاصل کیا۔ ان کا اثر یورپ پر مشرق سے کم نہ ہوا لیکن البتہ اس اثر کی نوعیت میں فرق ہے۔ مشرق میں یہ اثر زیادہ تر مذہب اور زبان اور فنون وحرفت پر پڑا۔ خلاف اس کے مغرب میں مذہبی اثر بالکل نہیں ہوا اور فنون وحرفت کا اثر بہت کم لیکن علوم وادب کا اثر بے انتہا ہوا۔

عربوں نے جو اثر یورپ پر ڈالا اس کا اندازہ کرنے کے لیے ہمیں یورپ کی اس زمانہ کی حالت دیکھنی چاہیے جس وقت تمدن عرب یہاں پہلے آیا۔

اگر ہم یورپ کی نویں اور دسویں صدی عیسوی کی حالت کو جس وقت مسلمانوں کا تمدن اندلس میں اعلیٰ درجہ کی ترقی پر تھا دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہمارے علمی مرکز وہ بڑے بڑے بے ڈھنگے قید خانے تھے جہاں امراء اپنی نیم وحشی حالت میں رہتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ انہیں لکھنا پڑھنا نہیں آتا۔ عیسائیوں میں سب سے زیادہ باعلم وہ بیچارے جاہل راہب تھے جو اپنے وقت کو خانقاہوں کے کتب خانوں سے یونان و روم کی پرانی تصانیف کو نکال کر ان کو چھیلنے اور ان چرمی ورقوں پر اپنی مہمل مذہبی تصانیف لکھنے میں صرف کرتے تھے۔

> اہل یورپ کی وحشیانہ حالت ایک زمانہ دراز تک ایسی شدید رہی کہ خود ان کو اس کا احساس نہ تھا البتہ گیارہویں صدی عیسوی میں اور زیادہ تر بارہویں صدی میں کسی قدر علمی امنگیں پیدا ہونے لگیں۔ جس وقت چند روشن خیال اشخاص کو اس جہالت کے کفن کو پھاڑنے کی ضرورت معلوم ہوئی تو انہوں نے عربوں کی طرف رجوع کیا۔'' (3)

چند مستشرقین یہ باور کراتے آئے ہیں کہ عربوں کے علوم صلیبی جنگ کی وجہ سے پھیلے جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔

لیبان مزید لکھتا ہے۔

> ''جیسا کہ بار بار کہا جاتا ہے یورپ میں عربوں کے علوم جنگ صلیبی کے ذریعہ سے نہیں پھیلے بلکہ اندلس اور جزیدہ صقلیہ اور اطالیہ کے ذریعہ سے۔ 1130ء سے طلیطلہ میں رئیس الاساقفہ ریمانڈ کی سرپرستی میں ایک مدرسہ مترجمین کا قائم ہوا اور اس نے تمام مشہور عربی تصانیف کا لاطینی میں ترجمہ شروع کیا ان ترجموں نے غایت درجہ

Marfat.com

کامیابی حاصل کی یورپ کی آنکھوں کے آگے ایک نئی دنیا نظر آنے لگی اور بارہویں، تیرہویں، چودھویں صدی تک انہوں نے اس ترجمہ کے سلسلہ کو جاری رکھا۔ نہ فقط عربی تصانیف الرازی، البقاسس، ابن سینا اور ابن رشد کا ترجمہ لاطینی میں کیا گیا بلکہ ان مصنفین یونان کی تصنیف کا بھی ترجمہ لاطینی میں ہوا جن کو عربوں نے زبان یونانی سے اپنی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ یہ مصنفین جالینوس، ہپوقراطیس، افلاطون، ارسطو، اقلیدس، آرکی میدوس اور بطلیموس تھے۔ ڈاکٹر لکلرک اپنی تاریخ طبہ عرب میں تین سو سے زیادہ تصنیفات عرب کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کا ترجمہ لاطینی میں ہوا۔ زمانہ سوتسط میں قدمائے یونان کی تصانیف کا علم ان کے عربی ترجمہ ہی کے ذریعہ سے پھیلا تھا ان ہی ترجموں کی بدولت وہ تصانیف قدیمہ ہم تک پہنچی ہیں جن کی اصلیں بالکل تلف ہوگئیں مثلاً اپولونس کی کتاب المخروطیات، جالینوس کی کتاب امراض متقدیہ اور ارسطو کی کتاب الاحجار وغیرہ وغیرہ۔'' (4)

ایک مشہور فاضل موسیو لی بری کے مطابق ''اگر عربوں کا نام تاریخ سے نکال دیا جاتا تو یورپ کی علمی نشاۃ ثانیہ کی صدیوں پیچھے چلی جاتی۔''

لیبان نے لکھا۔

''صرف عربوں کی بدولت نہ ان راہبوں کی وجہ سے جو زبان یونانی کا نام بھی نہ جانتے تھے تصانیف قدیمہ ہم تک پہنچی ہیں اور دنیا کو ہمیشہ ان کا ممنون رہنا چاہیے کہ انہوں نے ذخیرہ بے بہا کو تلف ہونے سے بچایا۔'' (5)

لیبان کا دوسرا رنگ ملاحظہ فرمایئے۔

لیبان نے بھی دوسرے مستشرقین کی طرح یہ کوشش کی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسائی اور یہودی عالموں سے تعلیم حاصل کی تھی۔

''روایت ہے کہ حضرت کے چچا ایک مرتبہ آپ کو اپنے ہمراہ شام کے سفر میں لے گئے اور حضرت بصرہ کی ایک نصرانی خانقاہ میں ایک راہب سے ملے جس نے آپ کو تورات کی تعلیم دی۔'' (6)

Marfat.com

یہاں راہب سے مراد بحیرا ہے۔

مولانا شبلی نے ''سیرۃ النبیؐ'' کی جلد اول میں صفحہ 80 پر لکھا ہے کہ

''بحیرا کی ملاقات میں اس کی تعلیم کا ذکر کہیں نہیں ملتا حقیقت یہ ہے کہ اس ملاقات کی روایت ہی بے بنیاد ہے۔ اس کے جس قدر طریقے ہی سب رسل ہیں، راوی اول واقعہ کے وقت موجود نہ تھا اور اس راوی کا نام بیان نہیں کرتا جو شریک واقعہ تھا۔''

لیبان مزید اس راہب کی بات کو دہراتا ہے کہ شادی کے بعد

''ملازمت کی وجہ سے حضرت کو دوبارہ شام کے سفر کا اتفاق ہوا اور وہاں پھر آپ نے اسی راہب سے ملاقات کی جس نے آپ کو تورات کی تعلیم دی تھی۔'' (7)

اپنی کتاب کے فصل سویم میں ہجرت کے بعد کے واقعات کا نقشہ یوں کھینچتا ہے کہ جب محمدؐ مدینہ آئے تو ہزاروں لوگ ان کے قدموں میں گر گئے اور زکوٰۃ کی تشریح یہ کی ہے کہ یہ ہر شخص کی شراکیت ان اخراجات میں سے ہے جو اشاعت مذہب کے لیے ہونے والے تھے۔'' (8)

جب کہ زکوٰۃ کا حکم تاریخ طبری کے مطابق فتح مکہ کے بعد ہوا تھا۔

لیبان اس کے بعد خیبر کا ذکر کرتا ہے۔

''مکہ کی ناکامی کو مٹانے کی غرض سے حضرت نے فوج اسلام کا رخ خیبر کی طرف پھیرا۔ یہ ایک بڑا شہر مدینہ سے شمال و مشرق کی طرف پانچ دن کی راہ پر تھا اور اس میں اقوام یہود رہتی تھیں جن کی یہ تجارت گاہ تھا۔'' (9)

لیبان خیبر پر مسلمانوں کے حملے کا ذکر تو کرتا ہے مگر اس کا پس منظر نہیں بتایا کہ کس طرح یہودیوں نے سازشیں کیں اور مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

لیبان نے ایک جملہ اور لکھا ہے میں اس کی گہرائی سمجھنے سے قاصر ہوں کہ وہ آخر کیا کہنا چاہتا ہے۔

''اگرچہ حضرت اپنے کو پیغمبر خدا سمجھتے تھے پھر بھی آپ نے کبھی معجزہ کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن چونکہ از روئے روایت نبی کے معجزہ کا ہونا ضروری ہے لہٰذا مورخین اسلام نے آپ کی طرف بھی چند معجزے منسوب کیے ہیں۔''(10)

Marfat.com

لیبان اپنی کتاب کے باب دویم میں قرآن کے عنوان سے لکھتا ہے۔

''اگرچہ قرآن منجانب اللہ نازل ہوا، لیکن اس کے اجزا میں بہت کم تناسب ہے۔ عبارت تو اس کی حیرت انگیز ہے لیکن سلسلہ مضامین اور دلائل منطقی اس میں اکثر مفقود ہیں۔''(11)

لیبان نے اسی باب میں یہ بھی لکھا ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب بعد آنحضرت کے ہوئی۔ مگر مترجم نے اس کا صحیح جواب اور تردید حاشیہ میں کر دی ہے۔

لیبان کے نزدیک قرآن میں اعلیٰ درجہ کی شاعری ہے۔(12)

آیئے اب دیکھتے ہیں عادل زعیتر نے جو لیبان کی کتاب کا ترجمہ کیا ہے اس میں کیا ہے۔ لیبان لکھتا ہے۔

''کہا جاتا ہے کہ محمدؐ پر مرگی/ جنون کا اثر تھا لیکن عربوں کی تاریخ میں مجھے ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا جس سے اس کی قطعی تصدیق ہو سکے، ان کے ہم عصروں سے (جن میں حضرت عائشہؓ بھی شامل ہیں) صرف یہ معلوم ہو سکا ہے کہ محمد ﷺ پر جب وحی آتی تھی تو ان کا پیشاب رک جاتا تھا، سخت دباؤ محسوس کرتے تھے اور دہن سے لعاب بہنے لگتا تھا، لیکن ہر دیوانہ کی طرح اگر تم محمد ﷺ کی اس کیفیت کو نظر انداز کر کے دیکھو تو تم کو وہ عقل و فہم کے لحاظ سے پختہ اور سلیم الفکر نظر آئیں گے .... علمی نقطہ نظر سے محمد ﷺ کو ان کی وارفتگی مزاج کے باوجود سب سے بڑا بانی مذہب تسلیم کرنا پڑے گا۔ ان کے مرض کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے، کیونکہ بانیانِ مذاہب یا تمام مفکرین بارد مزاج رکھنے والے نہ تھے، پریشان دماغ اور دیوانگی سے متاثر لوگوں نے بھی اس طرح کے کردار ادا کیے ہیں، انہوں نے مذاہب کی بنیاد ڈالی، حکومتوں کا خاتمہ کیا، انسانی گروہوں میں جوش و ولولہ پیدا کیا اور ان کی رہنمائی کی، دنیا پر اس دیوانی کے بجائے اگر عقل کو سیادت نصیب ہوتی تو انسانی تاریخ کا رنگ ہی دوسرا ہوتا ہے۔''(13)

لیبان کی چند کتابوں کے نام نوٹس کے حصہ میں ملاحظہ فرمایئے۔(14)

Marfat.com

باب نمبر 33

گولڈزیہر

Marfat.com

Marfat.com

گولڈز ہیر

گولڈز یہر (Ignac.Goldziher)

گولڈز یہر 1850ء میں پیدا ہوا۔ اسے ہنگری میں موڈرن اسلام کا سکالر مانا جاتا ہے۔ اس کا تعلق یہودی گھرانے سے تھا۔ بچپن سے ہی ذہانت اس میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ آٹھ سال کی عمر میں اس نے پوری تالمود پڑھ لی تھی۔ 13 سال کی عمر سے ہی لکھنے میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں یہودی اور سامی زبانوں میں کافی کام کیا۔

اسلام کے حوالے سے جو کچھ اس نے لکھا اس حوالے سے مسلمان علما اور سکالر مختلف قسم کی رائے رکھتے ہیں مگر یہ طے شدہ ہے کہ جب بھی کوئی غیر مسلم اسلام پر لکھتا ہے تو وہ اس نقطہ نظر سے نہیں لکھ سکتا جس سے ایک مسلمان لکھے گا۔

اس نے اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھا ہے کہ

> ''نبی عربی ﷺ کا پیغام دراصل ان مذہبی خیالات اور معلومات کا منتخب خلاصہ تھا جو آپ کو یہودی اور عیسائی حلقوں سے روابط کی بنا پر حاصل ہوئیں، ان خیالات سے آپ ﷺ بہت زیادہ متاثر ہوئے اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کے ذریعے اپنے ہم وطنوں مین سچے مذہبی جذبات کو بیدار کیا جا سکتا ہے، یہ بیرونی تعلیم آپ ﷺ کے وجدان میں سرایت کر گئی، اور آپ ﷺ سمجھنے لگے کہ رضاء الٰہی کے مطابق ان کے ذریعے انسانی زندگی کو ایک رنگ دیا جا سکتا ہے۔ محمد ﷺ اس قسم کے خیالات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ آپ ﷺ کا عقیدہ بن گئے، لیکن آپ ﷺ ان کو وحی سمجھتے رہے۔''(1)

ایک انتہائی بے تکی اور غیر عقلی بات جو گولڈز یہر کہتا ہے وہ یہ ہے کہ عربوں کا یہ قول ہے کہ انہیں مستقبل

Marfat.com

کی فکر نہیں ہوتی۔

''دورِ نبوت میں اس عربوں کی فطری خاصیت کی وجہ ہے کہ قرآن کو جمع نہیں کیا گیا کیونکہ اس وقت ضرورت نہیں تھی جیسا کہ انہوں نے رسول ﷺ کی جانشینی کے مسئلہ کو بھی نہیں اٹھایا۔''(2)

یعنی عربوں کو مستقبل کی فکر نہیں ہوتی اس لیے قرآن جمع نہیں ہوا دورِ نبوت میں اور اس کو گولڈ زیہر نے ملا دیا جانشینی کے معاملے سے، کمال ہے۔

گولڈ زیہر نے 1873ء میں دمشق اور قاہرہ کا سفر کیا اور ایک سال جامع ازہر قاہرہ میں رہا یاد رہے اس زمانے میں کسی غیر مسلم کا جامع ازہر میں داخلہ ممنوع تھا مگر اسے خصوصی اجازت دی گئی تھی۔

1914ء میں گولڈ زیہر کو بوڈاپسٹ یونیورسٹی میں فیکلٹی آف لا کے تحت اسلامی فقہ کا صدر بنا دیا گیا۔ 13 نومبر 1921ء میں انتقال ہوا۔

گولڈ زیہر کو اسلامیات اور فقہ سے خاص دلچسپی تھی۔ ایک چیز جو اس میں نظر آتی ہے وہ یہ کہ وہ دوسرے مستشرقین سے مختلف تھا یعنی اس کی کتابوں میں دوسرے عیسائی مصنفوں کی طرح اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ نظر نہیں آتا۔ عیسائی تو صلیبی جنگوں کی شکست کا بدلہ لے رہے تھے مگر گولڈ زیہر کی تحریروں میں اس قسم کی کوئی بات نہیں ملتی مگر اس نے بھی اپنے علمی اور تحقیقی میدان میں غلطیاں کی ہیں۔

گولڈ زیہر کی غلطیوں کی نشاندہی گذشتہ صفحات میں آچکی ہیں مزید آگے چل کر آئیں گی۔

پہلے دیکھتے ہیں اس کی کتابوں کا عالم اسلام پر کیا اثر ہوا اور مسلم اسکالرز نے اس حوالے سے کیا لکھا۔

ڈاکٹر عبدالحلیم النجاء نے اس کی ایک کتاب کا عربی ترجمہ ''مذاہب التفسیر الاسلامی'' کے نام سے کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا تعلق قاہرہ یونیورسٹی سے ہے۔ یہ ترجمہ 1955ء میں پہلی مرتبہ مصر میں شائع ہوا اور کافی مقبول ہوا۔ مترجم نے اس کے پیش لفظ میں لکھا۔

''کتاب المذاہب التفسیر الاسلامی'' منہج اور اسلوب بحث اور قرآن مجید کے درس و مطالعہ کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرنے کے اعتبار سے اسلامی ثقافتوں کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا واحد، منفرد اور ایک بالکل نئے طرز کا کارنامہ ہے۔''

''گولڈ زیہر نے اس کتاب میں تمام مذاہب تفسیر کا استیعاب و استقصا نہیں کیا، علاوہ

Marfat.com

ازیں بعض دینی عواطف و جذبات کی تشریح میں دوسرے مستشرقین کی طرح مصنف سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں اور پھر کتاب اغلاط سے بھی خالی نہیں ہے جن پر ہم نے اپنے حواشی میں تنبیہ کر دی ہے لیکن گولڈزیہر کو بحیثیت ایک عالم اور محقق کے جو مرتبہ بلند حاصل ہے ان چیزوں سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔'' (3)

دوسری کتاب ''Introdution to Islamic Theology and Law'' کا عربی ترجمہ ''العقیدہ والشریعہ فی الاسلام، تاریخ التطور العقدی والتشریعی فی الدین الاسلامی'' کے نام سے ہوا ہے۔ 400 سے زیادہ صفحات کا یہ ترجمہ مصر کے تین نامور علما ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ، پروفیسر عبدالعزیز، عبدالحق اور ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر نے کیا ہے۔

ترجمہ میں فاضل مترجمین نے جا بجا غلطیوں کی نشاندہی بھی کی ہے اور ان کی تصحیح بھی کی ہے۔ میری نظر میں مترجمین کی یہ کوشش اس لیے بھی ہے کہ علم کے متوالوں کو فائدہ بھی ہو جائے۔

فاضل مترجمین نے اس عربی ترجمہ پر کافی محنت کی ہے۔

ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی نے اپنی کتاب میں گولڈزیہر کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ اس نے قرآن کا مطالعہ عمرانی نقطہ نظر سے کیا اور بہت سے غلط دعوے بھی کیے۔ (4)

''قرآن کی تلاوت پر زور، نوحہ کی ممانعت، قرآن میں میزان کا بیان، وضو اور غسل کے احکامات، پنج وقتہ نمازیں، لوحِ محفوظ، شرک کی نجاست کا تصور، سب کے سب پارسیت کے اثرات ہیں۔'' (5)

گولڈزیہر کی طرح اور دوسر مستشرقین بھی اس طرح کے خیالات کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں جن کی تفصیل آپ اس کتاب میں پڑھیں گے۔

گولڈزیہر نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ قرآن نے قدیم بدوی ضابطہ اخلاق کو اپنایا ہے۔ (6)

اس کے تجزیے کے مطابق بہت سی حدیثیں محمد ﷺ کے زمانے کی نہیں ہیں بلکہ بعض میں گھڑی گئی ہیں اور اس کی وجہ وہ یہ بتاتا ہے کہ محمد ﷺ کے وصال سے 200 سال تک کا جو دور تھا اس میں سیاسی طور پر ضرورت کے تحت حدیثیں لکھ کر انہیں محمد ﷺ سے منسوب کیا گیا۔

Marfat.com

گولڈزیہر کا تجزیہ یہ ہے کہ بہت ساری حدیثیں اسلام کے پہلے دوسو سالوں میں لکھی گئیں اور اس کی وجہ اس وقت کے سیاسی، مذہبی اور سماجی حالات تھے اور ان حالات کی ضرورت کے تحت ایسا کیا گیا۔ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ محمد ﷺ سے معجزات منسوب کیے گئے مگر صرف حدیثوں میں جب کہ قرآن میں ان سے کوئی معجزہ منسوب نہیں ہے۔(7)

گولڈزیہر اور جوزف شاخت نے جو کام حدیث کے حوالے سے کیا ہے اس پر مکمل تنقیدی مقالہ اور کتابیں مسلمان علما و فضلا نے لکھی ہیں جیسے مصطفیٰ اعظمی اور مصطفیٰ الصبائی نے ان کے دعوؤں کی تردید میں دلائل دیے ہیں۔

گولڈزیہر کی کتاب کا انگریزی ترجمہ 1979ء میں ہوا تھا جس کا مقدمہ برنارڈ لوئیس (Bernard Lewis) نے لکھا۔

"گولڈزیہر کی کتاب انٹروڈکشن ٹو اسلامک تھیولوجی اینڈ لا یقیناً اس زمانے کی چیز ہے، چند معاملات میں تفصیل سے گولڈزیہر کی تحقیقات کا نئی معلومات اور دلائل کی روشنی میں ردوبدل کیا جاسکتا ہے۔"(8)

برنارڈ لوئیس نے مزید لکھا۔

"اس کتاب سے بوجوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گولڈزیہر کا زمانہ سیاسی اور عقلی حیثیت سے کس درجہ مختلف تھا، ہمارے زمانہ میں جو مغربی مصنفین اسلام پر یا کسی اور ایشیائی و افریقی موضوع پر کتابیں لکھ رہے ہیں، ان کے برعکس گولڈزیہر اور ان کے ہم عصر مصنفین کو اس کا خیال ہی نہیں تھا کہ ان کی کتابوں کے قاری مسلمان بھی ہوں گے، اس لیے یہ لوگ اپنا مخاطب مغرب کے قارئین کو ہی بناتے تھے، چنانچہ اس عہد کے دوسرے مصنفین کی طرح گولڈزیہر بھی قرآن کو پیغمبر اسلام کی تصنیف کی حیثیت سے پیش کرتا ہے، مسلمانوں کے نزدیک ایسا کہنا اسلام کی سخت تنقیص ہے، علاوہ ازیں اسلام پر لکھنے والے عام مغربی مصنفین کی طرح گولڈزیہر نے بھی قرآن و حدیث میں عہد جاہلیت کے بعض اور اجنبی اثرات پر بحث کی ہے، یہ موضوع بھی حساس مسلمانوں کے لیے سخت تکلیف دہ ہے، اس بحث میں گولڈزیہر نے جو زبان استعمال کی ہے وہ اب سے ایک سو برس پہلے تو استعمال ہوتی تھی لیکن مستشرقین اب ایسی زبان استعمال نہیں کرتے جو مسلمانوں کے لیے آزردگی کا سبب ہو۔"(9)

Marfat.com

باب نمبر34

جرجی زیدان

Marfat.com

Marfat.com

جرجی زیدان

جرجی زیدان (Jurji Zaidan) (1861-1914)

زیدان ایک عرب عیسائی مورخ ہے، لبنان سے مصر آیا، داروالہلال کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا اور ہلال کے نام سے ایک رسالہ بھی شائع کیا جس میں قسط وار اس کی تحریریں شائع ہوتی تھی۔

تاریخ گواہ ہے کہ کچھ افواہیں اتنی یقینی انداز سے پھیلائی جاتی ہیں کہ وہ حقیقت بن جانے کے قریب ہو جاتی ہیں اور اگر ان کی تردید نہ کی جائے تو احساس کمتری کا شکار ہونا پڑتا ہے۔

ایسی ہی افواہوں کی دنیا میں دو افواہیں قابل ذکر ہیں۔

1۔ایران میں مسلمانوں کا کتب خانہ جلانا۔

2۔اسکندریہ میں مسلمان فاتحین کا کتب خانہ جلانا۔

اگر موقعہ ملا تو ہم ایران کے حوالے سے بھی اس کتاب میں کچھ رازوں سے پردہ اٹھائیں گے بہر حال طے ہے کہ یہ صرف افواہ ہے۔

جہاں تک اسکندریہ کے کتب خانے کا تعلق ہے اس سلسلے میں جو معلومات ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔

جرجی زیدان نے اپنی کتاب ''اسلامی تمدن کی تاریخ'' جو 1906ء میں شائع ہوئی، یہ دعویٰ کیا کہ اسکندریہ کا کتب خانہ مسلمان فاتحین نے جلا دیا تھا۔

1910ء میں زیدان کو مصر کی یونیورسٹی نے اسلامک ہسٹری کا پروفیسر بننے کی دعوت دی مگر اسے بننے سے پہلے ہی برخاست ہونا پڑا کیونکہ سمجھدار مسلمان اس کی کتاب پڑھ کر اس کی نسبت سے واقف ہو چکے تھے۔

امریکہ میں ''دی زیدان فاؤنڈیشن'' کے نام سے ایک ادارہ ہے جو اس کے کام کو دنیا سے متعارف کرانا ہے۔

Marfat.com

اس ادارے کا مقصد زیدان کی ان کاوشوں کا جائزہ لینا ہے جو اس نے عرب دنیا میں 19 ویں اور بیسویں صدی میں اپنے قلم سے کی تھیں۔(1)

جرجی زیدان کی کتاب ''تمدنِ اسلامی'' کی تیسری جلد میں ایک مضمون ہے جس کا عنوان ہے ''کتب خانہ اسکندریہ'' یعنی Alexandria Library۔

زیدان نے اس میں تحقیق کر کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کتب خانہ اسکندریہ کو مسلمانوں ہی نے جلایا تھا اور اس واقعہ کا راوی اول عیسائی ابوالفرج نہیں ہے بلکہ مسلمان جلال الدین قفطی ہے۔

کتب خانہ کی حقیقت:

اسکندر کے بعد مصر کی حکمرانی کرنے والے بطلیموس دوم (Ptolemy II) نے یہ کتب خانہ قریباً 300 سال ق م میں قائم کیا۔

مختلف روایات کے تحت اس میں 6 لاکھ سے 7 لاکھ تک کتابیں موجود تھیں۔

''اسلامی مورخین کے یہاں کتابوں کی تعداد 45120 ہے۔''(2)

کتب خانہ اسکندریہ کو مسلمانوں نے جلا دیا تھا یہ قصہ یورپ میں ایک زمانے تک مشہور رہا، یورپ میں سب سے پہلے جو شخص اس واقعہ کو متعارف کرانے کا باعث ہے وہ ابوالفرج ہے۔

ابوالفرج (Abul-Faraj) آرمینیا کے ایک یہودی گھرانے میں 1226ء میں پیدا ہوا اس کا باپ بعد میں عیسائی ہو گیا تھا۔ ابوالفرج بے حد ذہین اور مذہبی علوم میں کمال کی لیاقت رکھتا تھا۔ 1246ء میں وہ گوبا (Guba) کا بشپ مقرر ہوا یعنی اس وقت اس کی عمر صرف 20 سال تھی۔ اس کا انتقال 1266ء میں ہوا۔(3)

ابوالفرج نے مختلف موضوعات پر کافی کتابیں لکھیں مگر اس کی شہرت کا سبب اس کی کتاب تھی جو تاریخ کے حوالے سے ہے۔

پہلے اس نے اسے سریاک (Syriac) زبان میں لکھا بعد میں اس کا خلاصہ عربی میں ''مختصر الدول'' کے نام سے 10 جلدوں میں شائع کیا۔

اس عربی ترجمہ کو 1663ء میں آکسفورڈ کے پروفیسر ڈاکٹر پوکاک (Dr. Pococke) نے لاطینی (Latin) میں کیا۔

Marfat.com

اس ترجمہ پر 1788ء میں برنس اور ایف۔ ڈبلیو۔ کرش نے مزید کام کیا۔(Burns and F.W. Kirsch)

بہر حال اس ''مختصر الدول'' کے کئی نسخے ہیں اور ان میں کئی غلطیاں ہیں۔(4)

اس طرح اس ترجمہ کے ذریعے یہ واقع یورپ میں پھیل گیا کہ کتب خانہ اسکندریہ کو مسلمانوں نے جلایا تھا۔

آیئے اب دیکھتے ہیں ابو الفرج نے اسے کیسے لکھا ہے۔

ابو الفرج نے جو واقعہ لکھا ہے کہ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے، جو کہ ''اسلام اور مستشرقین'' کی جلد چہارم میں ہے جسے دار المصنفین اعظم گڑھ انڈیا نے شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ مقالات شبلی جلد ششم میں بھی ہے جسے علامہ سید سلیمان ندویؒ نے مرتب کیا ہے۔ صفحہ 98-97۔

ابو الفرج کی اصل عبارت کا ترجمہ:

''اور اس زمانہ میں عربوں میں یحییٰ نحوی جو ہماری زبان میں غرماطیقوس کے لقب سے ملقب ہے مشہور ہوا، وہ اسکندریہ کا رہنے والا تھا اور یعقوبی عیسائیوں کا عقیدہ رکھتا تھا اور سادری کے عقیدہ کی تائید کرتا تھا، پھر عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث سے منکر ہوا، اس پر مصر میں تمام پادری جمع ہوئے اور اس سے درخواست کی کہ اس عقیدہ سے باز آئے، اس نے نہ مانا اس پر پادریوں نے اس کا رتبہ گھٹا دیا وہ بہت دنوں تک زندہ رہا، یہاں تک کہ عمرو بنؓ العاص نے اسکندریہ کو یہ فتح کیا، وہ عمرو کے پاس حاضر ہوا، عمرو اس کی لیاقت سے واقف ہو چکا تھا اس لیے اس نے اس کی بہت عزت کی اور اس سے وہ فلسفیانہ بحثیں سنیں جس سے اہل عرب کبھی آشنا نہ تھے عمرو کے دل پر ان بحثوں نے بہت اثر کیا اور وہ اس پر فریفتہ ہو گیا، عمرو عاقل، خوش فہم، صحیح الفکر شخص تھا، اسی لیے نے یحییٰ کی صحبت کو لازم پکڑ لیا اور اس کو اپنے پاس سے جدا نہ کرتا تھا۔

ایک دن یحییٰ نے عمرو سے کہا کہ اسکندریہ کی تمام قسم کی چیزوں پر آپ قابض ہیں، جو جو چیزیں کہ آپ کے کام کی ہیں میں ان سے تعرض کرنا نہیں چاہتا لیکن جو چیزیں آپ کے کام کی نہیں، اس کے تو ہمیں لوگ زیادہ مستحق ہیں، عمرو نے کہا تم کو کیا درکار ہے،

Marfat.com

یحییٰ نے کہا فلسفہ کی وہ کتابیں جو شاہی کتب خانوں میں ہیں، عمرو نے کہا اس امر کی نسبت میں امیر المومنین عمرؓ ابن الخطاب کی اجازت کے بغیر کوئی حکم نہیں دے سکتا، عمرو نے یحییٰ کی درخواست کی اطلاع حضرت عمر بن الخطابؓ کو دی، وہاں سے جواب آیا کہ جن کتابوں کا تم نے ذکر کیا ہے اگر وہ خدا کی کتاب کے موافق ہیں، تو خدا کی کتاب کے ہوتے ان کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر ان کے مضامین خدا کی کتاب کے مخالف ہیں تو تم ان کو برباد کرنا شروع کرو' عمرو بن العاصؓ نے ان کتابوں کو اسکندریہ کے حماموں میں تقسیم کرنا اور ان کو جلوانا شروع کیا، پس وہ چھ مہینے کی مدت میں جل کر تمام ہوئیں، سو جو کچھ ہوا اس کو سنو اور تعجب کرو۔'' (5)

اس واقعہ کا انکار سب سے پہلے مغرب کے مورخ ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) ن اپنی کتاب ''تاریخ رومن ایمپائر'' فتح اسکندریہ میں اس طرح کیا۔

''میں اس واقعہ کی اصلیت اور اس کے نتائج دونوں کے انکار کی طرف بہت زیادہ مائل ہوں، واقعہ بلاشبہ عجیب ہے، مورخ (ابوالفرج) خود کہتا ہے، پڑھو اور تعجب کرو اور ایک اجنبی (ابوالفرج) کی شہادت جو اس نے چھٹی صدی کے اختتام پر میڈیا کے حدود میں لکھی ہے، نہایت ہی کمزور ہو جاتی ہے جب کہ اس کے قبل کے دو مورخ اس واقعہ کے متعلق خاموش ہیں، یہ دونوں مورخ عیسائی ہیں اور مصر کے باشندے ہیں، ان میں سے پہلا پیاٹریارک یوٹیچیں ہے، جس نے فتح اسکندریہ کا حال مفصل طور پر لکھا ہے، نیز عمرؓ کے یہ سخت احکام، اسلام کے صحیح اور سچے اصول کے خلاف معلوم ہوتے ہیں، وہ صاف کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کی مذہبی کتابیں جو جنگ میں دستیاب ہوئی ہیں، جلائی نہ جائین، نیز ناپاک سائنس، تاریخ، شاعری، طب اور فلسفہ کی کتابوں کو بھی مسلمان اپنے کام میں جائز طریقہ سے لا سکتے ہیں۔'' (6)

ایم۔این۔اے (M. N. Roy) نے اس کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''گیارہویں اور بارہوین صدی میں اسلام پر لکھی گئی کتابوں میں نفرت انگیز اور دہشت انگیز واقعات ملتے ہیں جیسے کہ کتب خانہ اسکندریہ کا جلائے جانا۔ عربوں کی

Marfat.com

فتوحات کے فوراً بعد کے دو عیسائی مورخ ایلماسین (Elmacin) اور یوٹیچیں (Eustichius) اس واقعہ کے بارے میں اپنی کسی کتاب میں کوئی ذکر نہیں کرتے۔ حیرت ہے کہ خلیفہ وقت کا اتنا بڑا حکم کہ کتب خانہ جلا دو اور وہ تاریخ کی کتابوں میں جگہ نہ پائے ممکن نہیں ہے۔" (7)

کولن ولسن نے اپنی کتاب "The Occult" میں لکھا ہے۔ کولن ولسن ایک ادیب اور محقق ہیں۔ ولسن نے لکھا ہے کہ

"کتب خانہ اسکندریہ جس میں اور چیزوں کے علاوہ ارسطو کی کتابیں بھی تھیں اسے عیسائی پادریوں نے جلایا تھا۔

عیسائی بادشاہ تھوڈومیس کے حکم سے فلیس نے جو کہ اسکندریہ کا آرچ بشپ تھا اس کتب خانہ کو برباد کر دیا تھا۔

علم ایک بری اور ناکارہ شے تھی آدم کو اسی لیے جنت سے نکلنا پڑا کہ وہ جاننا چاہتا تھا۔" (8)

تاریخ کی کتابوں میں اس کتب خانے کی پہلی بربادی جولیس سیزر کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ جب اس نے اسکندریہ کا محاصرہ کیا تو کتب کانے کا کافی حصہ جل گیا تھا لیکن شاہ پرگاسیں نے مصر کی آخری شہزادی کلیوپیٹرا کو اپنا کتب خانہ اسکندریہ کے کتب خانے کے لیے دے دیا اس طرح یہ دوبارہ آباد ہوا تھا۔

جان ولیم ڈریپر (John William Draper)

سیاستدان، فلسفی اور مورخ ہے اس کی وفات 1882ء میں ہوئی۔ اس کی کتاب Hisotry of the Contlicts between Religion and Science جس کا ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے "معرکہ مذہب و سائنس" کے نام سے کیا ہے۔

کتاب کے صفحہ نمبر 140 پر ڈریپر نے لکھا ہے کہ

"اس کتب خانہ کی آدھی کتابیں تو جولیس سیرز نے جلا دی تھیں اور باقی اسکندریہ کے پادریوں نے اپنے اہتمام میں ضائع کرا دیں...... اگر بالفرض یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ اس وحشیانہ بربادی کے بعد بھی یہ عظیم الشان کتب خانہ بچ رہا، تو ہزار سال کی

Marfat.com

فرسودگی اور شاید تصرف بیجا کے اثر کا مقابلہ کرنے کے بعد اس کی تعداد کتب بہت کم رہ گئی ہوگی، اس کے علاوہ...... ایک ادنیٰ درجہ کا غریب نحوی (یحییٰ) اس مہتم بالشان کتب خانہ کے قائم رکھنے اور چلانے کے مصارف کا کیونکر متکفل ہوسکتا تھا، جس پر بطلیموس کے شاہانہ محاصل کا ایک بیش قرار حصہ صرف ہوا کرتا تھا، کتب خانہ کے جلنے کی جو مدت (چھ مہینے) بتائی گئی ہے، اس سے کتابوں کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا۔ جھلی کے کاغذ سے زیادہ برے ایندھن کا ہونا ممکن نہیں، اور سمجھ میں نہیں آتا کہ اسکندریہ کے حامیوں نے دوسرے ایندھن چھوڑ کر چرمی اوراق جلانے پسند کیے ہوں، جن کی آنچ جیسی تیز ہوسکتی ہے وہ تو ظاہر ہے، البتہ چراند کے ہر جگہ پھیل جانے میں شک نہ تھا۔''

فلپ ہٹی (Phillip K. Hitti) نے اپنی کتاب تاریخ عرب (History of the Arabs) شائع 1970ء کے صفحہ نمبر 166 پر لکھا ہے کہ کتب خانہ اسکندریہ کی مسلمانوں کے ہاتھوں تباہی۔

''ایک اچھی بناوٹی جھوٹی کہانی تو ہوسکتی ہے مگر ایک خراب تاریخ ہے۔ یہ کتب خانہ جولیس سیزر کے ہاتھوں تباہ ہوگیا تھا۔ اور کسی بھی مستند مورخ نے اس کا الزام عمرؓ پر نہیں لگایا ہے۔''

برنارڈ لویس جو کہ ایک تند و تیز اسلام کا تنقید کار ہے اس نے اپنی کتاب The Arabs in Hisotry میں جو 1950ء میں شائع ہوئی تھی اس کے 2001ء کے ایڈیشن میں جو دہلی انڈیا سے شائع ہوا ہے اس کے صفحہ نمبر 54 پر مصنف لکھتا ہے۔

''جدید تحقیق یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ واقعہ بے بنیاد ہے۔ پرانے وقت کے کسی حوالہ یا تاریخ یہاں تک کہ عیسائی تاریخ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ کتب خانہ اسکندریہ تو عربوں کے آنے سے پہلے ہی تباہ ہوگیا تھا۔''

برنارڈ لوئیس نے یہ 1950ء میں لکھا تھا۔ 1990ء میں اس نے مزید اضافہ کرتے ہوئے لکھا کہ

''یہ فرضی کہانی مغرب کی گھڑی ہوئی ہے جو کہ من گھڑت اور جھوٹی ہے۔ اس کا حضرت عمرؓ اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

جرجی زیدان نے جو دعویٰ کیا ہے کہ کتب خانہ اسکندریہ کی تباہی میں مسلمانوں کا ہاتھ ہے وہ بے بنیاد ثابت ہوچکا ہے بلکہ اصل میں اس کی تباہی کے ذمہ دار زیدان کے ہم مذہب خود ہیں۔

Marfat.com

جس وقت یہ کارنامہ انجام دیا گیا اس وقت یہ فخر کی بات تھی مگر اب جدید دور ہے نئی روشنی ہے نیا رواج ہے اور اس دور میں انہیں یہ داغ اپنے دامن پر اچھا نہیں لگتا اس لیے کوشش یہ ہے کہ اسے مسلمانوں کے کھاتے میں ڈال دیا جائے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے جرجی زیدان کے دلائل کا منہ توڑ جواب رسالہ الندوہ لکھنو میں 1911ء میں دیا ہے۔

جرجی زیدان کے دلائل:

1۔ ابتدائے اسلام میں مسلمان سوائے قرآن کے تمام کتابوں کو مٹا دینا چاہتے تھے، صحابہؓ اس بات کے خواہش مند تھے، کہ دنیا کی تمام کتابیں مٹادی جائیں، صرف قرآن کافی ہے۔

2۔ اس واقعہ کا اول راوی عیسائی ابوالفرج نہیں، مسلمان قفطی ہے، بلکہ ابوالفرج کی عبارت بعینہ قفطی سے ماخوذ ہے۔

3۔ قفطی، ابوالفرج ملطی اور بغدادی نے اس واقعہ کو مسلمانوں کی طرف منسوب کیا ہے۔

4۔ تاریخ اسلام میں کتب خانہ اسکندریہ کے علاوہ فارس کے کتب خانوں کے برباد کردینے کا بھی ذکر ہے، جیسا کہ ابن خلدون اور حاجی خلیفہ میں مذکور ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں ہی نے اسکندریہ کا کتب خانہ بھی جلایا ہوگا۔

5۔ مسلمانوں نے اپنے ہی فرقوں کے کتب خانے جلائے، جیسا کہ گبن صاحب نے ''رومن ایمپائر جلد سوئم'' میں لکھا ہے کہ سلطان محمود نے 420ھ میں جب رے کو فتح کیا تو باطنیوں کو قتل کر ڈالا، معتزلہ کو جلاوطن کردیا، اور فلسفہ کی کتابیں جلادیں۔

6۔ مسلمانوں کو کتابوں کے برباد کرنے کا ایسا شوق تھا، کہ وہ خود اپنی کتابیں آپ برباد کردیتے تھے، جیسا کہ احمد ابن ابی الحواری، سفیان ثوری اور ابوعمر کی نسبت مشہور ہے۔

ان دلائل کے بعد جرجی زیدان یہ عجیب وغریب نتیجہ نکالتا ہے کہ

> ''ابتدائے اسلام میں عربوں کے علومِ قدیمہ کی جس قدر کتابیں دستیاب ہوئیں، انہوں نے ان سب کو برباد کردیا۔''

مگر زیدان نے نہ انہیں ثابت کیا نہ کوئی مستند حوالہ دیا ہے۔

Marfat.com

اپنی کتاب ختم کرنے سے پہلے میں دو چیزوں کی طرف پڑھنے والوں کی توجہ چاہوں گا۔

1۔ معروف مورخ ڈی۔ پی۔ سنگھل (D. P. Singhal) نے اپنی کتاب India and World vol.1 میں لکھا ہے۔

''کبھی کبھی تاریخ میں یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ جھوٹ کو ضد اور ہٹ دھرمی سے مانا جاتا ہے جب کہ اس جھوٹ کے مخالف ثبوت موجود ہوتا ہے۔

2۔ علامہ شبلی نعمانیؒ نے نہایت مدلل جواب دیا ہے مقالات شبلی میں کتب خانہ اسکندریہ پر مکمل ایک مضمون ہے جس میں ایک جگہ انہوں نے لکھا ہے کہ

''تمام واقعات تاریخ پر غور کرنے سے حقیقت واقعہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسکندریہ میں جس قدر قدیم کتب خانے تھے اسلام کے زمانہ سے پہلے ہی برباد ہو گئے تھے، جس کے اسباب و اتفاقات مورخوں نے بہ تفصیل لکھے ہیں لیکن ان آفتوں پر بھی علمی آثار بالکل معدوم نہیں ہو گئے تھے اور ایک ایسا شہر میں جو سیکڑوں برس تک دار العلوم رہ چکا تھا علمی یادگاروں کا یک لخت معدوم ہو جانا ممکن بھی نہ تھا، چنانچہ زمانۂ اسلام سے کسی قدر پہلے اسکندریہ میں سات نہایت مشہور طبیب اور فلاسفر موجود تھے، جن کے یہ نام ہیں، اسطفن، جاسیوس، ثادودسیوس، اکیلاؤس، انفیلاؤس، فلادیوس، یحیٰ نحوی، ان سب میں یحیٰ نحوی نے زیادہ عمر پائی اور عمرو بن العاصؓ کے زمانہ تک زندہ رہا۔''

یعنی یحیٰ نحوی اس کہانی کا مرکزی کردار ہے۔

ابھی حال ہی میں ایک کتاب میری نظر سے گذری ہے جس میں ڈاکٹر دھابی اللہ صفا نے لکھا ہے یحیٰ نحوی ہجرت سے 100 سال پہلے کی شخصیت ہے۔ اس حساب سے اگر وہ حضرت عمر بن العاصؓ سے ملتا ہے تو اس کی عمر اس وقت 120 سال رہی ہوگی۔

بہر حال یہ حقیقت اللہ تعالیٰ جانتا ہے مگر یہ طے ہے کہ کتب خانہ اسکندریہ کی تباہی کے ذمہ دار مسلمان نہیں تھے۔

Marfat.com

باب نمبر 35

ٹوین بی، ای۔ جی۔ براؤن

Marfat.com

Marfat.com

ٹوین بی

ای۔ جی۔ براؤن

آرنلڈ۔ جوزف۔ ٹوین بی (1975-1889) Arnold Joseph Toynbee

ٹوین بی ایک انگریز مورخ تھا۔ اس نے ایک کتاب لکھی تھی جو عالمی تاریخ کا مجموعہ تھی جس میں عالمی تناظر کے حوالے سے تاریخ کا جائزہ لیا گیا تھا، اس جائزے میں مذہبی سوچ بھی شامل تھی، یہ کتاب امریکہ میں بے حد مقبول ہے، کیونکہ ٹوین بی نے یونانی افکار کو مسترد کر دیا ہے۔ 1918ء سے 1950ء تک ٹوین بی مشرقِ وسطیٰ کے بارے میں حکومت کا مشیر بھی رہا۔

ٹوین بی کی حمایت اور اس کا اسرائیل کی ریاست میں کردار کے حوالے سے تفصیلی مضمون میری کتاب ''اسلاموفوبیا'' میں ہے۔

عالمی تاریخ کا تجزیہ اور اس کے اثرات کے حوالے سے ٹوین بی کا ایک مقام ہے گو کہ اس پر تنقید کرنے والوں کی بھی کمی نہیں ہے مگر ہم صرف یہ دیکھیں گے کہ اسلام کے حوالے سے اس کے کیا خیالات ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم اس کی تحریر کو دیکھیں، ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کا ذہن کیا تھا۔ ٹوین بی ک نزدیک مذہب اور سیاست دو علیحدہ چیزیں ہیں اور وہ جب اسلام یا محمد ﷺ کی زندگی کو دیکھتا ہے تو وہ عیسائیت کے پیمانے کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرتا ہے، اس نے اسلام کو عیسائیت کی نظر سے دیکھا ہے۔

اپنی کتاب میں وہ لکھتا ہے۔

> ''اپنے لوگوں میں وہ کوئی خاص مقام نہیں رکھتے تھے، یہ ہی وجہ ہے کہ وہ مکہ میں عاجز رہے اور جب مکہ نے ٹھکرا دیا تو مدینہ میں ان کی آؤ بھگت ہوئی، وہ درحقیقت مدینے کے لیے زیادہ کارآمد تھے کیونکہ وہاں سیاسی امن قائم کر سکتے تھے''

Marfat.com

''محمد ﷺ کی حیات دو حصوں میں ہے۔ مکہ میں ان کی تمام کوششیں مذہب کے لیے تھیں دوسرے حصے میں انہوں نے مذہب کو سیاسی مقاصد کے پیچھے کر دیا تھا۔''(1)

''جب وہ مکہ سے مدینہ آئے تو ایک ناکام نبی سے کامیاب ریاست کے سربراہ بن گئے۔''(2)

دراصل عیسائیت میں مذہب اور سیاست دو علیحدہ چیزیں ہیں، مگر کیا واقعی ایسا ہے؟ یا صرف نظر آتا ہے۔ ماضی میں جا کر تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ جس وقت عیسائی اپنے مذہب کی تبلیغ رومن ایمپائر میں کر رہے تھے اس وقت انہیں یہ کہنا پڑا کہ مذہب اور سیاست الگ الگ دو چیزیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رومن معاشرہ ایک طاقت ور معاشرہ تھا اور مستحکم تھا اور اسے چیلنج کرنا آسان نہیں تھا اس لیے رومن حکومت سے بچنے کے لیے یہ کہنا پڑا کہ مذہب اور سیاست دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ مگر شاید ٹوین بی کو اپنی تاریخ کو 13 جلدیں جنہیں لکھنے میں اسے 30 سال لگے، یہ پتہ نہیں چلا کہ جب عیسائیت نے اپنے قدم مضبوط کر لیے تو رومن تہذیب اور معاشرہ دونوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ ہی وہ نکتہ ہے جو ٹوین بی کو بے بنیاد الزام لگانے پر اکساتا ہے کہ ''مسلمانوں کا نبی صرف ایک دنیادار اور حکومت کا سربراہ ہے۔''

ٹوین بی نے لکھا کہ

''اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ انہوں نے مدینے والوں کی حکومت بنانے کی دعوت قبول کر لی، انہوں نے اپنے ضمیر کو مطمئن کر لیا کہ وہ ہمیشہ کی طرح خدا کے راستے میں کام کر رہے ہیں۔''

''بلاشبہ وہ اپنے دلائل سے مطمئن ہو کر اپنے آپ کو ہی دھوکہ دے رہے تھے۔''(3)

ٹوین بی کا کہنا ہے کہ محمد ﷺ نے مکہ میں اپنی پیغمبرانہ کوشش اور فرائض کو بخوبی ادا کیا مگر مدینہ میں اس اہم فریضہ کو ایک طرف رکھ دیا اور ان کی ریاست کے سربراہ بننے کی خواہش اور جنون نے ان کو عرب کا سیزر بنا دیا۔ ٹوین بی کی ''تاریخ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے شکاگو انسائیکلوپیڈیا نے لکھا

''ٹوین بی کو دوسرے مورخین نے بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ٹوین بی اپنے نتائج تاریخ یا مورخ کے بجائے عیسائی اقدار کے ذریعے اخذ کرتا ہے۔''(4)

ٹوین بی پر تنقید کرنے والوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے محمد ﷺ کے بارے میں بدخواہی، جھوٹ اور

Marfat.com

تعصب سے کام لیا ہے جب کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔اس نے حقیقت کے بجائے اپنی رائے کا استعمال کیا ہے۔

ٹوین بی نے اپنی کتاب میں جا بجا مار گولیتھ کی کتاب ''محمڈن ازم'' کے حوالے دیے ہیں یعنی ان عیسائی مصنفین کو اس نے پڑھا ہے جو ہمیشہ سے اسلام کو عیسائیت کی نظر سے دیکھتے ہیں جب کہ اس نے اپنی طرف سے کوئی تحقیق نہیں کی ہے۔

اپنی کتاب کی تیسری جلد میں ٹوین بی لکھتا ہے۔

''بجائے قیصر کا مشہور بن کر اپنی پیغمبرانہ تعلیمات پر اپنے خون سے مہر ثبت کرنے کے، یہ ان کی بدنصیبی تھی کہ انہوں نے مفاہمت کی اور خوب عرب کے قیصر بن کر اپنی تعلیمات کو گرادیا۔''(5)

ٹوین بی کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ محمد ﷺ مکہ میں اپنے فرائض نبوت ادا کر رہے تھے مگر مدینہ میں وہ بادشاہ اور سربراہ بن گئے اور فرائض نبوت کو پسِ پشت ڈال دیا،عرب کے راجہ بنے اور اپنی طاقت کے بل بوتے پر مکہ میں اسلام پھیلایا۔یعنی ہجرت کے بعد مکہ میں اسلام طاقت کے زور پر قائم ہوا۔ آیئے دیکھیں غیر مسلم مصنفین ٹوین بی کے جواب میں کیا کہتے ہیں۔

مستشرقین میں سر تھامس آرنلڈ کا نام ایک مقام رکھتا ہے وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

''متواتر یہ دیکھا گیا ہے کہ یورپی مصنفین نے محمد ﷺ کی مدینہ ہجرت کو اس طرح دیکھا ہے کہ ہجرت کے بعد محمد ﷺ کا ایک دوسرا ہی روپ سامنے آتا ہے، وہ اب مبلغ، تنبیہ کرنے والے اور اللہ کے نبی نہیں ہیں جن کے ذریعے سچائی انسانوں تک پہنچتی ہے بلکہ ایک متعصب اور بے ایمان شخص ہیں جو اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے طاقت کا استعمال کر رہے ہیں (نعوذ باللہ) مگر ایسا سوچنا غلط ہے اور جھوٹ ہے کہ محمد ﷺ نے مدینہ آکر اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کو بھلا دیا تھا، یا یہ کہ ان کے پاس بڑی فوج تھی، یا یہ کہ انہوں نے جبراً مشرکوں کو مسلمان بنایا۔ابن سعد کے حوالے سے بہت سے خطوط ہیں جو محمد ﷺ نے مختلف قبائل کو لکھے اور ان کو لکھے جو مدینہ سے باہر یا عرب سے باہر تھے،اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔اندرونی اور بیرونی دی گئی اسلام کی دعوت

Marfat.com

جس میں مسلمان تبلیغ کے لیے قبائل میں گئے انہیں خاطر خواہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی
یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ تبلیغ دین حقیقی کردار لیے ہوئے تھی اور کوئی زور یا زبردستی
نہیں کی گئی۔''(5)

مارگولیتھ ایک تعصبی اور حریفانہ انداز رکھنے والا متشرق ہے اس نے اسلام کی مخالفت میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اس نے اپنی کتاب ''محمڈن ازم'' میں الزام تراشی کی حد کر دی ہے مگر اس نے بھی اس بات سے انکار کر دیا ہے کہ محمد ﷺ نے مدینہ جا کر اپنے تبلیغی مشن کو بھلا دیا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ محمد ﷺ مدینہ میں رہ کر بھی دینی فرائض سے غافل نہیں ہوئے تھے

اور باسورتھ سمتھ کے مضمون میں آپ پڑھیں گے کہ اس نے محمد ﷺ کے حوالے سے کیا لکھا ہے۔

پروفیسر ایڈورڈ جی براؤن۔ Edward G Browne (1862-1926)

ایڈورڈ جی براؤن کو برطانوی مستشرق کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔

فارسی ادب کے حوالے سے ان کی کافی خدمات ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ''A Year among the Persians'' جو 1893ء میں شائع ہوئی، میں ایران اور فارسی ادب کے حوالے سے ایسی معلومات فراہم کیں جس سے مغرب کے لوگ ناواقف تھے۔ انہوں نے ایک سچے اور ایماندار محقق کا انداز اور طریقہ اپنایا۔

دہلی یونیورسٹی کے شعبہ فارسی کے صدر پروفیسر ڈاکٹر امیر حسن عابدی اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں کہ

''انہوں نے فارسی ادب کی تاریخ لکھنے میں مسلمانوں کی صحیح خدمات کا صحیح جائزہ لیا ہے، جس میں وہ ایک سچے اور ایمان دار محقق کی حیثیت سے نظر آتے ہیں، انہوں نے ابن ہشام، الفخری، دینوری، بلاذری، مسعودی اور یعقوبی وغیرہ کے حوالے سے اپنی تحقیقات کی تکمیل کی ہے، ان کا خیال ہے کہ نوشیرواں کی شان دار حکومت (531-578ء) کے زمانہ میں سب سے زیادہ اہم اس کا بیالیسواں سال (572-573ء) ہے، جسے عرب عام الفیل کہتے ہیں، اسی سال ایک طرف تو ایران نے یمن کی سلطنت پر فتح پائی، دوسری طرف مکہ معظمہ میں محمد ﷺ کی ولادت ہوئی جن کی تعلیمات کے نتیجہ میں ساسانی سلطنت کا خاتمہ ہوا، یہاں اس کا ذکر بھی ضروری ہے کہ نوشیرواں بڑا جابر، ظالم اور

Marfat.com

سفاک بادشاہ تھا، اس نے زرتشی مذہب کے سوا کسی مذہب وملت کو پنپنے نہیں دیا، سب کا قلع قمع کر دیا، مزوک اپنے زمانہ کے کمیونسٹ تھے، اس نے 528ء میں ان کی تحریک کو بھی بالکل کچل دیا، وہ عیسائیوں کو بڑی حقارت سے دیکھتا تھا، مذہب مانی کو بھی کچلا، مگر اس نے زرتشتیوں کا پورا احترام کیا، ان کو ہر طرح کی سہولتیں دیں، اس لیے ان کی نظروں میں بڑا مہربان بادشاہ تھا، وہ اسے نوشیرواں عادل کے خطاب سے یاد کرتے ہیں جو ہماری روایتوں کا جز بن گیا ہے، براؤن نے نوشیرواں کو متشدد اور متعصب بتایا ہے، مگر اسی کے ساتھ اس کو مامون الرشید اور اکبر جیسے بادشاہوں کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں، جس سے ظاہر ہے کہ براؤن ان مسلمان فرماں رواؤں کے معترف تھے۔

ہمارے پیغمبر ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے براؤن نے لکھا ہے کہ آپ کا کام بہت مشکل تھا، اس لیے کہ ریگستانی عرب دل سے مادی اور مشکک ہوتے ہیں، انہیں ماوراء الطبیعیات اور الٰہیات سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، انہیں ایسے خدا کی بھی ضرورت نہیں جو طاقت ور تو ضرور ہے، مگر ان سے خدمت اور نفی ذات کا خواہاں ہے، براؤن کے نزدیک ہجرت (622ھ) سے لے کر حضرت عمرؓ کی وفات (644ھ) تک کا زمانہ مقدس اسلام کا زریں عہد ہے، جو فلسفیانہ اسلام سے جدا اور الگ ہے۔''(1)

براؤن نے ڈوزی کا ایک طویل اقتباس دے کر یہ ظاہر کیا ہے کہ بازنطینی اور ایرانی حکومتوں کی شان و شوکت ایک مثل بن گئی تھی، لیکن لوگ ان کی مطلق العنانیت کے بوجھ سے دبے ہوئے تھے، دونوں شاہی خاندانوں نے دہشت پھیلا رکھی تھی اور دونوں اپنے مذہبی تعصب کی وجہ سے لوگوں کو ہر طرح کی اذیتیں دے رہے تھے، کہ یکا یک عرب کے ریگستان سے کچھ نئے لوگ نمودار ہوئے، جو پہلے تو بے شمار قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور باہمی جنگ وخوں ریزی میں مبتلا تھے، مگر اب سب ایک ہو گئے تھے، وہ آزاد، لباس وغذا میں سادہ، شریف، مہمان نواز اور سمجھ دار تھے، لیکن اسی کے ساتھ غیور، خود دار، تند مزاج، انتقام پسند، سفاک اور ظالم بھی تھے، دیکھتے دیکھتے سڑی گلی ایرانی سلطنت کا خاتمہ کر دیا، قسطنطنیہ کے جانشینوں سے ان کے اچھے صوبے چھین لیے، ٹیوٹن نسل کی حکومت کو اپنے قدموں سے کچل دیا اور بقیہ یورپ میں دہشت پھیلا دی دوسری طرف ان کی فاتح فوجیں ہمالیہ میں داخل ہو گئیں پھر بھی یہ دوسرے فاتحوں کی طرح نہ تھے، اس لیے

Marfat.com

کہ یہ ایک نئے مذہب کی تبلیغ کر رہے تھے، ایرانیوں کی ثنویت اور بگڑی ہوئی عیسوئیت کے خلاف انہوں نے ایسی توحید کا اعلان کیا جس کو لاکھوں آدمیوں نے قبول کیا اور جو آج بھی انسانی آبادی کے دسویں مذہب کا حصہ ہے، براؤن نے ڈوزی کا یہ اقتباس دے کر اس کا ثبوت دیا ہے کہ وہ اس کے خیالات سے بڑی حد تک متفق تھے، اگر چہ ڈوزی کے بعض خیال سے مسلمانوں کا اتفاق کرنا ضروری نہیں۔

براؤن نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، خلفائے راشدینؓ، حضرت عثمانؓ کی شہادت، حضرت علیؓ کی خلافت اور حضرت امیر معاویہؓ کا اس سے انکار، جمل، صفین اور نہروان کی لڑائیوں، خوارج، معاویہؓ کے ساتھ صلح، امام حسنؓ کی خلافت سے دست برداری، یزید، معرکہ کربلا، ابن زبیرؓ اور مختار کی بغاوتوں، عبدالملک کی حکومت، حجاج کے مظالم، عمر بن عبدالعزیزؒ، ابن عباسؓ کے پروپیگنڈے، بنی امیہ کے زوال کے اسباب، ابو مسلم خراسانی، عباسی حکومت، برامکہ، نوروز تہوار کے احیا وغیرہ کا جائزہ تفصیل سے لیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ کے ان پہلوؤں پر ان کی نظر اچھی تھی۔

براؤن کیمبرج یونیورسٹی میں فارسی کے لیکچرار اور عربی کے پروفیسر بھی رہے۔

براؤن کا ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے پہلی مرتبہ ایک صحیح فہرست (Catalogve) عربی، فارسی اور عثمانیہ کی کتابوں کی مرتب کی جس میں انہیں آٹھ سال لگے یہ (Catalogve) آج بھی استعمال ہوتا ہے۔(2)

براؤن نے بہت سے مسلمان علما اور فضلا کا ذکر کیا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ ان کی علمی خدمات قابل تحسین ہیں۔

اس ذکر میں علامہ شبلی نعمانی سرفہرست ہیں۔

تنقیدی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو براؤن کے بارے میں یہ رائے بھی ملتی ہے کہ

”براؤن کے خیال میں اسلام نے ایران کی صرف اوپری سطح کو چھوا ہے جو چیز ایرانیوں کے خون میں شامل تھی وہ کبھی ختم نہیں ہوئی اس کی ایک شکل عجمی تصوف ہے۔“(3)

براؤن کی مشہور کتابوں کی تفصیل یہ ہے۔(4)

Marfat.com

باب نمبر 36

سر ہملٹن گب

Marfat.com

Marfat.com

سر ہملٹن گب

سر ہملٹن گب Sir Hamilton Sibb (1895-1971)

سر ہملٹن گب کو مغرب میں ایک مورخ اور مستشرق کی حیثیت سے شہرت حاصل ہے۔

گب نے سامی زبانیں یعنی عبرانی، عربی اور آرامی زبانوں پر بہت کام کیا ہے۔ پہلی جنگ عظیم میں انہوں نے فوج میں بھی شمولیت اختیار کی تھی۔

1922ء میں عربی میں ڈگری حاصل کی اور عربی کے لیکچرار مقرر ہوئے انہوں نے مشرق وسطیٰ اور افریقہ میں بھی وقت گذارا۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے انگریزی کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں۔ 22 اکتوبر 1971ء میں ان کا انتقال ہوا۔

گب نے بے شمار کتابیں لکھی ہیں جن کا اعتراف علمی حلقوں میں کیا جاتا ہے۔ گب دراصل مورخین کے حلقے میں ایک سکاٹش مستشرق ہے۔ اسے بہت سے اعزازات سے نوازا گیا ہے۔ مغرب اور مشرق میں ان کے کام سے متاثر افراد انہیں اسلام کا سکالر مانتے ہیں۔

اس کا ایک مضمون "شریعہ" جس میں اعتراف کیا ہے کہ رومن لا سے اسلامی قانون ماخوذ نہیں ہے، میں اس کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اس کی تحریریں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تاریخ اسلام میں بے حد دلچسپی رکھتا ہے، عربی ادب سے خاص شغف ہے۔

ابن خلدون اس کی پسندیدہ شخصیت ہے، کئی برسوں تک اس نے اس کا مطالعہ کیا ہے اور بڑے بڑے سیمینار اور مزاکروں میں اس کا حوالہ دیا ہے۔ مگر دوسرے مستشرقین کی طرح گب بھی بعض مقامات پر جانبدار کا مظاہرہ کرتا ہے۔

Marfat.com

حدیث کے حوالے سے گب نے اس کی اہمیت کو نہیں سمجھا ہے اور بعض اوقات وہ راہ سے ہٹ گیا ہے۔

مگر گب کا سلطان صلاح الدین ایوبی سے عقیدت کا رشتہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس نے جس انداز سے سلطان کا ذکر کیا ہے اور تاریخ کے ایسے حوالے دیے ہیں جو ایک اچھے مورخ ہونے کا حق ادا کرتے ہیں۔

پروفیسر ضیاء الحق فاروقی گب اور صلاح الدین کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ یہ مقالہ 1982ء میں دارالمصنفین کے سیمینار میں پیش ہوا تھا۔

''یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ پروفیسر گب کو سلطان صلاح الدین ایوبی کی شخصیت سے گہرا شغف تھا، انہوں نے بارہویں صدی عیسوی کی اس پرکشش اور غیر معمولی اسلامی شخصیت کا گہرا مطالعہ کیا اور ہر پہلو سے کیا The armies of Saladin کے عنوان سے ان کے مضامین جدید طرز کی تحقیق و تفحص کے اعلیٰ معیار کے نمونے ہیں، جہاں تک ہمیں علم ہے اس موضوع پر اس دور کے مسلمان عالموں اور دانشوروں میں اس پایے کی تحقیق کا سراغ نہیں ملتا لیکن سلطان صلاح الدیب پر گب کا معرکۃ الآرا مضمون The Achievemet of Sladin کے عنوان سے ہے، اس مضمون میں انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ صلاح الدین ایوبی ایسی شخصیتوں میں سے نہیں تھے جو محض اپنے گردوپیش کے حالات کی پروردہ ہوتی ہیں بلکہ انہوں نے خود ایک بڑے مقصد کے لیے اپنی دینی اخلاق کے سہارے نہ صرف حالات کو اپنے موافق بنایا بلکہ نئے حالات پیدا کیے اور سیاسی انحطاط اور اخلاقی زوال کے اس عہد میں اسلام اور مسلمانوں کی آبرو باقی رکھی۔''

گب نے اپنی کتاب میں ایک تجزیاتی انداز اپنایا ہے وہ لکھتا ہے۔

> ''عہد وسطیٰ کی تاریخ سے متعلق شاذ و نادر ہے ایسے مستند ماخذ ملتے ہیں جن کی مدد سے صحیح اور مثبت نتیجے نکالے جاسکیں اور جو تاریخی تنقید کے سخت سے سخت معیار پر بھی کھرے ثابت ہوں گے، سلطان صلاح الدین کی زندگی اور کارناموں سے متعلق خوش قسمتی سے عربی زبان میں اسی زمانے کے پانچ مراجع دستیاب ہیں، ابن ابی طے، ابن الاثیر (الکامل فی التاریخ) قاضی بہاؤ الدین ابن شداد (النوادر السلطانیۃ) عماد الدین (البرق الشامی) اور القاضی الفاضل۔''

''صدیوں بعد یہ دیکھنے میں آیا کہ ایک مسلم حکمران مسلسل تین سال تک میدان جنگ میں اپنی افواج کے ساتھ اپنے ایک مستعد دشمن کے مقابلہ میں ڈٹا رہا، جب کہ اس عہد

Marfat.com

کا فیوڈل فوجی نظام ایسی طویل جنگ کا بمشکل متحمل ہو سکتا تھا۔ اورن کے خیال میں یہ صورت صرف اس وجہ سے ممکن ہو سکی کہ باوجود اس کے کہ سلطان صلاح الدین کوئی بڑے ماہر جنگ یا تجربہ کار حکمران نہ تھے، وہی ایک ایسی شخصیت تھی جو صلیبی حملہ آوروں کے خلاف مسلمان کے مختلف النوع عناصر اوران کی باہم متصادم سیاسی قوتوں کو اتحاد اسلامی کے لیے ہر مرکز پر متحد و مجتمع کر سکتی تھی، ہمت و شجاعت اور صبر و استقامت، ان سب اخلاقی خوبیوں سے تو وہ متصف تھے ہی اور سب ان کے کام بھی آئیں لیکن ان کی کامیابیوں میں ان خوبیوں سے زیادہ دخل تھا ان کی بے غرضی و بے لوثی، سخاوت و فیاضی اور اخلاق اسلامی کے اثبات برتری کو، جنہیں سلطان صلاح الدین نے دوست اور دشمن سبھی کے ساتھ یکساں برتاؤ، وہ سادہ لوح نہ تھے لیکن ان میں غضب کا انکسار اور سادگی تھی، ان کی ایمانداری بے داغ تھی اور بلور کی سی چمک رکھتی تھی، ان کے دشمن حیران تھے کہ ان کی اس بات پر کہ سیاست اور جنگ دونوں میدانوں میں ان کے عزائم اوران کے طور طریقے کیوں مختلف ہیں، مکروفریب سے وہ کوسوں دور تھے اور دوسروں کے مکروفریب کو شاذ ہی سمجھ پاتے تھے، ان کے اسلامی اخلاق نے انہیں معاہدوں کا احترام سکھایا تھا اور وہ ہر قیمت پر معاہدوں اور وعدوں کی پابندی کرتے تھے اور معاہدہ توڑنے والے دشمن کو ہمہ وقت یہ خیال رہتا تھا کہ اسے عہد شکنی کی بھاری قیمت ادا کرنی ہوگی۔'' (1)

سلطان صلاح الدین ایوبی کے بیت المقدس اور رواداروں کے حوالے سے گب نے لکھا ہے کہ

''انصاف کا تقاضا ہے کہ اس ترک فاتح کی رحم دلی کی تعریف کی جائے، اس نے مفتوحوں کو کسی مصیبت اور پریشانی میں مبتلا نہیں ہونے دیا، وہ ان سے بھاری رقمیں وصول کر سکتا تھا لیکن تیس ہزار کی رقم لے کر اس نے سترہ ہزار قیدیوں کو آزاد کیا، دوتین ہزار کو تو اس نے رحم کھا کر یوں ہی چھوڑ دیا، اس طرح قیدیوں کی تعداد گھٹ کر گیارہ سے چودہ ہزار تک رہ گئی، جب یروشلم کی ملکہ اس کے سامنے آئی تو اس نے نہ صرف انتہائی مہربانی سے باتیں کی بلکہ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اس نے جنگ کے

Marfat.com

یتیموں اور بیواؤں میں خیرات تقسیم کی، جنگ کے زخمیوں کے علاج اور دیکھ بھال کے لیے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کیں، وہ قرآن کے دشمنوں کے ساتھ ہر طرح کی سختی سے پیش آنے میں حق بجانب تھا، مگر اس نے جس فیاضانہ رحم دلی کا ثبوت دیا، اس سے وہ نہ صرف تعریف و تحسین بلکہ محبت کیے جانے کا مستحق ہے۔''(2)

گب نے اپنی کتاب صلاح الدین کے پہلے صفحہ پر لکھا کہ

''صلیبی تاریخ میں صلاح الدین کے کارنامے اور زندگی ایک عظیم لمحہ ہے، کتابوں میں صلاح الدین ایک فاتح نظر آتا ہے جو اپنے دشمنوں سے لڑا مگر قریب سے دیکھیں تو اس کی زندگی کا ایک ایک پہلو یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ صرف فاتح نہ تھا بلکہ ایسا شخص جو اپنے ہی دشمن سے مقابلہ کرتا ہے اور پھر یہ دشمن اسُ کی کمانڈ میں آ کر اس کی طرف سے لڑتے ہیں۔''(3)

مگر جب بات اسلام اور پیغمبر اسلام کی آتی ہے تو گب میں اور دوسرے مستشرقین میں کوئی خاص فرق نہیں رہ جاتا۔

پروفیسر گب کی ایک کتاب ہے ''محمڈن ازم'' مارگولیتھ نے اسی نام سے ایک کتاب 1911ء میں لکھی تھی جس کا ذکر ان کے مضمون میں آپ کو ملے گا۔

سوال یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کا نام محمڈن ازم کیوں رکھا؟

پروفیسر گب اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو محمڈن اور اسلام کو محمڈن ازم کہا جائے یہ پسند نہیں ہے مگر وہ پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ ایسا کہنا غلط نہیں ہے۔

گب کے مطابق مسلمان اپنے آپ کو ''امت محمدیہ'' کہتے رہے ہیں تو محمڈن کہنے میں کیا حرج ہے۔ اس حوالے سے مجھے یاد آتا ہے کہ 1982ء میں منعقد ہوئے ایک سیمینار میں جو کہ دارالمصنفین کے تحت ہوا تھا اس میں جناب عابد رضا بیدار ڈائریکٹر خدا بخش لائبریری پٹنہ نے ایک سوال کیا تھا کہ

''اسلام جو ہر دور میں رہا ہے اور خدا کا پسندیدہ دین ہے، اس کی اصلاح شدہ اور آخری شکل محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے تو اگر اس کو محمدیت اور اس کے پیرووں کو محمدی یا انگریزی میں محمڈن کہیں تو کیا حرج ہے؟(4)

Marfat.com

اس کا جواب مولانا ابوالحسن علی ندوی نے یہ دیا تھا۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا نے اس دین کا نام اسلام رکھا ہے جو ہر پیغمبر لے کر آیا ہے، حضرت ابراہیم کے بعد کئی اولوالعزم پیغمبر حضرت موسیٰؑ اور پھر آنحضرت ﷺ آئے، کہیں مسلمانوں کو خطاب کر کے قرآن نے کہا ہے کہ ملة ابیکم ابراهیم هو سماکم المسلمین من قبل و فی هذا لیسکون الرسول شهیدا علیکم، وتکونوا شهداء علی الناس (حج:88) تو معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے بھی اس دین کو اسلام کا نام دیا تھا اور ظاہر ہے کہ اس وقت مسلمان موجود نہیں تھے، ابراہیمؑ کے بعد جتنے پیغمبر آئے اور جو امتیں ہوئی ہیں وہ پیغمبر اسلام کے داعی تھے اور امتیں اسلام کی متبع تھیں، لیکن ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اسی اسلام کو جو ہمیشہ سے آتا رہا ہے، کی تحریفات کو دور کر کے اس کو اپنی شکل میں پیش کیا ہے اور اب وہی اسلام معتبر ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے پیش کیا تھا اور جو آپ ﷺ لے کر آئے اور اس میں کہ اب اسلام کو محمدیت کہا جائے اور امت اسلامیہ محمدیون کہا جائے، میں اس میں فرق سمجھتا ہوں، اس میں یورپ کی ایک سازش تھی کہ مسلمانوں کو محمڈن کے نام سے یاد کرنا شروع کر دیا اور یہ سازش بڑی ذہانت پر مبنی تھی، اس کی تائید مشیر الحق صاحب کے مقالہ سے بھی ہوتی ہے اور ہندوستان کے مسلمان کسی وجہ سے بھی جس میں بدنیتی کا شبہ میں نہیں کرتا، اس میں محبت رسول ﷺ کا بھی دخل ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے اداروں کا نام شروع شروع میں محمڈن اورینٹل کالج، محمڈن عربک کالج یا ایک زمانہ میں مسلم ایجوکیشن کانفرنس کا نام محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس رکھا تھا اور اب محمڈن لا کے نام سے ہمارا اسلامی قانون ہے، وہ اس وقت تک رائج ہے، لیکن بعد میں مسلمانوں کو خود اس کا احساس ہوا اور کئی اداروں اور تحریکوں کا نام بدلا گیا، محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا نام مسلم ایجوکیشنل کانفرنس پڑ گیا اور ہم مسلمانوں کو اس پر اصرار کرنا چاہیے کہ اسلام کو اسلام کہا جائے اور مسلمانوں کو مسلمین اور امت مسلمہ کہا جائے، هو سماکم المسلین سے قرآن مجید نے اس پر یہ آخری مہر لگا دی ہے،

Marfat.com

اسلام نے اس کا اتنا لحاظ کیا ہے کہ اپنی تقویم کا نام بھی محمدی تقویم نہیں رکھا، بلکہ ہجری تقویم رکھا، اس وقت دنیا میں جتنی تقویمیں موجود و زندہ ہیں وہ کسی نہ کسی شخصیت کی طرف منسوب ہیں، عیسوی تقویم، بودھی تقویم یا خود ہندوستان میں جو تقویم رائج تھی، وہ بھی ایک مشہور بادشاہ کے نام سے تھی، مسلمانوں نے اپنی اسلامی تقویم کا نام ہجری رکھا، اس لیے کہ اس میں ایک پیغام ہے، میں پورے احترام کے ساتھ جو ایک ادنیٰ مسلمان غلام کو ہو سکتا ہے، کہہ سکتا ہوں کہ محمدی کہلانے میں یا محمدیت میں وہ پیغام نہیں ہے، یعنی وہ ذہن کو اس طرف متوجہ نہیں کرتا، وہ شخصیت کی طرف مائل کرتا ہے، اس کا نفسیاتی و ذہنی اثر یہ ہوتا ہے کہ اصل چیز شخصیت ہو جاتی ہے اور اسلام یہ بتاتا ہے کہ اصل چیز ہے عقیدہ اور وہ شخصیت اس لیے محترم و محبوب ہے کہ اس عقیدہ کو لے کر آئی ہے اور اس نے دعوت پیش کی، قربانیاں دیں اور وہ خدا کی محبوب ترین شخصیت تھی، اگر بے ادبی نہ ہو تو اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کی حس اتنی بیدار و حساس تھی کہ ایک اعرابی نے کہا تھا کہ ماشاء اللہ و شئت (جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں) آپ ﷺ تاب نہ لا سکے اور فرمایا: اجعلتنی للہ ندا ماشاء اللہ وحدہ ماشاء اللہ وحدہ (کیا تم مجھے اللہ کا شریک بناتے ہو، تنہا خدا چاہے، تنہا خدا چاہے) اور اسی طریقہ سے من یطع اللہ والرسول (جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے) تو اس میں بھی آپ ﷺ نے تھوڑا سا فصل کرنا چاہا من یطع اللہ و من یطع الرسول (جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور جو رسول کی اطاعت کرتا ہے)۔'' (5)

مگر گب کا اصرار کچھ اور ہی ہے۔

"Yet the term Mohammedan is not in itself unjustified, and in a less self-conscious age Mulsims were proud to call their commuity alumma al-Muhammadiya."(6)

(Mohammedanism Page 2) (1962)

پروفیسر گب اپنی کتاب ''محمڈن ازم'' میں لکھا ہے کہ

''لفظ ''اسلام'' حضرت محمد ﷺ نے بعد میں اپنے مذہب کے لیے اختیار کیا۔'' (7)

Marfat.com

اسی کتاب کے صفحہ نمبر 38 پر گب نے لکھا ہے کہ قرآن میں جو نظریہ توحید پیش کیا گیا ہے وہ درحقیقت ان ''حنفا'' کے عقیدہ سے ہے جس کی ہمیں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ اور توحید کا عقیدہ مغربی عرب میں تھا یا عرب اس سے واقف تھے۔

''حنفی'' کے حوالے سے گب نے قرآن مجید کی اس آیت کا حوالا دیا ہے۔ دیکھیے قرآن میں سورۃ آل عمران آیت نمبر 67 اور بتانے کی کوشش کی ہے کہ محمد ﷺ نے اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وابستہ کر دیا تھا۔

> گب کا کہنا ہے کہ اسی آیت کی ایک ابتدائی شکل یعنی قرأت میں جو اس سے مختلف تھی اس بات کا اشارہ موجود تھا کہ حضرت محمد ﷺ جس عقیدہ کی تبلیغ کرتے تھے اس لیے لفظ حنفیہ استعمال ہوتا ہے تو بعد میں اس کی جگہ اسلام نے لے لی۔(8)

اتنا کچھ لکھنے کے بعد گب نے اس ''معلومات'' کے لیے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ جب کہ اس نے کسی کمزور نا قابل اعتبار روایت کا سہارا لیا ہوگا۔

یعنی ایک ہوشیار مستشرق لوگوں کے ذہن میں کس طرح جگہ بنانا ہے اس کی اس سے بہتر مثال نہیں ملتی۔

پہلے یہ کہا عقیدہ توحید کا کچھ کچھ اثر عرب میں موجود تھا پھر کہا محمد ﷺ نے اپنے عقیدہ کو توحید حنفیہ تعبیر کیا اور پھر کہا کہ محمد ﷺ نے بعد میں اسے اسلام کا نام دیا۔

آخر یہ سب کیوں کہا؟ اس کا جواب خود گب نے دیا ہے کہ قرآن مجموعہ ہے۔

The Koran is the record of those formal utterances and discourses wich Mohammad and his followers accepted as directly inspired.(9)

یعنی کسی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ قرآن کی بنیاد یہودی اور عیسائی روایات پر ہے۔ اور اسے محمد ﷺ نے تصنیف کیا ہے۔

گب نے ذرا دوسرے طریقے سے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

اسرار احمد خان نے اپنی کتاب (Qur'anic Studies) شائع 2000ء میں اس کا مدلل جواب دیا ہے کہ

''اگر قرآن جیسی کتاب محمد ﷺ نے خود تصنیف کی تھی تو انہوں نے اسے اپنے نام کیوں نہیں کیا؟''

Marfat.com

کتاب میں بہت سی باتیں ہیں جن پر گفتگو ہوسکتی ہے مگر میں ان کی کتاب کے دو مزید جملوں کو یہاں لکھنا چاہتا ہوں۔ گب نے لکھا

Of his early life and circumstances little is known with certainty.(10)

''ہمیں محمد ﷺ کی ابتدائی زندگی کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔''

Humanly speaking, Mohammed succeded because he was a Meccan.(11)

''ان کی کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ وہ مکہ کے رہنے والے تھے''

ساری دنیا جانتی ہے کہ محمد ﷺ کے بارے میں اور خاص کر ان کی ابتدائی زندگی کے حالات کے بارے میں جتنی معلومات موجود ہیں وہ دنیا کے کسی شخص کے بارے میں نہیں ہیں۔

گب کی معروف کتابوں کی تفصیل اور نام نوٹس کے حصے میں ملاحظہ فرمایئے۔(12)

Marfat.com

باب نمبر 37

جوزف شاخت

Marfat.com

Marfat.com

جوزف شاخت

جوزف شاخت (1902-1969) Joseph Schacht

جوزف شاخت 1902ء میں جرمنی میں پیدا ہوا، اس کا تعلق یہودی مذہب سے تھا۔ 1934ء میں جامعہ مصریہ میں رہا اور پھر 1941ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں اسلامی علوم کے شعبہ سے وابستہ رہا۔ اس کے پاس مجمع العلمی العربی الدمشق کی رکنیت بھی تھی۔

شاخت نے بے شمار کتب اور کئی مقالے لکھے۔

مغرب میں مستشرقین نے احادیث کے حوالے ایک علیحدہ طریقہ اپنایا اور اسے ایک الگ شعبہ کی بنیاد پر ریسرچ کی۔

اس حوالے سے صرف غیر مسلم ہی نہیں بلکہ بہت سے مسلمان تعلیم یافتہ حضرات بھی مستشرقین کی نام نہاد تحقیقات سے متاثر ہوئے۔

یہ مضمون خاصا طویل ہے اور میں نے سوچا ہے کہ اس حوالے سے ایک علیحدہ کتاب لکھی جائے انشاءاللہ۔

اپنی اس کتاب میں چیدہ چیدہ مثالوں پر ہی میں اکتفا کروں گا۔

جوزف شاخت پر مکمل تنقیدی، تحقیقی اور مدلل کتاب مصطفیٰ اعظمی نے لکھی ہے۔ جسے ہر فقہ کے طالب علم کو پڑھنا چاہیے۔(1)

شاخت کی کتابوں اور مضامین کو دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ اسے علوم اسلامیہ میں خاصی دلچسپی تھی۔ اس نے علومِ اسلامیہ کے جن شعبوں میں کام کیا وہ اصولِ فقہ، فقہ حنفی اور علم الکلام ہیں۔

شاخت کے علاوہ اور بھی مستشرقین ہیں جنہوں نے اسلامی قانون کے حوالے سے لکھا مگر شاخت کو مستشرقین کا باوا آدم کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

شاخت کی مقبولیت کی وجہ سے اس کی کتابیں ہیں۔ جس میں اس نے اسلامی فقہ کے حوالے سے بحث کی ہے۔ (2)

یہ وہ کتابیں ہیں جس کو مغرب کی علم دوست کمیونٹی نے سراہا۔ پروفیسر گب نے کہا کہ مغرب میں سلامی تہذیب اور قانون کو متعارف کرانے کے لیے دونوں کتابیں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ بہت سے مسلم سکالر مثلاً فضل الرحمٰن اور نیاز فتح پوری بھی متاثر ہوتے نظر آتے ہیں۔

مگر سوال یہ ہے کہ شاخت نے اپنے کام میں (جو اس نے اسلام، قانون اور فقہ کے حوالے سے کیا) نصاف سے کام لیا؟

اور جن لوگوں نے اس کے کام کو سراہا کبھی اس پر تحقیق کرنے کی کوشش کی؟

شاخت نے اسلامی قانون کے بارے میں جن غلط نظریات کو اختیار کیا ان کی تفصیل کے لیے ایک کتاب علیحدہ سے لکھنے کی ضرورت ہے۔ مگر ہم اس کے کچھ نظریات کا پوسٹ مارٹم ضرور کریں گے۔

ویسے خیال رہے لندن اور کیمبرج جیسی یونیورسٹیوں میں جہاں تحقیق و مطالعہ میں غیر جانبداری کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کسی طالب علم کو یہ اجازت نہیں ہے کہ شاخت کی کتاب کا تنقیدی مطالعہ اور تجزیہ کرے، اس طرح اس کے نظریات کو تنقید سے بالاتر قرار دیا گیا ہے۔ (3)

شاخت کی دونوں کتابوں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے کس قدر تحقیق کے اصولوں کو توڑا ہے اور تعصب سے کام لیا ہے۔

اس نے اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھا ہے جس کا مختصر خلاصہ یہ ہوگا کہ

''پہلی صدی کے ایک بڑے حصے میں اصطلاحی معنوں میں اسلامی فقہ کا وجود ہی نہیں تھا جو نبی کے عہد میں تھی۔'' (4)

اس نے اپنی اس کتاب میں یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ کسی بھی فقہی حدیث کے بارے میں یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ اس کی نسبت محمد ﷺ کی طرف صحیح ہے۔

یعنی آسان الفاظ میں وہ یہ ثابت کرنے کی نام کوشش میں مصروف ہے کہ شریعت اور مذہب دو الگ چیزیں ہیں۔ اسلامی فقہ کے نام سے جو کچھ آج مسلمانوں کے پاس ہے اس کا قرآن اور حدیث سے کوئی

Marfat.com

تعلق نہیں ہے بلکہ اسلامی فقہ کے بہت سے حصے یہودی، عیسائی اور دوسرے مذاہب کے قوانین سے ماخوذ ہیں۔ اور جو فقہ ان کے علاوہ ہے وہ محمد ﷺ کے بعد کے ذاتی اجتہادات کی پیداوار ہے۔

یعنی ایک جملے میں اسے یوں کہا جائے گا کہ

''اسلامی قانون کا مطالبہ کرنا ایک سراب ہے اور بے وقوفی ہے''

سوال یہ ہے کہ اگر شاخت کو یہ سب کچھ ثابت کرنا ہے تو اس نے قرآن کا سہارا کیوں نہیں لیا، اسلامی قانون کا سب سے پہلا ذریعہ ہی قرآن ہے، مگر اس نے ایسا نہیں کیا یعنی اصول تحقیق میں بددیانتی ہوئی۔

قرآن کی رو سے مذہب اور شریعت وقانون الگ الگ نہیں ہیں۔

قرآن کی بے شمار آیتیں ہیں جن میں احکامات ہیں۔

جوزف شاخت اور اصول فقہ کے عنوان سے جناب محمد طفیل صاحب، ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان نے 1981ء میں ایک مقالہ لکھا تھا۔ محمد طفیل لکھتے ہیں کہ

> ''قرآن حکیم مسلمانوں کے لیے ضابطۂ حیات ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے، یہ حقیقت ہے کہ پہلی وحی کے نزول ہی سے مسلمان اس سے ہر طرح استفادہ کرنے لگے تھے، انہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کی، جب کہ شاخت کا خیال ہے کہ (الف) اسلامی قانون براہ راست قرآن حکیم سے اخذ نہیں کیا گیا (ب) اسلامی قانون کا خمیر بنی امیہ کے انتظامی عمل سے اٹھایا گیا (ج) بعض اوقات بنی امیہ کا عمل قرآن حکیم کے الفاظ پر بھاری ہوتا تھا، یہ خیال کہ ابتدائی دور میں قوانین بنانے میں قرآن حکیم سے استفادہ نہیں کیا گیا، ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، کیونکہ تاریخی شواہد موجود ہیں کہ مسلمانوں نے قرآن حکیم کو قانون کا اولین ماخذ بنا یا نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عہد میں قرآن حکیم سے مکمل طور پر استفادہ کیا جاتا رہا، چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے، زانیوں کو کوڑے لگائے گئے، شراب پینے والوں پر تعزیر نافذ ہوئی، بدکرداروں کو ملک بدر کیا گیا، نکاح وطلاق نیز وراثت کی تقسیم کے فیصلے قرآن حکیم کے احکام کے مطابق کیے گئے، اس سے ذرا آگے بڑھیے اور معاذ بن

Marfat.com

جبلؓ والی مشہور روایت پر توجہ دیجیے کہ نبی کریم ﷺ نے جب انہیں قاضی بنا کر بھیجا تو ان سے دریافت کیا کہ تم فیصلے کس چیز سے کیا کرو گے، اس کے جواب میں انہوں نے سب سے پہلے جس ماخذ کا ذکر کیا وہ قرآن حکیم تھا، چنانچہ انہوں نے بے ساختہ کہا کہ قرآن حکیم سے، نبی کریم ﷺ نے یا کسی بھی صحابی نے ان کے اس خیال کی تردید نہیں کی، جس سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں ابتدا ہی سے قرآن حکیم قانون کا اصلی اور بنیادی ماخذ تھا، البتہ اتنی بات قابل تسلیم ہے کہ قرآن حکیم اصولوں کی کتاب ہے اور اس میں جملہ جزئیات کا احاطہ بھی کیا گیا اور قرآن حکیم کو قانونی ماخذ بنانے کے لیے جن کلیات کی ضرورت تھی، وہ بعد میں مرتب ہوئے اور آج تک مرتب ہو رہے ہیں، آج بھی اگر کوئی جدید مسئلہ درپیش ہو اور قرآن حکیم کی کسی آیت سے کوئی کلیہ بنایا جاسکے تو وہ ہمارے لیے ویسے ہی قابل عمل ہوگا، جیسے امام شافعیؒ یا امام ابوحنیفہؒ قائم کردہ کوئی کلیہ قابل عمل ہوتا ہے۔''(5)

محمد عربی ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے لیے دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک قرآن دوسری میری سنت، جب تک ان پر عمل کرو گے کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔

مگر اس بات کو شاخت سمجھنے سے قاصر نظر آتا ہے۔

ایک اور دعویٰ جو شاخت نے کیا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ ''خلفائے راشدین اپنے تمام فیصلوں میں قرآن کو سامنے نہیں رکھتے تھے۔''

''خلفائے راشدین نے قضاۃ کا تقرر نہیں کیا بلکہ یہ کام اموی خلفا نے کیا۔''(6)

شاخت کے نزدیک احادیث میں اسناد یعنی سلسلہ رساۃ کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس کا کہنا ہے کہ مکمل احادیث دوسری صدی ہجری میں طے ہوئی ہیں اس لیے حدیث سے پہلے اسناد کیسے ہوسکتی ہے۔ اسانید زیادہ تر گھڑی ہوئی ہیں۔(7)

شاخت کی ان تمام باتوں کا جواب دینے کے لیے تاریخ سے ایک واقعہ کو ہم لے کر دیکھیں گے کہ کیا حدیث گھڑنا آسان ہے یا ایسا ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ

Marfat.com

''پوری خلافت اسلامیہ سے امام احمد حنبل سمیت 19 علما کو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں ڈال کر طوس روانہ کر دیا گیا۔ خلیفہ کے معتوب امیروں کا قافلہ الرقہ کے مقام پر پہنچا تو وہاں خلیفہ کے انتقال کی اطلاع ملی۔ مامون الرشید کا ایک اور بھائی معتصم اس کی جگہ خلیفہ مقرر ہوا۔ خلیفہ تو بدل گیا مگر خلق قرآن کے مسئلہ پر ریاستی اسٹیبلشمنٹ کا نقطۂ نظر جوں کا توں برقرار رہا۔ اب نئے خلیفہ اور اس کے چیف جسٹس ابن ابی داؤد کے مدمقابل امام احمد بن حنبل رہ گئے تھے۔ نئے خلیفہ کی تخت نشینی کے ساتھ ہی پانچواں امام احمد بن حنبل کو واپس بغداد بلوایا گیا۔ الرقہ سے بغداد واپس آتے ہوئے باب البستان کے مقام پر امام احمد بن حنبل کے لیے سواری لائی گئی۔ پاؤں میں بوجھل زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ ان سے کہا گیا کہ وہ کسی سہارے کے بغیر پیروں میں پڑی بیڑیوں کے ساتھ سواری پر سوار ہوں۔ امام حنبل سوار ہونے کی کوشش میں کئی بار منہ کے بل گرتے گرتے بچے۔ آخر چار و نا چار وہ سواری پر سوار ہو گئے اور آدھی رات کو بغداد میں پہنچے۔ انہیں خلیفہ کے محل میں ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں قید کر دیا گیا جہاں باہر سے ہوا کا گزر تک نہیں تھا۔ حبس زدہ کال کوٹھڑی میں امام احمد بن حنبل ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں لیے طلوع صبح اور سرود طائران سحر کا انتظار کرتے رہے۔ اگلے روز صبح انہیں خلیفہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ خلیفہ کے ایک طرف چیف جسٹس ابن ابی داؤد کی کرسی رکھی تھی۔ چیف جسٹس کے پاس وزیر اور مشیر کے عہدے بھی تھے۔ یہ خلیفہ کا دربار تھا یا چیف جسٹس کی عدالت تھی یا کورٹ مارشل کی کارروائی تھی یا کوئی پبلک جیوری تھی۔ بغداد کے دربار میں ایتھنز روم اور قاہرہ کی شاہی عدالتوں کا منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔ امام احمد بن حنبل کو مرعوب کرنے کے لیے ان کے سامنے دو آدمیوں کی گردنیں کٹوائی گئیں۔ اس عدالت میں قانون، اخلاق، اجماع، قیاس، استنباط، استخراج اور اجتہاد سب کچھ سمٹ کر خلیفہ اور چیف جسٹس کی ذات میں یکجا کر دیا گیا تھا۔ مدعی، استغاثہ، وکیل، عدل، عدلیہ، منصف، انصاف اور قانون ایک طرف اور تنہا 54 سالہ امام احمد حنبل دوسری طرف تھے۔ امام احمد بن حنبل اپنے موقف کے خلاف کتاب اللہ اور سنت نبوی سے ایک وکیل، ایک برہان قاطع مانگ رہے تھے مگر خلافت، عدلیہ، عدالتی، معاونین اور درباری صرف اپنے موقف کو درست تسلیم کرنے پر بضد تھے۔ خلیفہ امام احمد بن حنبل کے دلائل سن کر نرم پڑنے لگا تو چیف جسٹس خلیفہ کو اشتعال دلاتے ہوئے اس کی غیرت کا ماتم کرنے لگا اور کہنے لگا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ معتصم اپنے بھائی اور پیش رو خلیفہ امیر المومنین مامون الرشید کے مسلک سے ہٹ گیا ہے۔ تین روز تک مقدمہ کی سماعت جاری رہی۔ عدالتی بقراط برہان

Marfat.com

قاطع پیش کرنے کی بجائے فلسفیانہ موشگافیاں کرتے رہے۔"

احادیث گھڑ کر رسول ﷺ کی طرف منسوب کر دینا آسان ہوتا تو خلق قرآن کے مسئلہ میں عباسی خلفا امام احمد بن حنبل اور دوسرے علما پر اتنی سختیاں نہ کرتے۔ عباسی دور میں تو بڑے بڑے علما اور دانشور موجود تھے، شاخت نے اپنی کتاب میں جھوٹ کا سہارا لیا ہے اور تحقیق کے اصولوں کی دھجیاں اڑائی ہیں۔

"شاخت نے بزعم خود وضع حدیث کو ثابت کرنے کے لیے چوبیس (24) فقہی حدیثوں کا سہارا لیا ہے، حالانکہ ان میں سے صرف دس حدیثیں فقہی نوعیت کی ہیں، چھ (6) حدیثیں سرے سے رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں ہیں، اور تیرہ (13) حدیثیں عبادات سے متعلق ہیں جو شاخت کے تصور کے مطابق فقہی یا قانونی نوعیت کی نہیں ہیں، کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اپنی مطلب برآری کے لیے شاخت دروغ گوئی سے بھی نہیں چوکتا؟" (8)

شاخت نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ

"امام ابوحنیفہ، حماد، ابراہیم نخعی اور ابن مسعود کا ایسا کوئی عمل موجود نہیں ہے، البتہ ایک حدیث ایسی ملتی ہے جس سے اس عمل کی پذیرائی ثابت ہوتی ہے اور جو ابن مسعود کے نقطۂ نظر کے برعکس ہے، یہی حدیث کتاب الام میں ایک عراقی سند سے ہمیں ملتی ہے۔" (9)

ڈاکٹر محمد ثناء اللہ ندوی نے اپنی کتاب علوم اسلامیہ اور مستشرقین ترجمہ میناجیاتی تجزیہ اور تنقید نے نہایت مدلل جواب دیا ہے۔

"اگر ابراہیم نخعی اور حماد کے درمیان یہ حدیث وضع کی گئی ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے" مسئلہ دراصل سورہ ص میں تلاوت کے سجدہ سے تعلق رکھتا ہے، ابن مسعود سے منقول ہے کہ انہوں نے سجدہ نہیں کیا، جب کہ حماد عن عبدالکریم کی سند سے امام ابوحنیفہ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورہ ص کی تلاوت کے بعد سجدہ کیا۔ ابن عیینہ کی ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے موجود ہے کہ آپ ﷺ نے سجدہ کیا۔ اسی طرح عمر کی ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے سجدہ کیا۔ اس طرح مختلف روایتوں سے ابن مسعودؓ کے نقطۂ نظر کی مخالفت ہوتی ہے، شاخت کے استدلال پر ہم مندرجہ ذیل سوالات کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

1۔ شاخت کا اصل موضوع بحث قانون کی حدیثیں ہیں، یہ حدیث عبادات سے تعلق رکھتی ہے۔ لہٰذا اس جگہ اس کا حوالہ دینا درست نہیں ہے، یہ فرق صرف شاخت کی اپنی تصریحات کے مطابق ہے۔ ورنہ اسلامی نقطۂ نظر سے اس طرح کے فرق کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

2۔ یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ ابن مسعودؓ سے کوئی سنت چھوٹ جائے۔

3۔ ابن مسعودؓ کی مخالفت میں اگر یہ حدیث عراق میں وضع کی گئی تھی تو عراقیوں کے لیے یہ کیسے ممکن ہوا کہ ابن عینیہ کو اپنی مصلحت کے لیے وضع حدیث پر آمادہ کریں؟

4۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ابن عینیہ، ایوب اور حماد احادیث گھڑ لیتے تھے؟

5۔ شاخت یہ دعویٰ پہلے ہی کر چکا ہے کہ اہل کوفہ اور اہل عراق اپنی فقہی آراء کو ابن مسعود کی طرف منسوب کر دیتے تھے، مگر یہ حدیث تو شاخت کے اس دعویٰ کی تردید کرتی ہے۔''

شاخت کا یہ دعویٰ ہے کہ حدیث نبوی ﷺ دوسری صدی ہجری کے وسط تک موجود نہیں تھی اور بعد میں جب انہیں جمع کیا گیا تو وہ اپنی اصل حالت میں موجود نہیں تھی بلکہ اس میں معاشرتی ضروریات اور سیاسی مقاصد شامل کر دیے گئے تھے۔

شاخت کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حدیث کی حفاظت جس طریقہ سے مسلمانوں نے کی ہے وہ کسی اور مذہب کے ماننے والوں نے اپنی مذہبی کتابوں کی بھی نہیں کی ہے۔

تاریخی شواہد ہیں کہ صحابہ کرامؓ احادیث لکھا کرتے تھے اور ان کے اپنے اپنے صحیفے بھی تھے جیسے صحیفہ ابو ہریرہؓ اور صحیفہ حضرت علیؓ اور پھر عربوں کے حافظ کی ایک دنیا قائل ہے۔

اب شاخت کا یہ دعویٰ کہ احادیث میں تبدیلی ہو چکی ہے بے بنیاد ہے۔

قرآن کی تشریعی حیثیت کا بعض مستشرقین نے اعتراف کیا ہے۔

ڈی۔ ایس۔ گوٹین لکھتے ہیں۔

''قرآن کو اگر پانچ حصوں میں بانٹ دیں تو یہی انداز ہوگا کہ اس کا تشریعی مواد تورات سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے، ادبیات عالم میں اس کو ''قانون'' کا نام دیا جاتا ہے۔''(10)

گوٹین نے مزید لکھا

''ہجرت کے پانچویں سال محمد ﷺ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ خالص قانونی معاملات بھی مذہب سے پوری طرح جڑے ہوئے ہیں، بلکہ وحی الٰہی کا اٹوٹ حصہ

Marfat.com

ہیں"

"شریعت یا قانون کا تصور ان عصری تقاضوں کا نتیجہ نہیں ہے جو نبی ﷺ کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے بلکہ ان کی تشکیل خود نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی کر دی تھی۔"(11)

جوزف شاخت کی کتابوں کے نام کے لیے ملاحظہ فرمایئے نوٹس کا حصہ۔(12)

Marfat.com

باب نمبر 38

بلا شیر آر بری

Marfat.com

Marfat.com

بلاشیر آر بری

Regis Blachere (1900-1973) ریکس بلاشیر

ایک فرانسیسی مستشرق ہے مختلف اداروں میں عربی کا پروفیسر رہا ہے۔

اسلام پر اس نے کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں چند یہ ہیں۔ (1)

بلاشیر نے قرآن کی سائنس اور تاریخ کو اپنا تحقیقی مضمون بنایا ہے۔ اس حوالے سے اس نے جمع و تدوین قرآن کو اعتراضات کا نشانہ بناتے ہوئے شک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کا کہنا ہے کہ قرآن کی تدوین محمد ﷺ کی زندگی میں نہیں ہوئی تھی بلکہ یہ کام ان کے صحابہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے کیا مگر اسے اپنی ذاتی حیثیت سے کیا تا کہ اس سے ان کی برادری یا قبیلہ کے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔

بلاشیر نے جو تحقیقی کام کیا ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کی غلطیوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔

اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ قرآن میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ عیسائی اور یہودیوں کی حکایتوں سے کافی ملتے جلتے ہیں، اور خاص کر جو سورتیں ابتدائی مکی دور میں نازل ہوئیں ان میں مسیحی اثرات زیادہ ہیں۔

اس کے بعد بلاشیر نے دوسرے مستشرقین کا حوالہ دے کر یہ ثابت کرنے چاہا ہے کہ

مکہ محمد ﷺ کے تعلقات عیسائی راہبوں سے تھے۔ (2)

جہاں تک بلاشیر کے قرآن کی جمع و تدوین پر اعتراضات ہیں اس کے لیے ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نے ایک لیکچر میں وضاحت کی ہے۔

Marfat.com

قرآن حکیم کی تدوین تین مراحل میں مکمل ہوئی۔ پہلی تدوین رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہوگئی تھی، لیکن وہ تدوین اس شکل میں تھی کہ سورتیں معین ہوگئیں، سورتوں کی ترتیب معین ہوگئی۔ کتابی شکل میں قرآن مجید حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں موجود نہیں تھا۔ لوگوں کے پاس مختلف حصوں میں لکھا ہوا قرآن تھا۔ لوگ اونٹ کے شانے کی ہڈی (جو کافی چوڑی ہوتی ہے) پر لکھتے تھے یا کولہے کی ہڈی پر لکھا جاتا تھا۔ اونٹ کی پسلیاں (Ribs) بھی بڑی چوڑی ہوتی ہیں، یہ بھی اس مقصد کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ کاغذ اس زمانے میں کہاں تھا، کپڑا زیادہ دستیاب تھا، لہٰذا کپڑے پر بھی لکھا جاتا تھا۔ اسی طرح چھوٹے چھوٹے پتھروں پر بھی آیات لکھ لیتے تھے۔ یاد رہے کہ قرآن مجید کی اصل حیثیت ''قول'' کی ہے۔ (انہ لقول رسول کریم) (الحاقۃ) نہ تو یہ حضور ﷺ کو لکھی ہوئی شکل میں دیا گیا نہ حضور ﷺ نے لکھی ہوئی شکل میں اُمت کو دیا۔ حضور ﷺ کو بھی یہ پڑھایا گیا ہے۔ از روئے الفاظ قرآنی: (سنقرئك فلاتنسیٰ) (الاعلی) ''ہم آپ کو پڑھائیں گے، پھر آپ بھولیں گے نہیں''۔ یہ اولاً قول جبرائیلؑ، پھر قول محمد ﷺ بن کر لوگوں کے سامنے آیا۔ جبرائیل علیہ السلام سے حضور ﷺ نے سنا، حضور ﷺ سے صحابہؓ نے سنا۔ چنانچہ اصل میں تو قرآن پڑھی جانے والی شے ہے۔ لیکن جیسے جیسے قرآن نازل ہوتا آپ اسے لکھوا بھی لیتے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کتابِ وحی کی ذمہ داری پر مامور تھے۔ اور حضور ﷺ نے اس بات کا حکم بھی دے رکھا تھا کہ (لا تکتبوا عنی غیر القرآن) ''میری طرف سے سوائے قرآن کے کچھ نہ لکھو''۔

احادیث کو لکھنے سے حضور ﷺ نے منع فرما دیا تھا تا کہ کہیں اللہ اور رسول ﷺ کا کلام گڈمڈ نہ ہو جائے۔ صرف قرآن مجید کو ہی لکھنے کا حکم دیا۔ لیکن اصل قرآن اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سینے میں جمع کیا اور محمد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کے سینوں میں جمع کر دیا۔ وہ قول سے قول کی شکل میں گیا ہے، لوگوں نے حضور ﷺ کے دہن مبارک سے سیکھا ہے۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ کے دور میں لکھا ہوا قرآن بھی تھا لیکن کتابی شکل میں جمع شدہ نہیں تھا۔ جمع شدہ شکل میں صرف سینوں میں تھا، حفاظ کو یاد تھا۔ انہیں یاد تھا کہ قرآن اس ترتیب کے ساتھ ہے۔ اس کے لیے سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ صحیح روایات کے مطابق ہر رمضان المبارک میں جتنا قرآن اس وقت تک نازل ہو چکا ہوتا تھا، حضور ﷺ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کا دور کرتے تھے، جیسا کہ ہمارے ہاں رمضان کے آنے سے پہلے حفاظ دور کرتے ہیں، ایک حافظ سناتا ہے، دوسرا سنتا ہے تا کہ تراویح میں سنانے کے لیے تازہ ہو جائے۔ تو رمضان المبارک میں حضور ﷺ اور حضرت

Marfat.com

جبرائیلؑ مذاکرہ کرتے تھے، قرآن مجید کا دور ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کی زندگی کے آخری رمضان میں آپ ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ سے قرآن مجید کا دو مرتبہ مکمل دور کیا۔ چنانچہ جہاں تک حافظے میں اور سینے میں قرآن کا مدون ہو جانا ہے وہ تو نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے دوران مکمل ہو گیا تھا۔

تدوینِ قرآن کا دوسرا مرحلہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں آیا جب مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جنگیں ہوئیں۔ جنگ یمامہ میں تو بہت بڑی تعداد میں صحابہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ یہ بڑی خون ریز جنگ تھی اور اس میں کثیر تعداد میں حفاظ قرآن شہید ہو گئے تو تشویش پیدا ہوئی اور یہ خیال آیا کہ اس قرآن کو اب کتابی شکل میں جمع کر لینا چاہیے۔ یہ خیال سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہی تو وہ بڑے متردد ہوئے کہ میں وہ کام کیسے کروں جو حضور ﷺ نے نہیں کیا! لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اصرار کرتے رہے اور رفتہ رفتہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی اس پر انشراحِ صدر ہو گیا۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اب تمہاری اس بات کے لیے اللہ نے میرے سینے کو کشادہ کر دیا ہے۔ اس کے بعد یہ ذمہ داری حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر ڈالی گئی جو حضور ﷺ کے زمانے میں کاتبِ وحی تھے۔ آپ ﷺ کے چند صحابہ جو کتابتِ وحی پر مامور تھے ان میں حضرت زید بن ثابتؓ بہت معروف تھے۔ ان سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم یہ کام کرو، اور ان کے ساتھ کچھ اور صحابہ کی ایک کمیٹی تشکیل دے دی۔ وہ بھی پہلے بہت متردد رہے۔ ان کی دلیل بھی یہ تھی کہ جو کام حضور ﷺ نے نہیں کیا وہ میں کیسے کروں! علاوہ ازیں یہ تو پہاڑ جیسی ذمہ داری ہے، یہ میں کیسے اٹھاؤں! لیکن جب حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما دونوں کا اصرار ہوا تو ان کا بھی سینہ کھل گیا۔ پھر جن صحابہؓ کے پاس قرآن حکیم کا جو حصہ بھی لکھی ہوئی شکل میں تھا، ان سے لیا گیا اور مختلف شہادتوں اور حفاظ کی مدد سے عہدِ صدیقی میں قرآن پاک کو ایک کتاب کی شکل میں مرتب کر لیا گیا۔ یاد رہے کہ ایک کتاب کی شکل میں بھی قرآن مجید کی تدوین رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے دو سال کے اندر اندر مکمل ہو گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عہدِ خلافت کل سوا دو برس ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مجلسِ شوریٰ میں یہ مسئلہ بھی زیرِ غور آیا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں قرآن ایک جلد کے مابین جمع نہیں کیا گیا، لہٰذا اس کا نام کیا رکھا جائے! ایک تجویز آئی کہ اسے بھی انجیل کا نام دیا جائے۔ ایک رائے یہ دی گئی کہ اس کا نام "سفر" ہو، اس لیے کہ سفر کا لفظ توراۃ کی کتابوں کے لیے معروف چلا

Marfat.com

آرہا تھا، جیسے سفر ایوب ایک کتاب تھی۔ تو سفر کتاب کو کہتے ہیں جس کی جمع ''اسفار'' ہے اور یہ لفظ قرآن میں بھی آیا ہے۔ سفر کا لفظی مطلب ہے روشنی دینے والی۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش کی کہ اس کا نام ''مصحف'' ہونا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ میرا آنا جانا حبشہ ہوتا ہے، وہاں کے لوگوں کے پاس ایک کتاب ہے اور وہ اسے مصحف کہتے ہیں۔ اب ''مصحف'' کے لفظ پر اتفاق و اجماع ہو گیا۔ چنانچہ قرآن کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تجویز پر مصحف نام رکھا گیا اور اس پر لوگوں کا اجماع ہوا۔ تدوین قرآن کا یہ دوسرا مرحلہ ہے۔

قرآن حکیم کی تلاوت کے ضمن میں ایک معاملہ چلا آرہا تھا، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا تھا۔ عربوں کی زبان تو ایک تھی لیکن بولیاں مختلف تھیں، الفاظ کے لہجے مختلف تھے۔ تو سب لوگوں کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنے اپنے لہجے کے اندر قرآن پڑھ لیا کریں تا کہ سہولت رہے، ورنہ بڑی مشقت کی ضرورت تھی کہ سب لوگ اپنے لہجے بدلیں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ انقلابی جدوجہد کا Tempo اتنا تیز تھا کہ ان کاموں کے لیے زیادہ فرصت نہیں تھی کہ اس کے لیے باقاعدہ ادارے قائم ہوں، مختلف جگہوں سے لوگ آئیں اور اپنا لہجہ بدل کر قریش کے لہجے کے مطابق کریں، حجازی لہجہ اختیار کریں۔ چنانچہ اجازت دی گئی تھی کہ اپنے اپنے لہجوں میں پڑھ لیں۔ مختلف لہجوں میں پڑھنے کے ساتھ کچھ لفظی فرق بھی آنے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے تک پہنچتے پہنچتے نوبت یہ آگئی کہ مختلف لہجوں میں لفظی فرق کے ساتھ بھی قرآن پڑھا جانے لگا۔ کوئی شخص قرآن پڑھ رہا ہوتا، دوسرا کہتا کہ یہ غلط پڑھ رہا ہے، یہ یوں نہیں ہے، جیسے میں پڑھ رہا ہوں وہ صحیح ہے۔ اس پر اس جذباتی قوم کے اندر تلواریں نکل آتی تھیں۔ اندیشہ ہوا کہ اگر اس طرح یہ بات پھیل گئی تو قرآن کا کوئی ایک ٹیکسٹ متفق علیہ نہیں رہے گا۔ امت کو جمع کرنے والی شے تو یہ قرآن ہی ہے، اس میں لفظی فرق کے نتیجے میں دائمی افتراق وانتشار پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کے مشورے سے طے کیا کہ قرآن کا ایک ٹیکسٹ تیار کیا جائے۔ اس ٹیکسٹ کے لیے لفظ ''رسم'' ہے۔ رسم الخط کا لفظ ہم استعمال کرتے ہیں۔ ''اب ت'' حروف ہیں، لیکن عربی میں لکھے جائیں گے تو ان کا رسم الخط کچھ اور ہے، اردو میں لکھے جائیں گے تو ان کی شکل اور ہے۔ حضرت عثمانؓ نے ایک رسم الخط اور ایک ٹیکسٹ پر قرآن جمع کیا۔ انہوں نے بھی ایک کمیٹی بنائی اور اس کمیٹی کو یہ حکم دے دیا گیا کہ تمام لہجوں کو رد کر کے قریش کے لہجہ پر قرآن کا ٹیکسٹ تیار کیا جائے جو متفق علیہ ٹیکسٹ ہوگا۔ چنانچہ اس کمیٹی نے

Marfat.com

بڑی محنت شاقہ سے اس کام کی تکمیل کی۔اس طرح قرآن کا رسم الخط معین ہو گیا اور ایک متفق علیہ ٹیکسٹ وجود میں آ گیا۔رسم عثمانی کے مطابق سورۃ الفاتحہ میں ''ملك يوم الدين'' لکھا جائے گا لکھنے کی شکل یہ نہیں ہوگی: ''مالك يوم الدين''۔ایک قرأت میں چونکہ ملک بھی ہے تو ''ملك'' کو ''ملك'' بھی پڑھا جا سکتا ہے اور ''مـلك'' بھی۔تو یہ بہت بڑا کارنامہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کے مشورے سے سرانجام دیا کہ قرآن کا ایک رسم الخط معین ہو گیا اور مصاحف عثمانؓ تیار ہو گئے۔بعض روایات کے مطابق اس کی چار نقول تیار کی گئیں،بعض روایات کے مطابق پانچ اور بعض میں سات کا عدد بھی ملتا ہے۔ان میں سے ایک مصحف Offical Version کے طور پر مدینے میں رکھا گیا اور باقی نقلیں مکہ مکرمہ،دمشق،کوفہ،بحرین اور بصرہ کو بھیج دی گئیں۔ان میں سے کوئی کوئی نقل اب بھی موجود ہے۔ترکی اور تاشقند میں وہ ''مصاحفِ عثمانی'' موجود ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تیار کرائے تھے۔(3)

آرتھر۔جان۔آربری(Arthur John Arberry (1905-1969

آربری برطانوی مستشرق ہے جس نے 90 سے زائد کتابیں عربی اور فارسی کے موضوعات پر لکھی ہیں۔اُس نے قرآن کا انگریزی ترجمہ بھی کیا ہے۔آربری کی خاص بات یہ ہے کہ وہ اس بات پر متفق ہے کہ قرآن ایک عظیم کتاب ہے اور اس کا ترجمہ نہیں کرنا چاہیے اس لیے اس نے اپنے ترجمہ کو ایک اور نام دیا۔

''قرآن کی تشریح''''The Koran Interpreted''

یعنی آربری کا کہنا ہے کہ یہ ترجمہ نہیں ہے تشریح ہے۔

یہ تشریح 1957ء میں شائع ہوئی،گو کہ یہ منفرد انداز فکر رکھتی ہے مگر مجموعی طور پر اس میں غلطیاں بھی ہیں۔کسی جگہ الفاظ حذف کر دیے گئے ہیں اور کہیں کہیں ترجمہ کی غلطیاں بھی ہیں۔

آربری کا خاص موضوع صوفیانہ علوم ہیں۔

> ''آربری نے کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی جہاں اس نے آر۔اے۔نکلسن کے ساتھ فارسی اور عربی پڑھی۔اس کے مطابق یہ تجربہ ایسا تھا جو اس کی زندگی کا فیصلہ کن موڑ ثابت ہوا۔گریجوایشن کے بعد اس نے قاہرہ میں فاسیو یونیورسٹی کے سربراہ کی حیثیت سے کام کیا۔جنگ کے ایام میں اس نے لندن میں مختلف عہدوں پر کام کیا اور اپنی لسانی مہارتوں کے ذریعے جنگی کوششوں کی حمایت کی۔1944ء میں اسے

Marfat.com

لندن یونیورسٹی کے شعبہ فارسی کا صدر منتخب کیا گیا۔ دو سال بعد وہ عربی شعبہ کا سربراہ بن گیا۔ 1947ء میں وہ کیمبرج میں عربی کا پروفیسر ہوا اور اپنی وفات 1969ء تک وہیں رہا۔ اس نے اپنی خودنوشت لکھی اور بتایا کہ اس نے کس طرح مسیحیت ترک کی حالانکہ اس کے آباؤ اجداد عیسائی رلونجیلکل سکول کے سختی سے پیروکار تھے۔ بہرحال جب اس نے اسلام کے صوفیانہ عقائد کا مطالعہ کیا تو بظاہر اس نے اپنا مذہب دوبارہ اختیار کر لیا۔ اس ضمن میں وہ لکھتا ہے: میں تو ایک عالم ہوں لیکن مجھے ادراک ہے کہ خاص وجہ یہ ہے کہ خدا کی روشنی کے اسرار میں جھانکا جائے اور اگر اس کام میں نہایت شوق و ذوق کے ساتھ مستغرق ہوا جائے تو پھر دل اور خدا کے درمیان نامقبول پردہ، منکشف ہو جاتا ہے۔ جس دنیا میں ہم رہتے ہیں اندھیروں سے بھری پڑی ہے۔ ذاتی طور پر میرے بھی بہت دکھ اور غم ہیں اور مجھے بخوبی علم ہے کہ میں ان مثبت کردار پیش کرنے کے آگے کھڑا شخص ہوں۔ لیکن کیونکہ میں نے الہامی نور کا سامنا کیا ہے۔ اس لیے مجھے کسی اعلیٰ اعزاز کی ضرورت نہیں۔" (1)

میں آربری کا ترجمہ یا تشریح قرآن پڑھ رہا ہوں اور مستقبل میں اس پر تفصیلی گفتگو ہوگی انشاءاللہ۔
اب تک کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آربری نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 61 میں ایک لفظ کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ آیت 61 میں عربی کے جس لفظ کا مطلب شہر یا آبادی ہے، آربری نے اسے ملک مصر کا نام دے دیا ہے۔

مگر ہمیں ایک بات ذہن میں رکھنی ہوگی کہ تمام مستشرقین نے قرآن کا ترجمہ حجتی یا مناظرانہ وجوہات پر نہیں کیا ہے ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اسلام کو سمجھنا چاہتے تھے اور میں سمجھتا ہوں آربری ان میں سے ایک ہے۔ اس کی غلطیوں کی وجہ غالباً یہ بھی ہے کہ وہ پیدائشی عرب نہیں تھا۔

Marfat.com

باب نمبر 39

منٹگمری واٹ

Marfat.com

Marfat.com

منٹگمری واٹ

منٹگمری واٹ (Montgomery Watt)(1909-2006)

منٹگمری واٹ 1909ء میں پیدا ہوا۔ یہ برطانیہ کا معروف مستشرق ہے۔ اس نے اسلام پر بے انتہا کتابیں لکھیں اور اسکی شہرت برطانیہ ہی میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی ہوئی۔ اسلامی ممالک کے کئی جرائد میں مضامین شائع ہوئے۔ ضیاء الحق نے اسے انٹرنیشنل سیرت کانفرنس میں پاکستان آنے کی دعوت دی تھی۔ دسمبر 1982ء میں وہ دوسری بین الاقوامی کانگریس آف قرآن پاک جو دہلی میں ہوئی تھی، اس میں مدعو تھا۔

اس کی کچھ کتابیں جن کی وجہ سے انہیں عالمی شہرت ملی وہ نوٹس کے حصے میں ملاحظہ فرمایئے۔

منٹگمری واٹ نے اپنی کتاب ''محمد ایٹ مکہ'' (Mohammad at Mecca) کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان جو فقہی مسائل ہیں ان سے غیر جانبدار رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔

مزید لکھا کہ جب قرآن سے کوئی استشہاد کا موقع ہوا ہے تو ''ارشاد باری ہے'' یا ''محمد ﷺ فرماتے ہیں'' جیسے الفاظ کے بجائے میں نے ''قرآن کہتا ہے'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ''میں اپنے مسلمان قارین سے بھی کہوں گا کہ مغرب میں تاریخی تحقیق کا جو طریقہ ہے میرے نزدیک وہ صحیح ہے مگر میں پھر بھی کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جو اسلام کے بنیادی عقائد سے ٹکرائے۔'' (1)

آیئے دیکھتے ہیں مصنف نے جن باتوں کا ذکر اپنے مقدمہ میں کیا ہے وہ ان پر کس قدر قائم ہیں۔

سب سے پہلی بات مغرب میں تحقیق کا طریقہ یا دنیا میں کہیں بھی تحقیق کا بنیادی اصول یا معیار یہ ہے کہ جب آپ کوئی تحقیق (Research) کریں گے تو جو حوالہ دیں گے وہ معاصر ماخذوں یا زمانہ کے لحاظ سے قریب تر زمانہ کے ماخذوں سے ہونا چاہیے اور ترجمہ کی ہوئی کتابوں کے حوالے سے بھی تحقیق کا معیار کم

Marfat.com

ہو جاتا ہے۔

اور اگر کوئی تحقیق کار ساتویں صدی کے کسی واقعہ کی تحقیق میں انیسویں صدی اور بیسویں صدی کی کتابوں کا حوالہ دے تو پھر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ نتیجہ کیا برآمد ہوگا۔

منٹگمری واٹ نے اس کتاب میں زیادہ تر حوالے انیسویں اور بیسویں صدی کے مصنفین کی کتابوں سے لیے ہیں اور عربی کی اصل کتابوں کے بجائے ان کے ترجمہ سے کام لیا ہے۔

پوری کتاب میں مغرب کے مصنفوں کی کتابوں کے حوالے سے عربی کی کتابوں سے بہت زیادہ ہیں۔

قرآن مجید کو رچرڈ بل کے ترجمہ سے سمجھا گیا ہے اور بخاری کا ذکر فرانسیسی ترجمہ سے لیا گیا ہے۔

ہندوستان میں 1982ء میں ایک عالمی سیمینار ''اسلام اور مستشرقین'' منعقد ہوا تھا۔

اس سیمینار میں سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے اپنے ایک مقالہ میں پڑھا تھا جس میں نہایت ماہرانہ طریقے سے انہوں نے منٹگمری واٹ کی کتاب ''محمد ایٹ مکہ'' پر تبصرہ و تجزیہ کیا ہے۔ خیال رہے یہ کتاب کے 1952ء کے ایڈیشن کے حوالے سے ہے۔

ابن اسحاق، ابن ہشام، کتاب المغازی از واقدی اور طبقات ابن سعد اور تاریخ طبری کے حوالے سے مصنف نے ضرور دیے ہیں مگر اسی حد تک جتنے ان کے لیے مفید تھے، ان کتابوں کا جو ناقدانہ تجزیہ کیا گیا ہے اس سے مصنف بظاہر بے خبر معلوم ہوتے ہیں، ابن اسحاق نے فن مغازی میں شہرت حاصل کی، وہ امام فن مغازی سمجھے جاتے ہیں، مغازی میں زیادہ تر لڑائیوں اور معرکہ آرائیوں کا ذکر ہوتا ہے اس لیے یہ فن سیرت نگاری سے مختلف ہے، ابن اسحٰق پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے بعض اوقات یہودیوں سے سن کر لکھے ہیں، اس لیے ان پر پورا اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک گروہ ان کو ثقہ سمجھتا ہے تو اسی درجہ کا دوسرا گروہ ان کو بے اعتبار قرار دیتا ہے، محمد ابن اسحٰق ہی کی کتاب کو زیادہ منقح اور اضافہ کر کے ابن ہشام نے اپنی سیرت مرتب کی لیکن ان پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو زیادہ تر بکائی کے واسطے سے روایت کیا ہے، بکائی اگرچہ رتبہ کے شخص سمجھے جاتے ہیں لیکن امام بخاری کے استاد ابن مدینی اور نسائی کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں، ابو حاتم بھی کہتے ہیں کہ وہ استناد کے قابل نہیں۔

واقدی کی روایتیں تو موجودہ دور کے سنجیدہ علمی حلقوں میں بالکل قابل قبول نہیں سمجھی جاتی ہیں، کیونکہ اس کی لغو بیانی مسلمہ عام ہو چکی ہیں، محدثین کہتے ہیں کہ وہ اپنے جی سے روایتیں گھڑتا ہے، اس لیے وہ اس کو

Marfat.com

کذاب کہتے ہیں، استاذی المحترم مولانا سید سلیمان ندوی تحریر فرماتے ہیں:

''دنیا جانتی ہے کہ واقدی کی حیثیت ایک داستان گو کی ہے جس کا شمار معتبر مؤرخین میں نہیں ہوسکتا، تاریخ و سیرت میں اس کا حوالہ دینا ایسا ہی ہے، جیسے آپ ملکہ الزبتھ کی سوانح عمری میں رینالڈس کا حوالہ دیں .... امام شافعیؒ نے اگرچہ اس سے روایت کی ہے مگر یہ صاف تصریح ہے کہ امام اس کی تصنیفات کو جھوٹ کا انبار کہا کرتے تھے۔'' (2)

منٹگمری واٹ نے اپنی کتاب میں ابن اسحاق کی کتاب سے کچھ حصے نقل کیے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی ابتدائی زندگی سے متعلق ہیں۔ مگر مصنف نے ابن اسحٰق اور ابن ہشام کی جو رائے مطلب برآری کے لیے ہے اسے مان لیا ہے جو قابل قبول نہ ہوا سے رد کر دیا ہے۔

اگر منٹگمری واٹ نے ان روایتوں کو جمع کر کے اپنی علمی تحقیق کا ثبوت دیا ہے تو وہ غلطی پر ہیں۔ اور اگر وہ ان روایتوں کو جمع کر کے مذاق بنانا چاہتے ہیں تو یاد رہے کہ مسلمان محققین ان کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔

اور اگر منٹگمری واٹ روایتوں کو صحیح اس لیے مانتے ہیں کہ یہ ابن اسحٰق، ابن ہشام اور واقدی کی روایتیں ہیں تو یہ سب رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کے بھی دعویدار ہیں۔ پھر تو منٹگمری واٹ کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔

مگر نہیں ایسا نہیں ہے۔ وحی کے متعلق ان کی دشواریوں کا ذکر کرنے سے پہلے اور جو بحث انہوں نے کی ہے وحی کے حوالے سے، دیکھیے کہ مصنف نے حضرت خدیجہؓ کے متعلق کیا لکھا ہے۔

لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کی عمر بتانے میں مغالطہ سے کام لیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شادی کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس کی تھی جب کہ آپ پچیس برس کے تھے۔

اب اگر یہ مبالغہ ہے تو کوئی سند نہیں ہے منٹگمری واٹ کے پاس، کیا یہ اصولِ تحقیق ہے؟

''ام المومنین حضرت خدیجہؓ سے سات بچے پیدا ہوئے، واٹ کا اس پر اشکال یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے اگر ہر سال ایک بچہ کی پیدائش فرض کر لیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آخری بچہ کی پیدائش کے وقت ان کی عمر 48 برس ہوگئی ہوگی۔ یہ بات ناممکن تو نہیں مگر حیرت انگیز ضرور ہے جس پر رائے زنی کی جا سکتی ہے، یہ ایسی بات ہے جسے بعد

Marfat.com

میں معجزہ قرار دیا جاسکتا ہے۔(3)

منٹگمری واٹ کا خیال تھا کہ محمد ﷺ کی ایک تازہ سوانح عمری لکھنے کی اس لیے ضرورت ہے کہ اسلام کے کھوجی اور طلبہ آپ ﷺ کی سیرت کو تاریخی نقطۂ نظر اور پس منظر میں دیکھنا چاہتے ہیں۔

انہوں نے ایک مورخ کی حیثیت سے دونوں کتابیں ''محمد ایٹ مکہ'' اور ''محمد ایٹ مدینہ'' لکھی۔

کتاب میں انہوں نے اس وقت کے معاشی، سیاسی اور اقتصادی حالات پر بھی روشنی ڈالی۔

انہوں نے تحقیق کی مگر میرا ذہن یہ کہتا ہے کہ وہ تحقیق سے پہلے ہی ایک نتیجے پر پہنچ گئے تھے اب اس نتیجے کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے تحقیق کی۔

ان کی کتاب ''محمد ایٹ مکہ'' کو پڑھیں تو عجیب سا تردد پیدا ہوتا ہے کہ آخر مصنف کہنا کیا چاہتا ہے۔

ایک مثال غور فرمایئے۔ کتاب کے پہلے باب میں وہ لکھتے ہیں کہ

''قرآن ریگستانی فضا میں نہیں بلکہ اعلیٰ تمول کی ضرورت میں نازل ہوا۔''(4)

لیکن فوراً ہی یہ شوشہ بھی چھوڑ دیتے ہیں کہ

''عرب کے باشندے بھوک سے عاجز ہو کر فتوحات کے لیے چل پڑے۔''(5)

گویا وہ مسلمانوں کی فتوحات کی عظمت کو گرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ منٹگمری واٹ نے عرب کے ایام جاہلیت کے حالات، واقعات کو کس طرح ایک خاص مقصد کی خاطر رد کرتے ہیں۔

منٹگمری واٹ کے مطابق ایام جاہلیت میں قریش سیاسی معاملات میں ہوشیار تھے اور صبر کا مظاہرہ کرتے تھے۔

جو قبائل لڑائیاں تھیں وہ بہت معمولی تھیں اور ان کا مقصد مشترکہ مفاد تھا۔ مکہ میں جمہوریت تھی جس کا موازنہ انہوں نے ایتھنیس کی جمہوریت سے کیا ہے۔ مصنف یہ بھی لکھ جاتے ہیں کہ مکہ کے لوگ ایک لیڈر کی تلاش میں تھے۔ (دیکھیے کتاب محمد ایٹ مکہ)

غرض کتاب میں وہ اس قسم کی بہت سی باتیں لکھ کر ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ

''مفید معلومات نہ ہونے کے سبب یہ تمام باتیں قیاسات سے لکھی جا رہی ہیں۔''(6)

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ Research کا کون سا طریق ہے کہ آپ سب کچھ لکھ ڈالیں اور پھر کہہ

Marfat.com

دیں یہ قیاس ہے۔

مسلمان مورخین تو یہ بتاتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے تک عیش ونعمت کے سامان بہت کم تھے، اس زمانہ میں گھروں میں جائے ضرور نہ تھے، چھلنیاں نہ تھیں، بھوسے کو پھونک کر اڑاتے تھے، جو رہ جاتا تھا وہی آٹا ہوتا تھا، بخاری کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ راتوں کو گھروں میں چراغ نہیں جلتے تھے، تاریخ اور ادب میں یہ تصریح موجود ہے کہ عرب کھنکھجورا گوہ اور گرگٹ اور جانوروں کے چمڑے کھاتے تھے، بتوں پر آدمیوں کی قربانی چڑھائی جاتی تھی، باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی، حقیقی بہنوں سے ایک ساتھ شادی جائز تھی، ازواج کی کوئی حد نہیں تھی، قمار بازی، شراب خوری اور زنا کاری کا رواج عام تھا، لڑائیوں میں لوگوں کو زندہ جلا دینا، مستورات کا پیٹ چاک کر ڈالنا، معصوم بچوں کو تہ تیغ کرنا عموماً جائز تھا، (سیرت النبیؐ جلد اول، ص 118۔128) مولانا شبلیؒ نے مستند حوالوں سے لکھا ہے کہ قریش میں سخت بداخلاقیاں پھیلی ہوئی تھیں، بڑے بڑے ارباب اقتدار نہایت ذلیل بداخلاقیوں کے مرتکب تھے، ابولہب جو خاندان بنو ہاشم میں سب سے زیادہ ممتاز تھا، اس نے حرم محترم کے خزانہ سے غزال زریں چرا کر بیچ ڈالا تھا، اخنس ابن شریق جو بنو زہرہ کا حلیف اور روسائے عرب میں شمار کیا جاتا تھا، نمام اور کذاب تھا، نضر بن حارث کو جھوٹ بولنے کی سخت عادت تھی، اسی طرح اکثر ارباب جاہ مختلف قسم کے اعمال شنیعہ میں گرفتار تھے۔ (سیرت النبی ﷺ جلد اول، ص 217، معارف مطبوعہ مصر 55)

مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ اسی ظلمت، تیرگی اور تاریکی کو دور کرنے کے لیے ایک آفتاب عالم تاب کی ضرورت تھی جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پوری ہوئی۔ (7)

جبکہ واٹ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ مسلمان مورخین نے جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ احادیث سے بھی ثابت ہے کہ محمدؐ کے زمانے تک حالات بہت مشکل تھے۔

جناب سید وحید الدین اپنے مقالہ ''مستشرقین کی خدمات اور ان کے حدود'' میں لکھا ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مغربی عالموں نے علوم اسلامی کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے، بہت سے مخطوطات جو دور دراز کتب خانوں میں پوشیدہ تھے، ان کا سراغ لگایا، سائنٹفک طریقہ سے ان کو ایڈٹ کیا اور دنیائے اسلام سے ان کو روشناس کرایا، آج بھی مسلمان علما نے اس سلسلہ میں جو کچھ کام کیا ہے، کیا باعتبار مقدار، کیا باعتبار معیار ان کا مجموعی طور پر مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، ہر عالم جب کسی دوسری تہذیب

Marfat.com

کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ ان روایات اور تعصبات سے اپنے کو منزہ نہیں کر سکتا جن میں اس کی پرورش ہوئی ہے، اس طرح ہر تہذیب کا علمبردار اپنے ساتھ اپنی ہی تہذیب کا بوجھ اٹھائے رکھتا ہے اور اپنی ہی روایات کی روشنی میں دوسری تہذیب کو جانچنے اور اس پر حکم لگانے کی کوشش کرتا ہے، مستشرقین کا اسلام کے ساتھ معاملہ اپنی خاص نوعیت رکھتا ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مستشرقین عام طور پر یا تو یہودی النسل رہے ہیں یا پھر عیسائی سے وابستہ رہے ہیں، صلیبی جنگوں نے ایک معاندانہ فضا پیدا کر دی تھی، جس کا اثر اب تک باقی ہے، اسلام اور عیسائیت کے تعلقات اس طرح شروع ہی سے ایسے ماحول میں نشوونما پاتے رہے جو اسلام کی صحیح تفہیم کے لیے بالکل ناسازگار تھا، خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کی سیرت کذب وافترا کا نشانہ بن گئی، یہاں یہ بات بھی واضح ہو جانا چاہیے کہ اسلامی ثقافت کے دوسرے پہلو بھی ہیں جن کا براہ راست مذہب سے تعلق نہیں، جیسے فن تعمیر، شعر وشاعری، مصوری (خاص طور پر خطاطی) وغیرہ اور سائنسی علوم جیسے ریاضی، ہیئت، بصریات، تاریخ وغیرہ، ان علوم کے بارے میں مستشرقین کا رویہ بڑی حد تک مذہبی تعصبات سے آلودہ نہیں ہوا ہے، جرمن مستشرق زخاؤ نے البیرونی کی کتاب الہند کو ایڈٹ کیا، البیرونی کی اہمیت کا احساس اسی زمانہ سے دن بدن بڑھتا گیا، اسی طرح ابن خلدون کا کارنامہ بہتر بڑی حد تک مستشرقین ہی کی کاوشوں سے ہمارے سامنے آیا اور دنیا کو معلوم ہوا کہ تاریخ کے عمرانی شعور کا سرچشمہ اسلامی فکر ونظر میں ملتا ہے، اصلی مشکل اس وقت آپڑتی ہے جب ہم دینیاتی مسائل، قرآن حکیم اور رسول اللہ کی سیرت کا جائزہ لیتے ہیں، یہاں پہلے تو اس بات کا کھلے دل سے اعتراف کر لینا چاہیے کہ مذہبی معاملات میں بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کے متعلق ہم یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ لوگ بغیر فضل الٰہی کے ان سے اتفاق کر سکیں لیکن ہم ضرور توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ قیاس آرائیوں اور امکانات کو اپنے حدود میں رکھیں۔(8)

ایک اور جگہ واٹ نے لکھا کہ محمدؐ کی نبوت سے پہلے عرب کے لوگ کسی حد تک توحید کے قابل تھے یا متاثر تھے اور ان پر عیسائیت اور یہودیت تخیل وحدانیت کا بھی کچھ اثر ہوا۔

مگر فوراً ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کے حوالے سے ان کی سیرت میں یہودیوں اور عیسائیوں کے اثرات کی اہمیت نہیں ہے۔

اور ایک مقام پر لکھا ہے کہ

''محمد ﷺ سے پہلے مسیلمہ نے پیغمبری کا جو دعویٰ کیا، وہاں ظاہر ہے کہ نبوت کا خیال

Marfat.com

وہاں جڑ پکڑ چکا تھا۔'' (9)

سمجھ میں نہیں آتا کہ واٹ نے یہ کس طرح سمجھ لیا کہ

مسیلمہ نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے اپنی نبوت کا اعلان کیا تھا، یہ تو اسلام کی ہر معمولی تاریخ سے معلوم ہو سکے گا کہ مسیلمہ نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا لیکن آپ کی زندگی میں اس کی آواز نہیں سنی گئی، حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اس کی آواز ابھری تو اس کے خلاف فوج کشی کی گئی اور وہ وحشی بن حرب کے ہاتھوں قتل ہوا۔

منٹگمری واٹ نے محمد ﷺ کی تاریخ پیدائش 570ء لکھی ہے۔ مگر اس کے لیے کوئی حوالہ نہیں دیا ہے کہ کیسے؟

صرف یہ لکھ دیا ہے کہ

میور Muir نے بھی یہ ہی تاریخ لکھی ہے۔

مارگولیتھ Margolioth نے کوئی تاریخ نہیں لکھی ہے۔

اروِنگ نے Arving نے 561ء لکھی ہے۔

مولانا شبلیؒ نے ''سیرۃ النبی ﷺ کے صفحہ 171 پر ولادت کی تاریخ 20 اپریل 571ء لکھی ہے اس کی سند کے لیے انہوں نے مصر کے معروف ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی کا حوالہ دیا ہے۔

نبوت، وحی، اسلام اور منٹگمری واٹ

منٹگمری واٹ نے کتاب ''محمد ایٹ مکہ'' کی مقدمہ میں لکھا تھا کہ میں کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جو مسلمانوں کے بنیادی عقائد سے ٹکرائے۔

اب سوال یہ ہے کہ رسول کریم محمد عربی ﷺ کی نبوت کے سلسلے میں منٹگمری واٹ کس حد تک اپنی بات پر قائم رہے ہیں۔ اور وحی کے بارے میں ان کا نظریہ کیا رہا ہے۔

واٹ نے اپنی کتابوں میں وحی اور نبوت محمدی ﷺ کے حوالے سے کچھ سوالات کے جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

کیا محمد ﷺ اپنے اس قول میں سچے تھے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں؟

وحی کی حقیقت کیا ہے؟

Marfat.com

کیا واقعی قرآن خدا کا کلام ہے؟

قرآن حکیم کے متعلق ہمارا عقیدہ یعنی مسلمانوں کا ایمان یہ ہے کہ یعنی ایک جملہ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ

''قرآن اللہ کا کلام ہے، یہ محمد ﷺ پر نازل ہوا اور ہر اعتبار سے محفوظ ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔''(10)

اگر اس ایک جملہ پر واٹ نے غور کیا ہوتا کچھ علمی حقائق اسے ضرور نظر آتے مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ میرے نزدیک واٹ نے سچائی جاننے کے بجائے شک کے بیج بونے کی کوشش کی۔

آیئے پہلے اس ایک جملہ پر غور کرتے ہیں:

سب سے پہلی بات کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورۃ التوبہ کی آیت 6 میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا۔

﴿وان احد من المشركين استجارك فاجره حتى يسمع كلم الله ثم ابلغه مامنه ط﴾

''اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص پناہ مانگ کر تمہارے پاس آنا چاہے (تا کہ اللہ کا کلام سنے) تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اسے اسکی امن کی جگہ تک پہنچا دو۔''

''اب ذرا قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کے حوالے سے ایک اور بات ذہن نشین کر لیجے۔ تورات میں کتاب استثناء یا سفر استثناء جو صحف موسیٰ میں سے ایک صحیفہ ہے، کے اٹھارہویں باب میں نبی اکرم ﷺ کے لیے جو پیشین گوئی بیان کی گئی ہے اس میں الفاظ یہی ہیں کہ:

''میں ان کے بھائیوں میں سے ان کے لیے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا اور وہ ان سے وہی کچھ کہے گا جو میں اس سے کہوں گا۔''

میں نے یہاں خاص طور پر ان الفاظ کا حوالہ دیا ہے کہ ''میں اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا۔'' یہاں ایک تو لفظ کلام آیا ہے جیسے کہ قرآن حکیم کی اس آیت میں آیا ﴿حتى يسمع كلم الله﴾ پھر ''کلام منہ میں ڈالنا'' کے حوالے سے قرآن مجید میں ایک لفظ دو مرتبہ آیا ہے، وہ لفظ ''قول'' ہے یعنی قرآن کو قول قرار دیا گیا ہے۔''(11)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے تو اللہ تعالیٰ انسان سے کس طرح ہم کلام ہوتا ہے۔

''کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اس سے روبرو بات کرے۔ اس کی بات یا تو وحی

Marfat.com

(اشارے) کے طور پر ہوتی ہے، یا پردے کے پیچھے سے، یا پھر وہ کوئی پیغامبر (فرشتہ) بھیجتا ہے اور وہ اس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے۔ یقیناً وہ برتر اور صاحب حکمت ہے۔" (الشوریٰ آیت 51)

یعنی کلام الٰہی کی تین صورتیں ہیں۔ 1۔ مخفی اشارہ، 2۔ پردے کے پیچھے، 3۔ رسول ان تین صورتوں میں سے دو کے لیے لفظ وحی آیا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے ایک بیان میں وحی کے حوالے سے فرمایا ہے کہ

"قرآن وحی ہے بواسطہ "ملک"۔ جیسے قرآن مجید میں ہے: ﴿نزل به الروح الامین o علی قلبك ...... ﴾ (الشعراء: 194) "اسے لے کر آپ کے دل پر روح امین اترا ہے....." اور ﴿فانه نزله علی قبلك ﴾ (البقرہ: 97) "پس اسے جبریل نے ہی آپ کے قلب پر نازل کیا ہے۔" البتہ فرشتے کے بغیر وحی، یعنی دل میں کسی بات کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست ڈال دیا جانا یعنی "الہام" کا ذکر بھی حضور ﷺ نے کیا ہے اور اس کے لیے حدیث میں "نفث فی الروع" کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ یعنی کسی نے دل میں کوئی بات ڈال دی، کسی نے پھونک ماردی بغیر اس کے کہ کوئی آواز سننے میں آئی ہو۔ ایک کیفیت صلصلة الجرس کی بھی تھی۔ حضور ﷺ کی گھنٹیوں کی سی آواز آتی تھی اور اس کے بعد حضور ﷺ کے قلب مبارک پر وحی نازل ہو جاتی تھی۔

بہر حال تیقن کے ساتھ تو میں نہیں کہہ سکتا، لیکن میرا گمان غالب ہے کہ دوسری قسم کی وحی (بذریعہ فرشتہ) پر پورے کا پورا قرآن مشتمل ہے۔ اور وحی براہ راست یعنی "القاء" تو درحقیقت وحی خفی ہے، جس کی وضاحت انگریزی کے دو الفاظ کے درمیان فرق سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ ایک لفظ ہے inspiration اور دوسرا revalaion، جس کے ساتھ ایک اور لفظ verbal revelation بھی اہم ہے۔ inspiration میں ایک مفہوم، ایک خیال یا تصور انسان کے ذہن و قلب میں آ جاتا ہے، جب کہ revalation باقاعدہ کسی چیز کے کسی پر reveal کیے جانے کو کہتے ہیں۔ اور اس میں بھی عیسائیوں کے ہاں ایک بڑی بحث چل رہی ہے۔ وہ revelation کو مانتے ہیں لیکن verbal revelation کو نہیں مانتے۔"

چھٹی صدی سے لے کر اکیسویں صدی تک مغرب کے اسکالرز ہوں یا مستشرق سب نے وحی کو سمجھنے میں غلطی کی ہے یا سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی ہے سوائے چند ایک کے۔

Marfat.com

مستشرقین کی کتابیں اٹھا کر دیکھیے انہوں نے وحی سے وابستہ کیا کیا عجیب وغریب باتیں بنادی ہیں۔

یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ''قرآن محمد ﷺ کی تصنیف ہے۔''

اوراس قسم کی بہت سے باتیں جن کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

اس حوالے سے سید محمد نقیب الاطاس نے اپنی کتاب میں تفصیل سے حوالوں کے ساتھ گفتگو کی ہے۔(12)

تہیم اوشاما کے مطابق وحی کے لغوی معنی ہیں فوراًیافی الفوراور خفیہ۔(13)

اسراراحمد خان نے وحی کا مطلب 'رابطہ'(Communication) لکھا ہے۔(14)

رابطہ سب سے زیادہ اہم ہے۔انسانی زندگی میں کہ اس سے انسان ایک دوسرے کو سمجھ سکتے ہیں۔

عمر جاہ نے اپنی کتاب میں ایک نہایت دلچسپ پیراگراف لکھا ہے کہ

''زمین کے حوالے سے پہلی بات چیت یا رابطہ اللہ کا اس کے فرشتوں سے ہوا تھا جب اللہ نے کہا تھا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔''(15)

رسول اللہ ﷺ پر جو وحی نازل ہوئی اس کے حوالے سے منٹگمری واٹ نے جو بحث کی ہے اس کا تجزیہ کر کے دیکھتے ہیں کہ آخر واٹ چاہتا کیا ہے؟

واٹ نے جو حدیث نقل کی ہے وہ طبری سے لی ہے تا کہ اسے اس میں اپنے مطلب کی کچھ باتیں مل جائیں۔

آیئے پہلے یہ ہی حدیث بخاری میں دیکھتے ہیں۔

(2) ہم کو عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی ان کو مالک نے ہشام بن عروہ کی روایت سے خبر دی، انہوں نے اپنے والد سے نقل کی، انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی۔آپ نے فرمایا کہ ایک شخص حارث بن ہشام نامی نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا تھا کہ حضور ﷺ آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وحی نازل ہوتے وقت کبھی مجھ کو گھنٹی کی سی آواز محسوس ہوتی ہے اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بہت شاق گذرتی ہے۔جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل ودماغ پر (اس فرشتے) کے ذریعہ نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ بشکل انسان میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے۔پس میں اس کا کہا ہوا

Marfat.com

یاد رکھ لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے سخت کڑا کے کی سردی میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور جب اس کا سلسلہ موقوف ہوا تو آپ ﷺ کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔

(3) ہم کو یحییٰ بن بکیر نے یہ حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی ہم کو لیث نے خبر دی، لیث عقیل سے روایت کرتے ہیں۔ عقیل ابن شہاب سے، وہ عروہ بن زبیر سے، وہ حضرت عائشہ المومنین رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بتلایا کہ آنحضرت ﷺ پر وحی کا ابتدائی دور اچھے سچے پاکیزہ خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔ پھر من جانب قدرت آپ تنہائی پسند ہو گئے اور آپ نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور کئی کئی دن اور رات وہاں مسلسل عبادت اور یاد الٰہی و ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے۔ توشہ ختم ہونے پر ہی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لاتے اور کچھ توشہ ہمراہ لے کر پھر وہاں جا کر خلوت گزیں ہو جاتے، یہی طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ پر حق منکشف ہو گیا اور آپ غار حرا ہی میں قیام پذیر تھے کہ اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ! پڑھو آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا کہ پڑھو، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر اس نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ پڑھو اپنے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔ پس یہی آیتیں آپ حضرت جبرئیلؑ سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس ہوئے کہ آپ کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ حضرت خدیجہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھا دو، مجھے کمبل اڑھا دو۔ لوگوں نے آپ کو کمبل اڑھا دیا۔ جب آپ کا ڈر جاتا رہا۔ تو آپ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھ کو اب اپنی جان

Marfat.com

کا خوف ہو گیا ہے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ خدا کی قسم آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت ذلت وخواری کی موت نہیں پا سکتا۔ پھر مزید تسلی کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو ان کے چچازاد بھائی تھے اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی مذہب اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان کے کاتب تھے، چنانچہ انجیل کو بھی حسب منشائے خداوندی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ (انجیل سریانی زبان میں نازل ہوئی تھی پھر اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں ہوا۔ ورقہ اسی کو لکھتے تھے) وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان کی بینائی بھی رخصت ہو چکی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے آپ کے حالات بیان کئے اور کہا کہ اے چچازاد بھائی! اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کی زبانی ذرا ان کی کیفیت سن لیجئے۔ وہ بولے کہ بھتیجے آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، اس کی تفصیل سناؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے از اوّل تا آخر پورا واقعہ سنایا، جسے سن کر ورقہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ تو وہی ناموس (معزز راز دان فرشتہ) ہے جسے اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجا تھا۔ کاش، میں آپ کے اس عہد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول کریم ﷺ نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ (حالانکہ میں تو ان میں صادق وامین ومقبول ہوں) ورقہ بولا ہاں یہ سب کچھ سچ ہے۔ مگر جو شخص بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ زمانہ مل جائے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ پھر کچھ عرصہ تک وحی کی آمد موقوف رہی۔

(4) ابن شہاب کہتے ہیں مجھ کو ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی کہ آپ ﷺ نے وحی کے رک جانے کے زمانے کے حالات بیان فرماتے ہوئے کہا کہ ایک روز میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان کی طرف ایک آواز سنی اور میں نے اپنا سر

Marfat.com

آسمان کی طرف اٹھایا کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ آسمان و زمین کے بیچ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس سے ڈر گیا اور گھر آنے پر میں نے پھر کمبل اوڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت اللہ پاک کی طرف سے یہ آیات نازل ہوئی۔ اے لحاف اوڑھ کر لیٹنے والے! اٹھ کھڑا ہو اور لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھ اور گندگی سے دور رہ۔ اس کے بعد وحی تیزی کے ساتھ پے در پے آنے لگی۔

(بخاری شریف)

اس حدیث میں ایسی بات ہے جو کسی کی سمجھ میں نہ آتی ہو۔

واٹ نے اسی حدیث کو طبری سے لے کر مختلف حصوں میں بانٹا ہے۔ یعنی الگ الگ حصے کیے ہیں۔

1۔ نعمان بن راشد زہری سے روایت کرتے ہیں، وہ عروہ سے اور عروہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ وحی سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر رؤیائے صادقہ سے شروع ہوئی جو صبح صادق کے مانند ہوا کرتے تھے۔

2۔ اس کے بعد آپ کو انتہائی محبوب ہو گئی، آپ غار حرا میں چلے جاتے اور وہاں تحنث میں کئی راتوں تک مشغول ہو جاتے، قبل اس کے کہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس آتے، وہ ان کے پاس آتے اور سامان لے کر اسی طرح واپس ہو جاتے، یہاں تک کہ خلاف امید آپ ﷺ کے پاس حق آیا اور کہا کہ اے محمد آپ اللہ کے رسول ہیں۔

3۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت میں کھڑا تھا، مگر میرے اوپر کپکپی طاری ہوئی اور میں گھٹنوں کے بل چلتا ہوا خدیجہؓ کے کمرہ میں داخل ہوا اور کہا کہ مجھے کمبل اوڑھاؤ مجھے کمبل اڑھاؤ، یہاں تک کہ میرے اندر سے خوف دور ہو گیا پھر وہ (فرشتہ) آیا اور کہا: اے محمد ﷺ تم اللہ کے رسول ہو۔

4۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ پہاڑی کی بلندی سے اپنے آپ کو گرا دوں، جب یہ خیال آیا تو وہ پھر نمودار ہوا اور کہا: اے محمد ﷺ میں جبرئیل ہوں اور تم اللہ کے رسول ہو۔

5۔ تب اس نے کہا پڑھ میں نے کہا میں پڑھ نہیں سکتا ہوں، محمد ﷺ نے کہا، تب اس نے مجھے پکڑا اور تین بار بڑے زور سے دبوچا، یہاں تک کہ میں بے جان ہو گیا، تب اس نے کہا کہ پڑھ اقرا باسم ربك الذی خلق۔۔۔۔ اور میں نے پڑھا۔

Marfat.com

6۔ پھر میں خدیجہؓ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے اندیشہ ہے اور پھر اپنا واقعہ بیان کیا، تب انہوں نے کہا، خوش خبری ہو، خدا کی قسم اللہ آپ کو پریشانی میں نہ ڈالے گا، آپ رشتہ داروں کے لیے بھلائی کرتے ہیں، آپ سچ بولتے ہیں، آپ امانت کو واپس کرتے ہیں، آپ تکان برداشت کرتے ہیں، آپ مہمان نواز ہیں اور حق کے حامیوں کی مدد کرتے ہیں۔

7۔ پھر وہ مجھے لے کر ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس گئی اور کہا کہ اپنے بھتیجے سے سنیے۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا تو میں نے ماجرا سنایا۔ انہوں نے سن کر کہا: یہ وہ ناموس ہے۔ جو موسیٰ بن عمران کے پاس نازل ہوا تھا۔ کاش میں اس وقت توانا اور طاقتور ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب تمہاری قوم تمہیں نکال دے گی۔ میں نے پوچھا کہ کیا وہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں، جو شخص بھی وہ چیز لے کر آیا جو تم لے کر آئے ہو تو اس سے ضرور عداوت کی گئی۔ اگر مجھے اس دن تک زندگی ملی تو میں ضرور تمہاری مدد کروں گا۔

7۔ اقرأ کے بعد قرآن کا جو پہلا حصہ میرے اوپر نازل ہوا، وہ یہ تھا:

ن، قلم کی اور جو (اہل قلم) لکھتے ہیں اس کی قسم، یا کہ (اے محمد ﷺ) تم اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانے نہیں ہو اور تمہارے لیے بے انتہا اجر ہے اور اخلاق تمہارے بہت (عالی) ہیں، سو عنقریب تم بھی دیکھ لوگے اور یہ (کافر) بھی دیکھ لیں گے۔ (سورۃ قلم۔ 1۔5)

8۔ زہری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آنا کچھ عرصہ کے لیے بند ہو گیا، آپ بہت غمگین تھے، آپ پہاڑ کی بلند چوٹیوں پر چڑھنے لگے تاکہ وہاں سے گرا لیں لیکن جب وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو جبرئیلؑ نمودار ہوئے اور کہا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اس سے آپ کی بے چینی دور ہو جاتی اور اپنے آپ میں ہو جائے۔

9۔ نبی کریم ﷺ اس سلسلے میں یہاں تک فرماتے تھے: ایک روز میں چل رہا تھا، میں نے فرشتہ کو دیکھا جو غارِ حرا میں میرے پاس آتا تھا، میں نے اس کو زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر دیکھا، میں اس سے انتہائی خوف زدہ ہوا، میں خدیجہؓ کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے کمبل اڑھا دو۔

10۔ ہم نے آپ کو ڈھانک دیا، یعنی آپ کے اوپر دثر ڈال دیا، خدا نے اس پر یہ آیت اتاری یاایھا المدثر o قم فانذر o وربك فكبر o وثیابك فطھر o (اے اوڑھ کر لیٹنے والے اٹھ،

Marfat.com

خبردار کر، اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کر اور اپنے کپڑے پاک رکھ)

11۔ زہری کا بیان ہے کہ آپ ﷺ پر جو سب سے پہلی چیز نازل ہوئی وہ یہ آیتیں تھیں "اقرأ باسم ربك الذی خلق" سے لے کر "ما لم یعلم" تک۔(16)

واٹ نے اس حدیث کا تجزیہ اس طرح کیا ہے کہ حدیث کے حصہ نمبر (1) میں (وہ حصے جو عاٹ نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں) لفظ سچے خواب یا رویائے صادقہ کا ترجمہ انگریزی کے لفظ Vision سے کیا ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں Vision اور خواب میں فرق ہے۔ یہ ہی سب سے بڑی دانستہ یا نادانستہ غلطی ہے مصنف کی۔

اس کے بعد واٹ نے لکھا ہے کہ یہ ہی Vision حصہ نمبر (2,9) آیا ہے، جب کہ اس حصے میں جو کیفیت ہے وہ خواب کی نہیں ہے بلکہ حقیقی آنکھوں سے دیکھنے کی ہے۔

اب آگے چل کر واٹ نے لکھا ہے کہ "عام طور پر مسلمان مفسرین اس روایت کے تحت نبی ﷺ کا جبرئیل کو دیکھا کہتے ہیں جب کہ بہت سے اسباب ہیں جن کے تحت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محمد ﷺ نے جو کچھ دیکھا اسے خدا ہی سمجھا تھا" (Mohammad at Mecca-Montgomery Watt)

اب واٹ وہ اسباب بیان کرتا ہے۔

"قرآن میں جبرئیل کا ذکر مدنی عہد ہی میں آیا ہے۔

حصہ نمبر (2) میں "الحق" سے اس کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ حق سے خدا کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

یعنی واٹ یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ محمد ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔ اور اگر وہ جبرئیل علیہ السلام نہیں تھے تو یہ صرف ایک خیال ہی تھا۔ واٹ یہ تو مانتا ہے کہ محمد ﷺ (نعوذ باللہ) جھوٹ نہیں بول رہے مگر واٹ یہ بھی کہتا ہے کہ ایک سچے آدمی کو غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے۔

واٹ نے وحی کو ماننے سے انکار کر دیا ہے، خواب اور Vision کو ملا دیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ محمد ﷺ نے جبرئیل کو نہیں بلکہ جو دیکھا اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے، کیونکہ مکی سورتوں میں تو جبرئیل کا ذکر ہے ہی نہیں۔

پہلی بات خواب اور Vision میں فرق ہے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے محمد ﷺ نے جبرئیل کو ہی دیکھا وہ حدیث سے ثابت ہے۔

اب جہاں تک واٹ کا یہ دعویٰ ہے کہ "مکی سورتوں میں جبرئیل علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے۔"

Marfat.com

(Mohammad at Mecca)

جبرئیل علیہ السلام کا ذکر سورۃ التکویر آیت نمبر 19، سورۃ القدر آیت نمبر 4، سورۃ المعارج آیت نمبر 4 اور سورۃ النباء آیت نمبر 38 میں آیا ہے اور یہ سب مکی سورتیں ہیں۔

اب دیکھا جائے تو واٹ نے کوئی دلیل نہیں دی ہے اور یہ ساری بحث اس لیے کہ وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ محمدؐ نے مکہ میں جبرئیل کو نہیں دیکھا تھا۔ دراصل واٹ یہ چاہتا ہے کہ مسلمان بھی عیسائیوں کی طرح لفظ ''الروح'' کا مطلب اللہ ہے لیکن عربی میں اور قرآن کے حوالے سے یہ صحیح نہیں ہے۔

اور اگر تھوڑی دیر کے لیے واٹ کی یہ منطق مان لیں کہ چونکہ مکہ سورتوں میں جبرئیل علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے اس لیے محمد ﷺ نے مکہ میں جس کو دیکھا وہ جبرئیل علیہ السلام نہیں تھے تو اس طرح تو یہ بھی کہنا پڑے گا کہ مکی سورتوں میں لفظ ''محمد'' کا ذکر بھی نہیں ہے تو اس کا مطلب کیا یہ لے لیں کہ مکہ میں جو قرآن نازل ہوا وہ محمد ﷺ پر نہیں بلکہ کسی اور پر نازل ہوا تھا؟

منٹگمری واٹ کی کتابوں میں غلطیوں کی نشاندہی کے لیے چند کتابیں اور لکھنی پڑیں گیں۔ بہرحال چند ایک مثالیں حاضر ہیں۔

جب مدینہ اور اس کے گردونواح میں امن کی صورت حال پیدا ہوگئی تو محمد ﷺ نے مکہ کی جانب توجہ فرمائی۔

رجب 2ھ میں آپ ﷺ نے عبداللہ بن جحش ؓ کو 8 یا 12 افراد کو قریش کے کاروانِ تجارت کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے کے لیے بھیجا۔ اتفاق سے یہ جماعت قریش کے ایک قافلے سے دوبدو ہو گئے۔ محمد ﷺ نے اس فعل پر ناپسندیدگی ظاہر کی اور فرمایا کہ میں نے تم کو جنگ کی اجازت نہیں دی تھی۔ اور مالِ غنیمت بھی قبول نہیں کیا۔ (سیرت ابن ہشام وطبری)

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ

جب تم اس تحریر کو دیکھو تو یہاں تک چلو کہ مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ اترو۔ پھر قریش کی دیکھ بھال کرو اور ان کی خبروں سے ہمیں مطلع کرو۔

ان واضح احکامات کے بارے میں واٹ نے لکھا:

عبداللہ ؓ بن جحش کو جاری کردہ محمد ﷺ کے احکامات کا بنیادی حصہ یہ تھا کہ وہ نخلہ جائیں اور کسی قافلے

Marfat.com

پر حملہ کریں۔

حقیقت کو اس طرح مسخ کیا جا رہا ہے کہ جس بات کا کوئی شائبہ تک نہیں اسے بنیادی حصہ بتایا جا رہا ہے اور جس بات کا صریح حکم موجود ہے اس سے دانستہ اعراض برتا جا رہا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ کامیابی کے باوجود عبداللہؓ بن جحش کو مدینے میں مطعون کیا گیا۔ اگر مقصد چھاپہ مارنا ہوتا تو عبداللہؓ کا یہ کارنامہ قابل داد ہوتا۔ وہ مطعون تو اسی لیے ہوئے کہ منشائے نبوی کے خلاف عمل پیرا ہوئے تھے کیونکہ ان کو صرف سراغ رسانی کے لیے مامور کیا گیا تھا۔

مگر واٹ لکھتا ہے۔

''محمد ﷺ نے انہیں خط دیا تھا اور کہا تھا کہ جب 2 دن کی مسافت رہ جائے تو خط کھولنا، پھر انہوں نے خط کھولا اس کے مطابق نخلہ کا رخ کیا اور راستے میں قریش کے کاروان پر حملہ کر دیا۔'' (17)

منٹگمری واٹ نے ضعیف اور موضوع روایت کی بنا پر حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعداد 36 بتائی ہے (Mohammad at Madina Page 419 -421) (18)

عام طور پر مستشرقین یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حج مشرکین عرب کی رسم تھی۔

واٹ نے اسے کیسے بیان کیا ہے دیکھیے۔

جب ایک مذہب دوسرے کی جگہ لیتا ہے تو عموماً اسے پچھلے مذہب کے مقدس مقامات اور مقدس ایام کو اپنانے میں فوائد نظر آتے ہیں، لیکن ان ماخوذ چیزوں کو نیا مذہب اپنی تاویلات دیتا ہے۔ اسلام میں زمانہ قبل از اسلام کی مکہ کی زیارت کی رسوم اپنی ظاہری شکل میں اپنائی گئی ہیں۔ لیکن انہیں اسلامی اہمیت دے دی گئی ہے۔ (19)

خلاصہ یہ ہے کہ

واٹ نے کہا کہ نبی پاک حضرت محمد ﷺ، قرآن پاک کو ایک آسمانی (خدائی) پیغام ماننے میں غلط ہو سکتے ہیں۔

اور اس نے قرآن کو ایک تخلیقی خیال آرائی بیان کیا ہے۔ واٹ نے اپنی تحقیق میں اس کے اپنے پیش نظر اسلام کی ماہیت کو بھی ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

وہ اس کو بار بار اسلامی نقطۂ نظر کہتا ہے جو کہ بقول اس کے وحی (یعنی قرآن) نبی پاک ﷺ پر اترا اور ان کے ذریعے ان کے کچھ ساتھیوں کے ساتھ شیئر کیا گیا۔ اس کی دلی آرزوؤں اور خواہشات اس کے ان بیانات سے ظاہر ہیں جن میں وہ کہتا ہے کہ

''میں عام سوچ میں مسلمان نہیں ہوں۔ اگرچہ میں امید رکھتا ہوں کہ جب کوئی اللہ کی اطاعت کرے تو اس لحاظ سے مسلمان ہوں لیکن میں مانتا ہوں کہ قرآن اور اسلامی نظریے کے دوسرے اسلوب بیان ایک آسمانی سچائی کا وسیع ذخیرہ ہیں جن سے مجھے اور دوسرے مغربی تہذیب والوں کو بہت کچھ سیکھنا ہے۔

اس کا یہ بیان علم اور سچائی سے اس کے لگاؤ کو ظاہر کرتا ہے اگرچہ کہ اسلام کے بارے میں اس کے کچھ نظریات متنازعہ اور اسلام کی حقیقت کے بارے میں سراسر خلاف ہیں۔

1۔ وحی نبی کی معاشرتی مذہبی اصلاحات کرنے کے منصوبے کی اختراع ہے جو ان کے زمانے، ماحول اور حالات میں تھے۔

2۔ وحی قدیم عرب شاعر سے ماخوذ ہے جو کہ اس دور میں عرب میں پائے جانے والے دوسرے مذاہب جیسے کہ عیسائیت، یہودیت اور زرتشتوں کے خیالات اور حقائق کے زیر اثر ہے۔

3۔ وحی کا مطلب ایک تحریر کا زبانی رابطہ نہیں بلکہ قرآن کو مواد دینے کے لیے تجاویز اور روحانی الہام ہیں اور جبرئیلؑ کو بعد از اں ایک پیامبر کے طور پر متعارف کیا گیا۔

4۔ شیطان نے کچھ مشرکانہ خیالات نبیؐ کے منہ میں ڈال کر انہیں سنوارا ہے۔

سوال یہ ہے کہ واٹ نے اتنی غلط بیانی کیسے کی اور کہاں سے معلومات لیں تو جواب یہ ہے۔

''واٹ نے 1937ء میں اسلام میں دلچسپی لی، جب وہ ایڈنبرا میں ڈاکٹریٹ کر رہا تھا۔ اس غرض سے اس نے ایک مسلمان کے۔اے۔منان کو اپنے گھر میں کمرہ کرایہ پر دیا جو جانوروں کا ڈاکٹر بننے کی تعلیم حاصل کر رہا تھا اور وہ قادیانی تھا۔ واٹ نے بعد میں یہ کہا تھا کہ میں نے اس قادیانی سے اسلام کے بارے میں سیکھا جب کہ پہلے میں لاعلم تھا۔'' (20)

یوں تو اور بہت سے جوابات ہیں مگر یہ بھی ایک جواب ہے۔

Marfat.com

باب نمبر 40

افریقانوس این باقم، تھیوڈور بیلنڈر ہونگرڈی۔ ہربیلوٹ جین چارڈین

Marfat.com

Marfat.com

افریقانوس این باقم

تھیوڈور بیلنڈر

ہوٹنگر ڈی۔ ہر بیلوٹ جین چارڈین

جوانس لیوافریقانوس (Joannes Leo Africanus) (1494-1554)

یہ ایک ادیب اور مورش (موریٹینیا شمالی افریقہ) سیاست کار تھا۔ تاریخ میں اسے مختلف ناموں سے جانا جاتا ہے۔ جیسے، ال حسن ابن محمد، ال وزان ال فاسی یا لیوافریقانو وغیرہ۔

اس کی شہرت کا سبب اس کی کتاب ''افریقہ کا جغرافیہ'' ہے جس میں شمالی افریقہ کی تفصیل ہے۔

Leo Africanus، کی زندگی کے بارے میں بہت کم معلومات ہیں حالانکہ بعداز مرگ اسے بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

تاریخ کی کتابوں میں مختلف حوالوں سے اس کا ذکر ملتا ہے جس نے سفرنامے لکھے ہیں۔

پیکا میسونین (Pedda Masonen) نے اِن پر ایک مقالہ (تحقیقی) لکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ

> اس کی زندگی کے متعلق زیادہ تر معلومات اس کی کتابوں میں موجود اس کی اپنی سوانح عمری کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں۔ کچھ معلومات سولہویں صدی کی یورپی کتابوں میں بھی اس کی زندگی بارے چند الفاظ ملتے ہیں۔ لہٰذا سمجھا یہ گیا کہ اس شخص کا کہیں وجود نہ تھا اور افریقی جغرافیے بارے اس کی مشہور کتاب دراصل ایک گمنام مصنف نے تحریر کی تھی جس کی بنیاد شمالی افریقا بارے اس وقت کے اطالوی مصنفین کی اطلاعات

Marfat.com

تھیں۔ یہ دعویٰ بظاہر معقول نظر آتا ہے کیونکہ اطالوی تاجر بارہویں صدی میں شمالی افریقا کی بندرگاہوں پر تجارت میں مصروف تھے اور انہیں لازمی طور پر اس علاقے بارے بہتر معلومات حاصل تھیں۔ Leo Africanus نے بذات خود اس امر کا ذکر کیا کہ اس نے مراکش میں بہت سے تاجروں سے ملاقات کی۔ ان میں سے ایک جس کا نام Thomas de Marino تھا، فیض میں گزشتہ تیس سال سے رہائش پذیر تھا۔(1)

بہر حال یہ دعویٰ کہ اس شخص کا کہیں وجود نہ تھا، انتہائی مبالغہ آرائی معلوم ہوتا ہے کیونکہ Leo کی خودنوشت کتابوں کے کچھ نمونے دستیاب ہو چکے ہیں، لیکن اس میں ابھی بھی سچ کا شائبہ معلوم ہوتا ہے۔ Leo Africanus کس حد تک ایک افسانوی کردار ہے اور اس کی زندگی کے متعلق ہمارے روایتی علم کی بنیاد اس کے پرستاروں کے اندازوں پر ہے۔ Leo Africanus کی انتہائی جامع اور عالمانہ سوانح عمری Dietrich Ranchan begen کے ہاتھوں تحریر ہوئی جس نے گم شدہ اطالوی دستاویزات کا ذخیرہ دریافت کیا۔(2)

اس کی ابتدائی خودنوشت کے مطابق اس کا اصلی عربی نام الحسن ابن محمد الصفیح تھا۔ اس کا خاندانی پس منظر خاص طور پر اہم نہیں۔ اگرچہ Leo اپنے غرناطوی آباؤ اجداد بارے بہت فخر محسوس کرتا تھا اور جب بھی وہ شمالی افریقہ کی سیاحت کے دوران اپنے آبائی شہر سے آتے ہوئے پناہ گزینوں سے ملتا تو بہت خوش ہوتا۔ مثال کے طور پر ایک دفعہ مراکش میں غرناطہ کے ایک دولت مند شخص نے Leo اور اس کے نو (9) ساتھیوں کی تین دن تک خوب خاطر مدارت کی۔ اس کی درست تاریخ پیدائش کے بارے معلوم نہیں۔ لیکن اس کی پیدائش امکانی طور پر یکم جنوری 1494 کو کیتھولک شہنشاہیت کے سامنے غرناطہ کے ہتھیار ڈالنے کے کچھ عرصہ بعد ہوئی۔ جدید معلومات کے مطابق اس کی تاریخ پیدائش 1489 اور 1496 کے درمیان بتائی جاتی ہے۔ Leo نے اپنی کتابوں میں بھی اپنی عمر کے بارے میں کچھ حوالے دیے ہیں۔ مثال کے طور پر اس نے لکھا کہ اس کی عمر اس وقت بارہ سال تھی جب پرتگیزیوں نے مراکشی اٹلانٹک ساحل پر صفی نامی بندرگاہ پر قبضہ کیا۔ دیگر ذرائع سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اگست 1507 میں پیش آیا۔ کسی اور جگہ اس نے لکھا کہ

Marfat.com

اس کی عمر اس وقت تقریباً سولہ برس تھی جب وہ 1509 کے موسم سرما میں ٹمبکٹو کی سیاحت کے لیے گیا۔ اس معلومات کی بنیاد پر اس کی تاریخ پیدائش بعد از مسیح 1494 میں کوئی تاریخ ہونی چاہیے۔ (3)

میونین نے اپنے مقالے کے آخر میں لکھا ہے کہ لیو آفریقانوس کو محض ایک عجیب وغریب حکایت نہیں سمجھنا چاہیے۔

اس کی زندگی اور کام ہمارے عہد سے مشابہہ ہیں، بحیرہ روم کے دونوں ساحلوں کے درمیان انسانوں اور دانشوروں کی گذرگاہ کی ایک شاندار مثال ہیں۔

اگر بغور اس کے کام کو دیکھا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ ماضی بعید میں بھی اسلامی اور مسیحی دنیا کے درمیان مذہبی، نسلی اور تہذیبی حدبندیاں ناقابلِ عبور نہیں تھیں۔

ٹام ورڈی کے مطابق

''یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ شیکپیئر کا معروف کردار اوتھیلو (Othello) افریقانوس کی کتاب سے تخلیق ہوا ہے۔'' (4)

این باقم (1470-1565) Énbaqom

این باقم کا اسلامی نام ابوالفتح تھا، اس کا باپ ایک معزز یمنی شہری تھا جس نے یہودی عورت سے شادی کی۔ ابوالفتح کو اپنی مذہبی حیثیت کے حوالے سے مشکلات تھیں اس لیے وہ اسلامی ملک یمن سے عیسائی ملک ایتھوپیا ایک سوداگر کی حیثیت سے پہنچا، پھر اس نے عیسائیت اختیار کر لی، 1500ء میں وہ پادری بن گیا، اس دوران اس نے عربی، عبرانی، شامی، ارمینیائی، پرتگیزی اور اطالوی زبانیں سیکھیں۔

1533ء میں اس نے ایک کتاب لکھی ''ایمان کا راستہ'' جس میں اس نے مسیحیت کا دفاع اسلام کے مقابلے میں کیا۔

یہ کتاب دراصل اس خط کا نتیجہ تھی جو اس نے احمد ابن ابراہیم ال غازی کے نام لکھا تھا جب وہ ایتھوپیا پر قبضہ کر چکا تھا۔ (1)

''ایمان کا راستہ'' یا Anqa A Amin وہ کتاب ہے۔ جس میں قرآن میں سے اور قرآن کے متعلق بہت سے حوالے دیے گئے ہیں۔ (ان میں سے کئی حوالوں کے لیے این باقم نے اپنی یادداشت پر انحصار کیا)۔

Marfat.com

یہ کتاب مناظروں سے بھرپور ہے، بہر حال، یہ کتاب کبھی بھی مقبولیت حاصل نہیں کر سکی۔ این باقم نے جو دلائل دیے وہ زیادہ تر اسلام کے خلاف مسلمہ عرب مسیحی حوالوں سے اخذ کیے گئے۔ مثال کے طور پر قرآن میں اکثر مسلمانوں کی خواہشات کے خلاف یسوع مسیح کو کہیں بڑا درجہ دیا گیا ہے۔(2)

بعض دفعہ این باقم کئی دل چسپ تضادات کا ذکر کرتا ہے۔ رمضان کے دوران مسلم لیلۃ القدر (طاقب یا فیصلے کی رات)، حضرت محمدؐ پر قرآن کے پہلے نزول کی یاد دلاتی ہے، جب یہ کہا جاتا ہے کہ فرشتے اور روح طلوع آفتاب تک اوپر رہے۔ این باقم کے نزدیک، اسے Noel کہا جاتا ہے، کرسمس کی رات، جب یسوع مسیح کی زمین پر آمد ہوئی، پیدائش کی رات، جب فرشتوں کا ایک جھتہ آسمان پر یہ نغمہ گا رہا تھا ''خداوند کے لیے انتہائی عزت و وقار اور زمین پر اس کے بندوں پر رحمت۔''(3)

تھیوڈور ببلنڈر (Theodore Bibliander)(1509-1564)

ببلنڈر سویزلینڈ کا مستشرق ہے جس نے 1533 میں عبرانی گرامر اور انجیل کی تفسیر لکھی۔

ببلنڈر نے قرآن کا پہلا طبع شدہ ایڈیشن لاطینی زبان میں شائع کیا یہ وہی ترجمہ ہے جو 1143 میں رابرٹ آف کیٹان نے کیا تھا اور ببلنڈر نے اسے 1543 میں شائع کیا۔ اس نسخے میں ایک عربی دینی مقالہ کا ترجمہ بھی تھا جسے ''ہزار سوالات کی کتاب'' بھی کہا جاتا ہے۔

اس اشاعت کے پیچھے قصہ یہ ہے کہ مارٹن لوتھر کو رابرٹ کیٹان کی لاطینی زبان میں قرآن کے ترجمہ کا مسودہ ملا، اس نے ببلنڈر کو وہ مسودہ دیا تا کہ اسے شائع کیا جائے۔

جیری نارسن کے مطابق

''اس کی چھپائی نہایت تیز رفتاری کے ساتھ لیکن دباؤ میں ہوئی لیکن حکام کو علم نہ تھا، مگر کام مکمل ہونے سے قبل ہی خبر عام ہوگئی۔ نسخہ ضبط کرلیا گیا اور چھاپے خانے کے مالک کو گرفتار کرلیا گیا۔ طویل مذاکرات کے بعد جن میں مصلح لوتھر کے علاوہ حکام بھی شامل تھے۔ Basil کی سٹی کونسل نے اس شرط پر یہ تمام کام واپس کر دیا کہ سرورق پر نہ تو Basil اور نہ ہی Oporinus کا نام درج کیا جائے گا، نیز یہ نسخہ Writtenbay

Marfat.com

میں فروخت کیا جائے اور اس کا دیباچہ لوتھر سے لکھوایا جائے۔"

دو صفحات پر مشتمل لوتھر کے دیباچے کے ساتھ اس کے صرف چند نسخے Writtenbay سے جاری کیے گئے۔ دیباچے میں یہ بیان کیا گیا کہ اس کام کا مقصد یہ تھا کہ اس اسلامی کتاب کو مطالعے اور اس کی تردید کے لیے مہیا کیا جائے۔ دیباچے کے بغیر دیگر نسخے Basil میں فروخت کیے گئے۔(1)

جوہان۔ایچ۔ہوٹنگر (Johann Heinrich Hottinger)

ہوٹنگر ایک طرح سے ببلنڈر کے پیروکاروں میں سے ایک ہے۔ یہ سویز لینڈ میں 1620ء میں پیدا ہوا، یہ وہ دور تھا جب یورپ میں مذہبی اختلافات عروج پر تھے۔ یہ وہ اختلافات تھے جس نے ایک تہائی یورپی باشندوں کی جان لے لی۔

1641ء میں وہ زیورچ میں عبرانی اور مشرقی زبانوں کا پروفیسر مقرر ہوا، عربی کی تعلیم اس نے ایک معروف عربی دان سے حاصل کی تھی۔

ڈاکٹر جان لوپ نے لکھا ہے۔

"آج تقریباً ہوٹنگر Hottinger کو فراموش ہی کر دیا گیا ہے جو شاید ستارہویں صدی کا عظیم Swiss عالم اور یورپ میں عربی تعلیم کا بانی تھا۔ اس نے زیورچ میں سکول کے نصاب میں عربی کی باقاعدہ تدریس متعارف کرائی، اس نے زیورچ میں ایک عربی چھاپہ خانہ قائم کیا اور سب سے اہم یہ کہ اسلام، عربی اور یہودی کلچر بارے بہت سی ممتاز کتب شائع کیں۔"(1)

ہوٹنگر کی بہت سی کتابیں ارکیڈین لائبریری (Arccadian Library) میں موجود ہیں۔ ان کتابوں میں دو نام اہم ہیں ایک اس کی کتاب ارکیالوجی اورنیٹلالیس ہے جس میں عرب، ایران، ترکی اور مشرقِ وسطیٰ کی معاشرت، معاشرہ، علما اور معیشت کا احوال ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مسیحی فرقوں اور مشرق کے مذاہب کے بارے میں معلومات بھی ہیں۔

دوسری اہم کتاب ہسٹوریا اورینٹالسٹ (Historia Orientalistes) ہے یہ 1651ء میں زیورچ میں شائع ہوئی، اس کا موضوع تاریخ اسلامی ہے اور یہ بے شمار عربی ماخذوں پر مشتمل ہے اس کے

Marfat.com

علاوہ اس کتاب میں یہودیت اور مشرقی مسیحیت کے بارے میں بھی کافی معلومات ہیں۔

یاد رہے ہونگر مسیحی مصلح تھا اور سرگرم علم بردار تھا اصلاح شدہ مسیحیت کا، اس لیے اپنی کتاب میں اس نے ایک طویل باب اسلام اور رومن کیتھولک کے درمیان تقابل کے لیے مختص کیا۔

وہ لکھتا ہے۔

"اس بات میں اس نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ رومن کیتھولک نظریے کی تاریخی نشوونما کے علاوہ اس کے عقائد و دینی اصول، اسلام کے ساتھ بہت حد تک شائع ہیں، یعنی اس امر میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ دونوں مذاہب کی بنیاد ایک ہے، یعنی شیطان!" (2)

میں نے کوشش کی یہ کتاب حاصل کروں، اس غرض سے میں نے آرکیڈین لائبریری کی تلاش شروع کی، اور آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ اس لائبریری کا کوئی ظاہری وجود نہیں ہے نہ ان کا فون نمبر ہے نہ ایڈریس ہے مگر ان کے نام کی شائع کتابیں آپ خرید سکتے ہیں۔

ڈی ہربیلوٹ Barthelemy d Herbelot de Molainville ایک فرانسیسی ماہر لسانیات تھا۔

اس نے بہت سی کتابیں لکھیں مگر جس کتاب کی وجہ سے اس کی شہرت ہے وہ ببلیوتک اورینٹل (Bibliotheque Orientalis) ہے۔

یہ دراصل حاجی خلیفہ کی "کشف الذنون" کا ترجمہ ہے مگر اس کے علاوہ اس میں ہربیلوٹ نے مزید عربی اور ترکی تحریروں اور مقالوں کی تفصیل جمع کی ہے اور ہر زبان کی علیحدہ علیحدہ ڈکشنری بھی لکھی ہے، یہ ایک طرح کا نادر انسائیکلوپیڈیا ہے۔

یہ کتاب اس وقت تحریر ہوئی ہے جب مغرب مشرق اور اس کے علوم کو اجنبی محسوس کرتا تھا، ڈی ہربیلوٹ وہ پہلا غیر جانبدار شخص ہے جس نے عربی، فارسی اور ترک زبانوں کے بارے میں ایک مربوط جائزہ اور حروف تہجی کے لحاظ سے معلومات فراہم کیں۔

اس طرح ایک عام آدمی تک اسلام کے بارے میں معلومات وسیع پیمانے پر پہنچیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف ایران کے مطابق

Marfat.com

D, Herbelot's کے مندرجات کے ذریعے ''مینار'' اور ''موذن'' کے الفاظ متعارف ہوئے۔ اس کے علاوہ ''قلندر''، ''فقیر'' اور ''درویش'' کے درمیان فرق کو بھی واضح کیا تھا۔ وہ قارئین جن کا نظریہ Fall، Genesis (اور ملٹن اور ڈانٹے کے ذریعے) تشکیل پایا کہ ابلیس کے پیروکاروں کو جنات عفریت اور dives کے ذریعے تقویت حاصل ہوئی جس نے بغاوت کی اور محض ''مٹی کے پتلے'' ہونے کے باعث اطاعت کرنے سے انکار کر دیا۔(3)

Jean Chardin (1643-1713) فرانسیسی تاجر، جسے Sir John Chardin بھی کہا جاتا ہے، ایک فرانسیسی جوہری اور سیاح تھا جس کی دس جلدوں پر مشتمل کتاب ''سفرنامہ سرجان چارڈین'' ایران اور مشرق وسطیٰ کے بارے میں بہترین کتاب ہے اس میں ایران کے بارے میں مفصل حالات ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 41

غیر مسلم اور حج

Marfat.com

Marfat.com

غیر مسلم اور حج

مکہ اور مدینہ غیر مسلموں کے لیے ممنوع ہیں۔ ان مقدس شہروں میں جانے کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے اور سعودی حکام مکمل چھان بین کرتے ہیں۔ یہ چھان بین اپنے ملک سے لے کر سعودی عرب تک ہوتی ہے۔ مگر ماضی میں لوگ (غیر مسلم) ان شہروں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ حالانکہ ماضی میں بھی سختیاں اتنی ہی تھیں۔

معلوم انسانی تاریخ کو سامنے رکھیں تو مکہ میں داخل ہونے والا پہلا یورپی شخص ''لیوڈووی کسو'' Ludovico De Varthema تھا، جس کا تعلق اٹلی سے تھا۔

> ''1502ء سے 1508ء کے درمیان اس نے مشرقِ وسطیٰ، انڈیا، برما اور ملایا کا سفر کیا، دوران سفر اس نے خود کو مسلمان ظاہر کیا، مگر یمن کے سلطان نے اسے عیسائی جاسوس سمجھ کر گرفتار کرلیا۔''(1)

لیوڈووی کسو 1470ء میں پیدا ہوا، اس کے حالات زندگی کے بارے میں اتنا ہی معلوم ہے جتنا اس نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے۔ اس کا سفرنامہ 1510ء میں شائع ہوا جس کے مقدمہ میں اس نے لکھا۔

> ''حالانکہ اپنی خواہش کے مطابق میں قیاس آرائی کے ذریعے کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا (مجھے معلوم ہے کہ میری دانش نہایت ہی ناقص ہے)، میں نے اپنے ذاتی مشاہدے کے ذریعے اس زمانے کے لوگوں کے احوال کا اندازہ کرلیا، مقامات کے ماحول کا ادراک کرلیا، جانوروں اور حیوانات کی مختلف نوع کا شعور حاصل کرلیا، مصر، شام، صحرائے عرب اور فیلیکس (شمالی اور جنوبی عرب)، ایران، ہندوستان اور ایتھوپیا کے پھلدار اور معطر اشجار کو اپنی نظروں کے سامنے لے آیا اور اس دوران یہ حقیقت میرے

Marfat.com

پیشِ نظر رہی کہ سنی سنائی باتوں کے دس راویوں کی نسبت صرف ایک عینی شاہد کی اہمیت اور شہادت زیادہ ہوتی ہے۔''(2)

اس کا سفر نامہ 493 صفحات پر مشتمل ہے جس کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ حج کے شعار کے بارے میں مغربی زبان میں یہ پہلا احوال ہے اس میں مصنف نے حج کے لیے ایک الگ باب لکھا ہے جس میں خانہ کعبہ کی تفصیلات، آب زم زم کا کنواں، حجرِ اسود کا بوسہ اور طواف کے ساتھ چکروں کے بارے میں معلومات دی ہیں۔

اس کے علاوہ اس نے قدیم یورپی نظریہ کی تردید کی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اقدس مکہ میں ہے یہ غلط ہے بلکہ مدینہ میں ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ انکا روضہ اقدس مقناطیس کے ذریعے فضا میں معلق ہے۔''(3)

بہر حال اس کا سفر نامہ ایک دلچسپ اور معلوماتی تحریر ہے۔ اس کا انتقال 1517ء میں روم میں ہوا۔

جوزف پٹس (Joseph Pitts) ایک انگریز جہاز راں تھا اس کے اپنے بیان کے مطابق وہ 15 سال کی عمر سے ہی جہاز راں بنا تھا۔ جوزف 1663ء میں پیدا ہوا، 1680ء میں اس نے اسلام قبول کیا۔ اس نے 1704ء میں کتاب لکھی جس کا حج کا احوال بھی بیان کیا۔(4)

دورانِ حج عرفات کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے اس نے لکھا۔

''یہ ایک ایسا دل چیرنے والا نظارہ تھا کہ عاجزی وانکسار اور فنا فی اللہ کا لباس پہنے، ننگے سر، آنکھوں سے رخساروں پر بہتے آنسو لیے ہزاروں افراد ایک جگہ جمع ہیں، جن کی آہیں اور سسکیاں سنائی دے رہی ہیں۔ جو نہایت عاجزی اور بے تابانہ انداز سے اپنے گناہوں سے مغفرت مانگ رہے ہیں، ایک نئی زندگی شروع کرنے کا وعدہ کر رہے ہیں۔ اپنی التجا کے لیے ایک خاص طریقہ استعمال کرتے ہوئے چار یا پانچ گھنٹے مسلسل اسی عمل میں مصروف رہتے ہیں۔''(5)

سترہویں صدی کا یورپ روایتی طور پر اسلام کے استرداد اور انکار پر مشتعل تھا اور جوزف ٹپس نے اپنی کتاب کے 9 ویں باب میں یہ لکھا کہ ''میں سچائی بیان کرتا ہوں

Marfat.com

کہ ترک بہت زیادہ تھے میں بہت چھوٹا تھا اور کمزور تھا اور مجھے اسلام کے لیے مجبور کیا گیا تھا اور ویسے بھی یہ ہی ایک طریقہ تھا کہ میں مسلمانوں کے پراسرار مذہب کے بارے میں کچھ جان سکوں۔"(6)

بھیس بدل کر حج پر جانے والا ایک اور شخص اسپینی سیاح تھا، یہ 1766ء میں پیدا ہوا، اور 1818ء میں وفات پائی۔ اس کا نام (جس نام سے یہ مشہور ہے) علی بے العباسی تھا جب کہ اس کا اصلی نام ڈومنگو بادیا لیبلیچ Domingo Badia Leblich تھا۔

اس نے اپنا سفرنامہ لکھا جس میں 1807-1803ء تک کا احوال ہے اور حج کا احوال بھی ہے جو اس نے 1807ء میں کیا تھا۔ حج کے دوران اس نے اپنے آپ کو عباسی خاندان کی نسل سے متعارف کرایا۔(7)

اس نے حج کا مفصل احوال تحریر کیا ہے، اس کے علاوہ اسے خانہ کعبہ کے اندر جانے کا بھی شرف حاصل ہوا، اور عباسی خاندان کی نسبت سے وہاں فرش پر جھاڑو لگانے کا اعزاز بھی ملا۔

دسمبر 1974ء کے سعودی آرام کو ورلڈ میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں لکھا ہے کہ "Aly Bey نے جب پہلی بار کعبہ پر نظر ڈالی تو وہ انتہائی متاثر ہوا۔" ہم پہلے ہی بڑا اور شاندار دروازہ عبور کر چکے تھے اور ہم اس عظیم داخلی جگہ پر پہنچ چکے تھے۔ جہاں اللہ کا گھر یا کعبہ واقع ہے۔ اس وقت رہبر نے ہمیں اشارہ کیا کہ (اپنی انگلیوں سے) ہم اس طرف جائیں اور ساتھ ساتھ ہی زوردار آواز میں کہا "دیکھو، دیکھو اللہ کا گھر دیکھو، جہاں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں) میرے گرد جمع ہونے والا ہجوم، ستونوں کے درمیان میں سے پیش دالان کا نظر آنے والا نصف منظر، کعبہ یا اللہ کے گھر کی عظیم جسامت، جس پر اوپر سے نیچے تک سیاہ غلاف تھا، اس کے گرداگرد رکھے ہوئے چراغ یا لالٹین، وہ وقت، رات کی خاموشی، اور اس شخص کا سنجیدہ اور باادب لب ولہجہ، کہ جیسے وہ بذات خود بھی عالم سحر میں ہو، یہ تمام مناظر ایک ایسی متاثر کن تصویر میں منتقل ہو گئے تھے، جو میری یادداشت سے کبھی بھی غائب نہیں ہوں گے۔"(8)

یورپ واپس آنے پر جب Aly Bey کے یہ سفرنامے شائع ہوئے تو اس کے ہم عصروں نے انہیں

Marfat.com

بری طرح نظر انداز کیا، یہ رویہ بد قسمتی پر مبنی لیکن قابل جہنم ہے۔ حالانکہ اس کا بیان ہمدردانہ، قابل برداشت اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک اور سیاست بارے تازہ ترین معلومات پر مبنی تھا، لیکن یہ بیان ایک ایسے شخص کی طرف سے آیا جس کے مقاصد قابل اعتماد نہ تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ Aly Bey ایک جاسوس تھا جو فرانسیسی حکومت کا خفیہ اہلکار تھا اور اس کے مختلف سفروں کا اصل مقصد یہ تھا کہ مشرقِ وسطیٰ کی سیاسی اور معاشی حیثیت تفصیل نامہ مرتب کر کے نپولین بونا پارٹ کی حکومت کو پیش کیا جائے۔

جب وہ سپین واپس پہنچا جو اس وقت فرانسیسی عملداری میں تھا، تو اس کی خدمات کے بدلے اسے پہلے تو قرطبہ اور پھر سویلی کا گورنر مقرر کیا گیا۔ جب فرانسیسیوں کو سپین سے نکال باہر کیا گیا تو اسے بھی پسپا ہوتی افواج کے ساتھ فرار ہونا اور فرانس میں جلا وطنی کی زندگی گزارنا پڑی۔ بعدازاں اسے مشرقِ وسطیٰ میں ایک اور اہم ذمہ داری سونپی گئی اور اس نے ایک دفعہ پھر ایک شریف خاندان کے چشم و چراغ کا روپ اختیار کر لیا۔ اس نے اپنی قسمت بار بار آزمائی اور پراسرار طور پر اس کی موت واقع ہو گئی۔

اس کی موت کے بارے میں مختلف کتابوں میں مختلف واقعات ہیں، ایک کتاب میں ہے کہ اسے برطانوی ایجنٹ نے دمشق میں موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

> مکہ مکرمہ کی سیاحت کا شرف حاصل کرنے والا ایک اور مغربی سیاح جیووانی فیناٹی Giovanni Finati ہے۔ اس نے اپنے سفرنامے کا احوال دو جلدوں میں لکھا ہے جو 1830 میں شائع ہوا۔ (9)
>
> جب وہ 18 سال کا تھا اس وقت اسے نپولین کی فوج سے نکال دیا گیا یہ سن 1805ء کا واقعہ ہے جب نپولین کی فوج نے اٹلی پر قبضہ کیا تھا۔ ایک موقعہ پر یہ موت کی سزا سے بھی بچ نکلا تھا، اس کے بعد یہ محمد علی پاشا کی فوج میں شامل ہوا اور مملوک کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ بہر حال اس نے اسلام قبول کیا اور اپنا نام فینائی ماہومت یا فینائی محمد رکھا اور حج کی سعادت حاصل کی۔ (10)
>
> باربرہ سپیک من نے یونیورسٹی آف کیلی فورنیا کے جنرل میں لکھا ہے کہ
>
> "فینائی محمد نے حج کی سعادت حاصل کی، اسے حاجی محمد کہنا چاہیے جس نے کہا ہے کہ ہر رنگ اور زبان کے لوگ ایک ساتھ تھے، فینائی محمد اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا تھا اور یہ

Marfat.com

ہی اس کی شناخت تھی۔(11)

حج کی سعادت پانے والا ایک اور شخص جوہان لڈوک برخارد Johann Ludwing Burckhardt ہے یہ وہ ہی سیاح ہے جس نے پیٹرا شہر دریافت کیا، پیٹرا شہر اردن میں تقریباً ایک ہزار برس سے گم شدہ تھا۔

بی بی سی کی ایک ویب سائٹ کے مطابق برخارد پہلے مالٹا گیا پھر شام گیا جہاں اس نے اسلامی قانون پڑھا۔ اس نے اپنی ایک نئی شناخت بنائی یعنی ہندوستانی تاجر اور نام رکھا شیخ ابراہیم ابنِ عبداللہ۔(12)

1812ء میں برخارد نے حج کی سعادت حاصل کی اور حج، کعبہ، مسجد مقدسہ، تاریخ مکہ مکرمہ مقدس مقامات کے مضافات کے لیئے اہل مکہ مکرمہ کی معاشرت کے مختلف طبقات کے رسوم ورواج اور لباس بارے اس قدر جامع انداز میں بیان کیا کہ بعد میں آنے والے سیاحوں کی طرف سے بیان کرنے کو کچھ باقی نہ رہا۔

تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اس نے دل سے اسلام قبول کر لیا تھا، قاہرہ میں اس کا انتقال 1817ء میں ہوا تب اس کی عمر 33 سال تھی۔

اس کی قبر مسلمانوں کے قبرستان واقع قاہرہ میں ہے جس پر اس کا نام شیخ ابراہیم لکھا ہے۔(13)

دوسرے سیاحوں کے برعکس، شیخ ابراہیم (برخارد) ایک منکسر المزاج اور سادہ شخص تھا، جس کے شام اور عرب کے سفرنامے کلاسیکی حیثیت رکھتے ہیں اور اس کا قبول اسلام بظاہر واقعی سنجیدگی پر مبنی تھا۔ برٹن نے اس کی بے حد تعریف کی جس نے مکہ کے سفر کا آغاز کرنے سے قبل قاہرہ کے نواح میں اس کے مقبرے پر حاضری دی۔

سر رچرڈ برٹن Sir Richard Burton کی شہرت عربین نائیٹس Arabian Nights کے حوالے سے ہے، اس نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

برٹن نے 1853ء میں حج کے لیے روانگی اختیار کی اور 1855ء میں اس کا شاہکار سفرنامہ تین جلدوں میں منظر عام پر آیا۔ 1857ء میں یہ ہی سفرنامہ دو جلدوں میں شائع ہوا جو میرے مطالعے میں ہے اور اس پر مستقبل میں انشاءاللہ گفتگو ہوگی۔

Marfat.com

ویسے 1879ء میں تیسرا ایڈیشن شائع ہوا تھا جو ایک جلد پر مشتمل ہے۔

1851ء میں برٹن نے رایل جیوگرافیکل سوسائٹی سے منظوری اور برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی سے اجازت لے کر فوج سے چھٹی لی اور سفر پر روانہ ہوا، اس بارے میں متضاد تحریریں ہیں کہ اسے اجازت نہ ملی مگر پھر بھی اس نے سفر اختیار کیا۔

سر رچرڈ برٹن 1821ء میں پیدا ہوا، یہ ایک برطانوی مستشرق، ادیب، شاعر، سپاہی اور سیاح تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج میں کیپٹن رہا اور ہندوستان میں کافی عرصہ گذارا۔

1886ء میں اسے شاہی اعزاز ''نائٹ ہڈ'' سے نوازا گیا۔

گو کہ برٹن پہلا مغربی شخص نہیں تھا جس نے حج کی سعادت حاصل کی ہو مگر اس کا سفر نامہ اور احوال حج اس وقت کا بہترین تحریری مواد ہے۔

برٹن کے مکہ مکرمہ کے سفر کے متعلق بہت سے ادیبوں اور مورخین نے لکھا ہے۔

پال لند کے مطابق

''مکہ جانے کے لیے برٹن نے ایک افغان مذہبی راہنما اور بزرگ کا روپ اختیار کیا اور گھڑ سواری پر مشتمل ایک مشکل اور صبر آزما سفر کے ذریعے صحرا عبور کر کے سویز کی بندرگاہ پہنچ گیا۔ سویز سے اس نے 50 ٹن وزنی بحری جہاز پر اپنی نشست محفوظ کرائی، وہاں سے عربی بحیرہ احمر کے ساتھ ساتھ سمندری سفر کے ذریعے 12 ایام میں یا بنو پہنچی، جہاں ساحل سمندر پر چلتے پھرتے اپنا پاؤں زخمی کر بیٹھا اور اپنے سفر کو آسان بنانے کے لیے اونٹ پر ایک پالکی / ڈولی کا انتظام کیا۔ قافلے کے راستے میں راہ زن گھات لگائے بیٹھے تھے، انہوں نے قافلے پر حملہ بھی کیا لیکن مشکل وقت میں اپنے اوسان بحال رکھنے کی عادات کے باعث اسے اپنی پالکی کی تھوڑی بہت مرمت کرنے کا موقع مل گیا۔ اس کے ہمراہی اسے پاگل سمجھ رہے تھے۔''(14)

جور جیانہ، برٹن کی بھانجی نے اس پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں وہ لکھتی ہے کہ جب برٹن مدینہ منورہ پہنچا تو اس کے تاثرات یہ تھے۔

''25 جولائی کو عازمین نے مدینہ کی پہلی جھلک دیکھی جہاں حضور نبی کریم ﷺ کی

Marfat.com

آخری جائے آرام ہے۔''ہم نے اپنے جانوروں کو روک لیا جیسے ہم نے انہیں رکنے کا حکم دیا ہو۔ ہم تمام لوگ عہد ماضی کے نیک لوگوں کے مانند نیچے اتر پڑے اور تھکے ماندے وبھوکے اس طرح بیٹھ گئے جیسے ہم اس مقدس شہر کے منظر سے اپنی آنکھوں کو منور و مزین کرنا چاہتے ہوں۔''(15)

برٹن نے مدینہ میں ایک ماہ قیام کیا۔ اس کے بعد وہ مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ برٹن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

''آخر کار سالہا سال سے جو منصوبے اور امیدیں میں اپنی آنکھوں میں بسائے ہوئے تھا، طویل تھکا دینے والے سفر کے بعد عملی شکل میں میرے سامنے آ گئے تھے۔ سحر انگیزی کے سراب نے میری آنکھوں کے سامنے شاندار تصورات کے پردے تان دیے تھے۔ مصر کے مانند یہاں ماضی کے عجائبات کے کوئی نشان نہیں تھے، یونان اور اٹلی کی طرح شاندار اور دل کش خوبصورتی کے کوئی آثار موجود نہ تھے، ہندوستان کے مانند شاندار اور باوقار عمارتیں نہ تھیں لیکن پھر بھی بہت ہی نرالا اور انوکھا تھا۔ ہم میں سے چند افراد کی اس ممتاز اور مشہور عالم روضے پر کیسے نظر پڑی ہو گی! مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ ان لوگوں کی نسبت، ان عبادت گزاروں کی نسبت جو پردے سے چمٹے رو رہے تھے، یا جنہوں نے اپنے دھڑکتے دل کے ساتھ مس کیے ہوئے تھے، ان میں سے کوئی بھی فرد اس قدر جذبات محسوس نہیں کر رہا ہو گا جس قدر جذبات کا سیل رواں شمال کی طرف دور کھڑے ایک حاجی کے دل میں موجزن تھا۔''(16)

برٹن نہ صرف کعبہ کے نظارے سے بہت زیادہ متاثر ہوا بلکہ حاجیوں کی عقیدت نے بھی اسے بے حد متاثر کیا۔ برٹن نے حج کے مختلف پیچیدہ شعار بذات خود انجام دیے، مختلف رسومات کی عملی اور تفصیلی حالتوں کو بھی مفصل طور پر بیان کیا۔ اس نے کعبہ پیمائش کی۔ اس کے اندرون داخل ہوا اور اپنے سفید احرام پر اس کا خاکہ تیار کیا۔ اس نے مکہ کے گردونواح میں تمام اہم مقامات کا دورہ کیا۔ حجاز کے لوگوں کے رسم و رواج اور لباس بارے مفصل معلومات اکٹھی کیں اور بالآخر بمبئی کی راہ لی اور تین جلدوں پر مشتمل اپنی وہ کتاب تحریر کی جسے اکثر لوگ حج بارے انگریزی میں ایک منفرد شاہکار سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

سناوک ہورخرونجے (Snouck Hurgronje)

1857ء میں ہالینڈ میں پیدا ہوا، سناوک کا باپ ڈاکٹر جیکب شادی شدہ ہونے کے باوجود ایک اور عورت اینا ماریا کے عشق میں گرفتار تھا جس سے دو بچے بھی ہوئے اور اس بنا پر اسے چرچ کی نوکری سے نکال دیا گیا۔ 1855ء جب اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا تو ڈاکٹر جیکب نے اینا ماریا سے باقاعدہ شادی کر لی اور دو سال بعد سناوک ہورخرونجے پیدا ہوا۔ (17)

سناوک ہالینڈ کی حکومت کی طرف سے سعودی عرب آیا، اسلام قبول کیا، حج کی سعادت حاصل کی اور اسلام پر کتابیں لکھ کر شہرت پائی۔

سناوک دل سے مسلمان ہوا تھا؟ کیا وہ ہالینڈ کا جاسوس تھا؟ کیا اس کا مقصد مسلمانوں کی کمزوریوں کو جاننا تھا؟ کیا اس نے ایک مسلمان عورت سے شادی کی جو عمر میں اس سے بہت چھوٹی تھی اور پھر اپنی حکومت کو جھوٹ کہا اور اس نے شادی نہیں کی؟

یہ ہیں وہ سوالات جو سناوک کی زندگی کو دلچسپ ہی نہیں پراسرار بھی بناتے ہیں اور ہماری کتاب میں اس کے لیے ہم نے علیحدہ باب مقرر کیا ہے ضرور دیکھیے گا۔

اب تک جن لوگوں کے بارے میں ہم نے پڑھا وہ سب بھیس بدل کر مکہ مکرمہ گئے مگر بکنل حرمن Bicknell Herman پہلا یورپی شخص ہے جو بھیس بدلے بغیر مقدس شہر میں داخل ہوا۔ یہ ایک انگریز مسلمان تھا، گو کہ اس نے حج کے احوال کے بارے میں کوئی کتاب نہیں لکھی مگر مسلمان ہونے کے بعد اور حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اس نے فارسی زبان کے اور ادب کے حوالے سے کام کیا، اس نے دیوانِ حافظ سمیت کئی فارسی کی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ (18)

ہرمن کی مکہ مکرمہ آمد اس لیے اہم ہے کہ یہ ان لوگوں کا نمائندہ ہے جنہوں نے انیسویں صدی کے آخر میں اسلام قبول کیا۔

ویسے تو مکہ مکرمہ جانے والے یورپی غیر مسلم اور مسلمانوں کی فہرست بہت طویل ہے مگر مضمون کو مختصر کرتے ہوئے ہم ذکر کریں گے ایک خاتون کا جو سب سے پہلی یورپی عورت ہے جس نے حج کی سعادت

Marfat.com

حاصل کی۔

لیڈی ایولین کوبولٹ Lady Evelyn Cobbold 1867 میں سکاٹ لینڈ میں پیدا ہوئی، اسلام قبول کیا اور 65 سال کی عمر میں 1933ء میں حج کی سعادت حاصل کی۔(19)

اس نے حج کے احوال کے بارے میں ایک کتاب بھی لکھی۔ لیڈی ایویلن کا اسلامی نام زینب تھا۔

مائیکل ولف نے ''مکہ کو جانے والے ایک ہزار راستے'' نامی کتاب لکھی ہے جو 1999ء میں شائع ہوئی جس میں گذشتہ دس صدیوں میں جانے والے 20 لوگوں کے احوال ہیں۔

آخر میں ہم اس شخص کا ذکر کریں گے جس نے 1927ء سے 1932ء کے دوران 5 حج کیے۔

محمد اسد Leopold Weiss پولینڈ میں پیدا ہوا، یہودی والدین کا گھرانہ تھا اور 1900ء تھا۔ 1926ء میں اسلام قبول کیا، اور سعودی عرب جا کر شاہ عبدالعزیز بن سعود کی رفاقت اختیار کی۔

محمد اسد کا ذکر علیحدہ سے اس کتاب میں ہم کریں گے۔ جہاں تفصیل سے ان کی کتابوں پر بھی نظر دوڑائیں گے اور اگر یہ ممکن نہ ہوا تو آئندہ کتاب میں تفصیل ہوگی۔

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 42

ڈاکٹر لارنس براؤن، اے۔ گیلانڈ

Marfat.com

Marfat.com

ڈاکٹر لارنس براؤن

اے۔ گیلانڈ

ڈاکٹر لارنس براؤن Dr. Lawrance B. Brown

ڈاکٹر براؤن امریکہ میں آنکھوں کے سرجن ہیں ائیر فورس سے ریٹائرڈ ہوئے ہیں۔ مذہبی رواداری کے حوالے سے کام کر رہے ہیں اور بین المذاہب کے منسٹر ہیں۔ مذہبی تعلیم میں PHD کیا ہے۔

انہوں نے بے شمار کتابیں اور مقالہ لکھے ہیں۔ ان کی ویب سائٹ کم از کم ایک مرتبہ ضرور دیکھنی چاہیے اور آپ پھر دیکھتے ہی رہیں گے۔

ڈاکٹر براؤن نے 1944ء میں اسلام قبول کیا ہے۔

ان کے ایک مضمون کا ترجمہ دیکھیے!

میرا انتخاب...... اسلام ہی کیوں

ایک نومسلم کی طرف سے ان تمام کے لیے جو سچائی کی تلاش میں ہیں آیئے اب ہم بے تکلفی سے گفتگو کریں۔ اکثر اوقات غیر مسلم اس وقت تک اسلام بارے تحقیق و جستجو نہیں کرتے جب تک وہ اپنے مذہب سے بیزار نہیں ہو جاتے۔ جب وہ اپنے پرانے مذہب یعنی یہودیت، مسیحیت اور تمام جدید ''مت، بدھ مت، تاؤ مت، ہندو مت (اور ایک دفعہ میری چھوٹی بیٹی نے یوں اضافہ کیا ''سیاحت'') پھر وہ اسلام بارے سوچتے ہیں۔

شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے مذاہب زندگی بارے اہم سوالات مثلاً ''کسی نے ہمیں تخلیق کیا؟'' اور ''ہم یہاں کیوں آتے؟'' شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر مذاہب زندگی کی ناانصافیوں کو انصاف پسند اور اچھے خالق کے ساتھ ہم آہنگ نہیں کرتے۔ شاید ہمیں مذہبی راہ نماؤں میں ریاکاری نظر آتی ہے۔ قانون و

Marfat.com

ضابطہ میں کمزور اور پھس پھسے عقائد نظر آتے ہیں یا پھر مقدس کتاب میں تحریف و تنسیخ نظر آتی ہے۔ بہر حال وجہ جو بھی ہو، ہمیں اپنے مذہب میں خامیاں نظر آتی ہیں اور ہم ادھر ادھر دیکھنے لگتے ہیں اور پھر بالآخر ہمارا یہ ''اِدھر اُدھر'' اسلام ہی ہوتا ہے۔

اب مسلمان مجھ سے یہ سننا پسند نہیں کرتے کہ اسلام تو ''قطعی اِدھر اُدھر'' ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے۔ باوجود اس حقیقت کہ مسلمان دنیا کی آبادی کا ایک چوتھائی یا پانچواں حصہ ہیں، لیکن غیر مسلم ذرائع ابلاغ نے کچھ اس طرح خوفناک طریقے سے اسلام پر بہتان طرازی کی ہے کہ غیر مسلم مذہب کو مثبت روشنی میں دیکھتے ہیں۔ اس لیے قدرتی بات ہے کہ قطعی مذہب کی تلاش کے لیے لوگ تحقیق و جستجو کرتے ہیں۔

ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ جس وقت غیر مسلم اسلام کا جائزہ لینا شروع کرتے ہیں تو پھر دوسرے مذاہب میں روایتی شک و شبہ ابھر کر سامنے آتا ہے۔ اگر خدا کی طرف سے نازل کردہ ہو کتاب تحریف و تنسیخ کے عمل سے گزر چکی ہے، تو پھر اسلامی مقدس کتاب اس سے مستثنیٰ کیوں ہے؟ اگر مفاد پرستوں نے اپنی خواہشات و مفادات کے لیے مذاہب کا استعمال کیا ہے، تو پھر ہم کیوں یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کے ساتھ ایسا نہیں ہوا؟

اس سوال کا جواب چند سطروں میں دیا جا سکتا ہے لیکن وضاحت کے لیے کتابوں پہ کتابیں درکار ہیں۔ بہر حال اس کا مختصر جواب یوں ہے: اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے، وہ انصاف پسند ہے اور وہ ہمیں جنت کے ثمرات سے مستفید کرنا چاہتی ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ ہمیں اس کائنات میں محض آزمائش کے طور پر بھیجا ہے تا کہ نیک اور بد میں تفریق کی جا سکے۔ اگر ہم نے اپنے طریقوں پر عمل کیا تو ہم گمراہ ہو جائیں گے۔ کیوں؟ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے بغیر ہم اس دنیا کے داؤ پیچ نہیں سمجھ سکتے، اور اس لیے اس نے اپنی وحی کے ذریعے ہمیں راہ نمائی مہیا کی ہے۔ یہ امر تو یقینی ہے کہ گزشتہ مذاہب میں تحریف و تنسیخ کی گئی اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے نزول کا سلسلہ جاری رکھا۔ خود سے سوال کیجیے: اگر سابقہ کتاب یا صحیفہ مسخ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نئی کتاب کیوں نازل فرماتا؟ جب سابقہ کتاب میں تحریف و تنسیخ کی جاتی تو پھر اللہ تعالیٰ کوئی کتاب نازل کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تا کہ انسان اس کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم پر چلے۔

لہٰذا ہمیں یہ توقع رکھنی چاہیے کہ گزشتہ کتب میں تحریف و تنسیخ کی گئی اور ہمیں یہ بھی توقع رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب بغیر کسی تبدیلی اور تحریف کے موجود ہے۔ اگر اس میں بھی تحریف و تنسیخ ہوتی تو

Marfat.com

اس کی جگہ لازمی طور پر کوئی اور کتاب نازل کی جاتی، کیونکہ ہم یہ تصور کر ہی نہیں کر سکتے کہ ہم سے محبت کرنے والا خدا ہمیں بھٹکتا چھوڑ دیتا۔ کیا ہم یہ تصور کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کتاب اتارے اور انسان اس میں تحریف و تنسیخ کریں۔ اللہ تعالیٰ پھر ہم پر دوسری کتاب اتارے اور انسان پھر اس میں تحریف و تنسیخ کریں۔ پھر اسے خراب کریں، پھر اس میں تبدیلی کریں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنی آخری کتاب بھیجے جس کی آخری وقت تک کی حفاظت کا اس نے وعدہ کیا ہو۔

مسلمان قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب سمجھتے ہیں۔ کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے...... یہ سوال قابل غور ہے۔ لہٰذا اب ہم اس مضمون کے عنوان پر دوبارہ نظر ڈالتے ہیں ''اسلام ہی کیوں؟'' ہم کیوں سمجھتے ہیں کہ اسلام سچائی کا مذہب ہے اور اس کے پاس پاک اور آخری کتاب موجود ہے۔

اوہ مجھ پر اعتماد کیجئے:

آپ نے یہ جملہ کتنی دفعہ سنا ہوگا؟ ایک مشہور مزاحیہ فنکار یہ لطیفہ سنایا کرتا کہ مختلف شہروں کے لوگ ایک دوسرے کو بددعا دینے کے لیے مختلف انداز اپناتے ہیں۔ شکاگو میں لوگ فلاں انداز اختیار کرتے ہیں، لاس اینجلس میں لوگ وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں، لیکن نیویارک میں لوگ صرف یہ کہتے ہیں۔ ''مجھ پر اعتبار کیجئے:''

اس لیے مجھ پر نہیں۔ بلکہ اپنے خالق پر اعتبار کیجئے۔ قرآن پڑھنے کتابیں پڑھنے اور اس ویب سائٹ کو دیکھیے۔ مگر جو کچھ بھی کریں، اس کی ابتدا کر دیں اسے سنجیدگی سے لیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری راہ نمائی کرے۔

ممکن ہے کہ آپ کی زندگی کا اس پر انحصار نہ ہو مگر آپ کی روح کا یقینی طور پر اس پر انحصار ہے۔

ڈاکٹر براؤن کی ویب سائٹ کا میں مطالعہ کر رہا ہوں، آپ بھی کیجئے اور میرے ساتھ رابطہ کر کے مجھے بتائیے کہ کیا واقعی بقول ڈاکٹر براؤن کے ''روح کا انحصار ہے؟''

WWW. Leveltruth. Com (1)

انٹوآین گیلاند 1646-1715 (Antoine Galland)

یہ ایک فرانسیسی مستشرق اور ماہر آثار قدیمہ تھا۔ اس کو سب سے زیادہ شہرت اس لیے حاصل ہوئی کہ وہ پہلا یورپی مترجم تھا جس نے ایک ہزار ایک راتیں (انگریزی میں عرب کی راتیں) (Arabian Nights) کا ترجمہ کیا۔

Marfat.com

اس کی یہ کہانیاں 1704ء سے لے کر 1717ء تک بارہ جلدوں میں شائع ہوئیں۔ اس کے اس ادبی شاہکار نے اسلامی دنیا کے بارے میں یورپی ادب اور رویوں پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

رابرٹ کے مطابق گیلاند کو ترکی میں 1690ء میں ''سندباد کی کہانیاں'' نامی مسودہ ملا، اور اس نے اسے فرانسیسی زبان میں نام سے ترجمہ کیا۔(1)

یہ ترجمہ 1701ء میں ہوا، اور کافی مقبول ہوا، جس کے بعد گیلاند نے چودھویں صدی کے مسودے ''عرب کی راتیں'' جو سریانی زبان میں تھا، کا ترجمہ کیا۔ یہ کہانیاں بارہ جلدوں میں ہیں اور یہ 1704ء سے 1717ء کے درمیان شائع ہوئیں، 1709ء میں جب 10 جلدیں مکمل ہو چکی تھیں گیلاند کی ملاقات ایک عیسائی راہب سے ہوئی جس نے اسے 14 کہانیاں سنائیں جس میں سے 7 کہانیوں کو گیلاند نے اپنے ترجمہ میں شامل کیا۔

ان میں سے کچھ مشہور ترین داستانوں کی اصل بنیادوں پر ابھی تک اسرار کی دھند چھائی ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر نام نہاد کہانیاں الہ دین اور علی بابا کے عربی مسودات نہیں ہیں جن کا زمانہ Galland کے ترجمے سے پہلے کا ہے۔ اس صورت حال کے باعث کچھ محققین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ Galland نے یہ داستانیں خود گھڑیں اور ان کا عربی متن اس کے اصلی فرانسیسی متن کا چربہ ہے۔

بہر حال اس کتاب کا ترجمہ دنیا کی کئی زبانوں میں ہو چکا ہے۔

علی بابا چالیس چور نامی کہانی جو گیلاند کی ''عرب کی راتیں'' کا حصہ ہے، کہا جاتا ہے کہ اسے اس نے خود گڑھا ہے یا کہیں سے سنا ہے مگر اصلی عربی مسودے میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

ایک امریکی مستشرق ڈی۔ بی۔ میکڈونلڈ D. B. Mac Donald نے آکسفورڈ کی تحقیقی لائبریری سے عربی مسودہ دریافت کیا تھا جس میں علی بابا کی کہانی موجود ہے۔(2)

مگر بعد میں پتہ چلا کہ یہ مسودہ جعلی تھا۔

ایک برطانوی اخبار کے مطابق

برطانوی فوجی عراق جنگ کے دوران عراقی شہریوں کے لیے عام طور پر علی بابا کی اصطلاح استعمال کرتے رہے۔(3)

الہ دین نام کی کہانی بھی عربی مسودہ میں نہیں ہے اور کہا جاتا ہے کہ گیلاند نے اسے ایک عرب شاہی داستان گو سے سنا تھا اور پھر اپنی کتاب میں شامل کر لیا۔

Marfat.com

باب نمبر 43

سالیمن اور کلے جین گا گنز میگا ئیل کا سیری
کارسٹن ینبر چارلس ملز وان لینڈی
گارسین ڈی ٹاسی آرمنڈ پارساول

Marfat.com

Marfat.com

سائیمن او کلے جین گا گنر میگایل کا سیری
کارسٹن ینبر چارلس ملزوان کینڈی
گارسین ڈی ٹاسی آرمنڈ پارساول

سائمن او کلے Simon Ockley (1678-1720)

ایک انگریز مستشرق ہے، اس کی کتاب ''سارا سن کی تاریخ'' جو 1708ء میں شائع ہوئی، کافی مشہور ہوئی۔

او کلے کا موقف تھا کہ دینیات کے باقاعدہ مطالعے کے لیے مشرقی ادبی و علمی مواد کا علم نہایت ضروری ہے، اور اپنی پہلی کتاب کے دیباچے میں وہ اس قسم کے مطالعے پر اور اس کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔(4)

دوسرے مستشرق کے مقابلے میں او کلے نے جب اسلام پر لکھا تو اس کا انداز معتدل تھا مگر پھر بھی اس نے اسلام کے لیے تو ہم پرستی اور محمد ﷺ کے لیے (نعوذ باللہ) (عظیم فریبی) کی اصطلاحات استعمال کیں۔(5)

جین گا گنر Jean Gagnier (1670-1740ء)

گا گنر نے 1723ء میں ابو الفدا کی ''مختصر تاریخ البشر'' سے اس باب کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا جو محمد ﷺ کے بارے میں ہے۔

کینتھ سٹن نے اپنی کتاب میں گا گنر کے حوالے سے لکھا ہے کہ

''اس نے فرانسیسی زبان میں محمد ﷺ کی سوانح عمری لکھی جس میں اس نے انہیں ایک

Marfat.com

اچھا عیسائی (پروٹسٹنٹ بتایا جو کلیسا کے لیے متوقع دشمن ثابت ہو سکتا ہے۔'' (6)

میگائیل کاسیری (1710-1791ء) Miguel Casivi

اس کی پیدائش لبنان میں ہوئی۔ اس نے روم میں تعلیم حاصل کی جہاں اس نے عربی، شامی، آرمینائی، فلسفے اور دینیات کے موضوعات پر لیکچر دیے۔ 1748ء میں وہ سپین چلا گیا اور وہاں رایل لائبریری میں ملازم ہو گیا۔ وہ نہایت کامیابی کے ساتھ سپین کے بادشاہ کی تاریخی رہائش گاہ Elescorial ایل ایس کوریل کا کارکن، بادشاہ کے لیے مشرقی زبانوں کا مترجم اور معاون لائبریرین مقرر ہو گیا۔

اس کا سب سے اہم کام عربی مسودات کی فہرست مرتب کرنے کا ہے جو اسے بادشاہ کی تاریخی رہائش گاہ سے ملے تھے۔

> اس کتاب میں تاریخ کے موضوع پر عربی کتب کے بہت سے حوالے بھی شامل ہیں۔ ان مسودات کو موضوعات کے لحاظ سے تقسیم کیا گیا ہے۔ اس کے دوسرے ایڈیشن میں جغرافیائی اور تاریخی مسودات کے ایک بہت بڑے ذخیرے کا احوال بیان کیا گیا ہے۔ جو سپین میں موروں اور مسیحوں کے درمیان جنگوں بارے انتہائی قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔ (7)

کارسٹن نیبر (1733-1815ء) Carsten Niebuhr

ہالینڈ کا مستشرق تھا جس نے قدیم زبانوں پر تحقیقی کام کیا۔ اس کا اہم کارنامہ اس کی وہ کتاب ہے جو دو جلدوں میں شائع ہوئی جس میں اس نے قدیم تحریریں جو کہ اشکال کی صورت میں تھیں انہیں تحریری الفاظ میں ڈھالا۔ یہ کتاب 1778ء میں شائع ہوئی۔

> ''اس کی کتاب کی اشاعت سے قبل یہ قدیم تحریری لفاظی کو زیادہ محض آرائش ہی سمجھا جاتا تھا۔ مزید براں ان مشکل الفاظ کو پڑھنا اور ان کا ترجمہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ نیبر نے یہ معلوم کر لیا کہ پرسی پولس سے دریافت شدہ تین زبانی نقوش دراصل، قدیم تحریری لفاظی کی تین مختلف اقسام تھیں (جسے اس نے پہلی قسم، دوسری قسم اور تیسری قسم کا نام دیا) جنہیں بائیں سے دائیں پڑھا جاتا۔ ان تین زبانی نقوش کا بالکل صحیح چربوں (نقول) کے باعث مستشرقین اس قدیم تحریری لفاظی کا بھید کھولنے میں کامیاب ہو

Marfat.com

گئے جس کے باعث قدیم فارسی، اکادی اور سمیری قدیم تحریریں دریافت ہوئیں۔

اوران کا ترجمہ ہوا۔(8)

چارلس ملز (1788-1826ء) Charles Mills

ایک انگریز عالم تھا، اس نے اسلام کے حوالے سے کتابیں لکھیں۔ اس کی کتابوں میں مشہور تحقیقی کتابیں صلیبی جنگ اور محمد ﷺ کے بارے میں ہیں۔

خیال رہے انیسویں صدی میں بے انتہا مستشرقین پیدا ہوئے اوران کی تحریروں میں بھی واضح تبدیلی نظر آنے لگی، کیونکہ مسلمان گوکہ اب بھی دشمن تصور کیے جاتے تھے مگر ایسا دشمن جو پسپاہ ہو چکا ہے، اور مغرب ایک آقا کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

گوئٹے کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کارلائل نے اعلان کر دیا کہ محمد ﷺ اپنے مشن میں پرخلوص تھے۔ اسلام ایک حقیقی مذہب ہے، اور قرآن اللہ کا کلام ہے۔

اسلام پر اعتراضات جو آٹھویں صدی سے اٹھارویں صدی تک ہوتے رہے ان میں تبدیلی آگئی۔ اب مغرب نے دوسرا انداز اپنایا جو ان کے لیے فائدہ مند تھا مگر مسلمانوں کے لیے تکلیف دہ تھا اور نوجوان نسل اگر انہیں پڑھے تو گمراہ ہو سکتی ہے۔

کارلائل نے دیانت داری کا مظاہرہ کیا مگر ایسے چند نام ہی ہیں جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں، اس کے علاوہ پرانی شراب نئی بوتلوں میں بند نظر آتی ہے۔

چارلس ملز کا انداز تحریر بھی تعصب سے پاک نہیں رہا، فلپ المنڈ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے، فلپ کی کتاب بہترین تحقیقی کتاب ہے۔

> ''انیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں، مثال کے طور پر چارلس ملز نے اپنی کتاب ''محمڈن ازم کی تاریخ'' میں یہ موقف اختیار کیا کہ عوامی زندگی میں حضرت محمدؐ کا داخلہ ایک جنگلی اور ناقابل سمجھ جنون ہے۔ پیغمبر ﷺ نے ناقابل توجیہہ انداز میں خدا کی واحدنیت کی تبلیغ کی، اور خدا کی سند اور اختیار کے بغیر تبلیغ کی جو ہر مذہب کے امتیازی جنون کو ظاہر کر دیتی ہے، لیکن حضرت محمد ﷺ کے برعکس، ملز Mills کی آواز صحرا میں چیخ وپکار ثابت ہوئی۔

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ کی تغیر پذیر سیاسی بصیرت اور شعور کے باعث مغرب کو اپنی و بری شخصیت کو برقرار رکھنا مشکل ہوتا گیا تو پھر یورپی مذہبی جنونیت کے ذریعے حضرت محمد ﷺ کی جنوبی شناخت بھی قابل عمل نہ رہی۔ اس سلسلے میں ایک واضح مثال وان کینڈی Vans Kennedy کی کتاب ''محمد ﷺ کے کردار پر ایک نظر'' ہے جو 1823ء میں شائع ہوئی۔ اس نے یہ دلیل پیش کی سوائے کے انہیں اللہ کی طرف سے جب وحی موصول ہوتی تھی۔ انہوں نے کبھی ایسے رویے کا مظاہرہ نہیں کیا جو باقی عام انسانیت سے مختلف ہو۔ مزید براں انہوں نے وحی کے ساتھ اپنا پکا عقیدہ اور وابستگی قائم رکھی جسے جوش وجنون قرار نہیں دینا چاہیے۔ ایسا کبھی ممکن ہی نہیں۔(1)

یعنی کینڈی کا کہنا ہے کہ جب وحی آتی تھی تو محمد ﷺ دوسرے لوگوں سے مختلف نظر آتے تھے ورنہ باقی زندگی میں وہ دوسرے انسانوں کی طرح ہی تھے اور اسے ہم جوش یا جنون کا نام نہیں دے سکتے۔

گارسین ڈی ٹاسی (1794-1878ء) Gavcin de Tassy

گارسین ایک فرانسیسی مستشرق ہے، 1874 میں اس نے اپنی کتاب ''قرآن مجید کے مطالعے کی بنیاد پر مذہب'' شائع کی۔

اس نے پہلے تو اسلام بارے عمومی مطالعے، جائزے اور تصنیفات کے علاوہ عربی سے ترجمہ کے باعث ممتاز حیثیت حاصل کی، بعد میں اس نے خود کو اردو زبان کے مطالعے کے لیے وقف کر دیا جہاں اسے یورپ میں سرکردہ شخصیت کی حیثیت سے شہرت حاصل ہوئی۔ اس شعبے میں اس کی اہم کتابیں یوں ہیں: شاعر ولی رکنی کی شاعری کا ترجمہ (1834ء) فرانسیسی زبان میں کیا۔ دوسری کتاب ہندوستانی ادب کے متعلق ہے۔

اس کی ایک کتاب ''ہندوستان میں مسلمانوں کے تہوار'' جس کا فرانسیسی سے انگریزی میں ترجمہ ایم۔ وسیم نے 1998ء میں کیا ہے۔

اس جلد میں تین مضامین ایسے ہیں جن میں انیسویں صدی میں ہندوستانی مسلمانوں کے تہواروں کا حال، ان تہواروں میں شرکت کرنے والے افراد کے ذریعے بیان کیا گیا۔ ان شرکاء کی اکثریت ہندو تھی جنہوں نے ان مفروضہ اسلامی تہواروں میں اپنی رسوم بھی شامل کر لیں۔

Marfat.com

مصنف نے ان ماخذوں کے بارے اپنے تنقیدی تبصرے بھی داخل کیے ہیں اور یوں اس جلد میں ثقافتی تصورات و نظریات کا حیرت انگیز باہمی تعامل پیش کیا گیا ہے۔

انیسویں صدی کے اس شاہکار فرانسیسی کارنامے کا یہ پہلا انگریزی میں ترجمہ ہے۔ جو ہندوستان سے شائع ہوا۔(2)

آرمنڈ پاساول (1871-1795ء) ایک فرانسیسی مستشرق ہے اس کا پورا نام Armand Pierre Caussin de Percèval ہے۔ اس کا باپ عربی کا پروفیسر تھا۔

1814ء میں وہ ایک طالب علم کی حیثیت سے مترجم کے طور پر قسطنطنیہ پہنچا۔ پھر ترکی کا سفر کیا، لبنان میں ایک سال گذارا اور پھر شام میں ایک رہبر بن گیا۔ رہبر سے مراد اس وقت کا مترجم ہے جو ایشیا اور یورپ کے درمیان واسطے کا کام کرتا ہے۔

1821ء میں وہ پیرس میں عربی کا پروفیسر مقرر رہا، اس نے ایک کتاب عربی کی گرامر کے متعلق لکھی جس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔(3)

اس کی دوسری کتاب عربی کی ابتدائی تاریخ کے متعلق ہے۔

''جس میں عربوں کی ابتدائی تاریخ بارے مضامین روایات، پھر حضرت محمد ﷺ کی وفات تک کے حالات اور عام قبائل کی طرف سے اسلام کی اطاعت تک، بہت مربوط انداز میں اور واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے لیے ایک اہم مسوداتی ماخذ ابوالفراج کی عظیم کتاب الغنی، استعمال کیا گیا ہے جو مصر میں شائع ہو چکی ہے۔(20 جلدیں)''(4)

Marfat.com

Marfat.com

باب نمبر 44

سی۔سی۔ٹوری، ڈبلیو۔سی۔ٹسڈال

ابراہیم گیگر

Marfat.com

Marfat.com

سی۔سی۔ٹوری
ڈبلیو۔سی۔ٹسڈال
ابراہیم گیگر

سی۔سی۔ٹوری Charles Cutler Torrey (1863-1956)

ٹوری ایک امریکن مورخ، ماہر آثار قدیمہ اور مستشرق ہے، اس نے یروشلم میں 1901 میں امریکن اسکول آف آثار قدیمہ کی بنیاد ڈالی۔اس نے اسلام اور قرآن کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا، اس کی کتاب کلاسیکل مضمون اسلام پر کی تدوین ابنِ وراق نے کی ہے۔

ٹوری کا دعویٰ ہے کہ محمد ﷺ نے یہودی ماخذ کے ذریعے قرآن مجید تحریر کیا، ٹوری نے اس حوالے سے جو مضامین لکھے ہم ان کا جائزہ لیں گے۔

مختصراً اتنا سمجھ لیں کہ ٹوری نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا کہ قرآن مجید کلام اللہ نہیں ہے بلکہ داعیِ اسلام کی تصنیف ہے اور اس کے ماخذ یہودیت سے ہیں۔اپنے مضمون جو کہ مختلف لیکچر کی صورت میں ہے جس کا نام The Jewish Foundation of Islam ہے، اس کے پیش لفظ میں لکھتا ہے۔

> ''جب میں نے صدر والیس اور ڈاکٹر کوہٹ کی مشاورت سے سٹروک فاؤنڈیشن پر لیکچر دینے کے لیے یہ موضوع منتخب کیا تو جزوی طور پر میں نے یہ فیصلہ بہت پہلے اپنائے گئے اس موقف کی بنیاد پر کیا کہ حضرت محمد ﷺ اور قرآن مجید کے بارے میں چند اہم معاملات کی از سر نو چھان بین درکار ہے۔ایک اور وجہ میرا یہ یقین تھا کہ عربی پیغمبر ﷺ اور ان کی یہ شاندار کتاب بذات خود اس عظیم دل چسپی کے حامل ہیں کہ کچھ

Marfat.com

حد تک ایک تکنیکی گفتگو ایک عام آدمی کی سماعت کے لیے کی جا سکتی ہے اس شعبے میں بے شمار حالیہ تحقیقی جائزوں کے باعث یہ موضوع یقینی طور پر بروقت اور برمحل ہے، اور اس لیے بھی قدیم عرب حالات کے بارے میں نئی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

ان لیکچروں کے ذریعے جو نمایاں نتائج اخذ کیے گئے، وہ مندرجہ ذیل ہیں: حجاز میں یہودی آبادیوں کا قیام، چھٹی صدی قبل مسیح میں، کثیر تعداد میں ہجرت خاص طور پر فلسطین سے یہودیوں کی ہجرت کے باعث ممکن ہوا۔ ڈوزی Dozy اور اگسٹ ملر A. Muller دونوں نے فلسطین سے شمال عرب کی طرف یہودی کی کثیر ہجرت کا واضح ثبوت دیکھا لیکن ان میں سے کوئی بھی اس نقل مکانی کی کوئی جائز وجہ تلاش نہ کر سکا۔ بہر حال نو بابلاتی تاریخ میں ایک نہایت ہی مناسب واقعے کا ایک شاندار حصہ بیان کیا گیا ہے۔

عربی پیغمبر ﷺ کو عام طور پر جس پر اسرار شخصیت کے طور پر دیکھا جاتا ہے، درحقیقت اس میں سچائی کم ہے۔ (یہ یقینی بات ہے کہ ہر فطین انسان کم و بیش پر اسرار حقیقت کا مالک ہوتا ہے)۔ وہ نر ہمیشہ سے ہی ایک مخلص شخص تھا اور اس امر میں میدان شک نہیں کہ ان کے اندر جو سحر انگیزی تھی، اور جس کا مظاہرہ انہیں مشکل اوقات میں کرنا پڑا کے باعث ان پر اموی وحی نازل ہوئی۔ ان کی سادگی کو جدید شارح بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں، اور اکثر اوقات ہی ثابت ہوا ہے کہ جو امر بچگانہ معلوم ہوتا ہے، وہ طویل سوچ بچار اور دانائی کے تانے بانے کا نتیجہ ہوتا ہے۔

یہ نظریہ کہ اسلام کی بنیاد دراصل مسیحیت تھی، تقریباً نصف صدی میں زیر بحث ہے۔ بہر حال، اس نظریے کو مکمل طور پر مسترد کر دیا گیا (میرے خیال کے مطابق یہ ظاہر ہو جائے گا)۔ اس استرداد کی ایک وجہ تو قرآن مجید کے پیش کردہ ثبوت ہیں اور ایک وجہ قبل از اسلام حاصل کیا گیا مواد اور معلومات ہیں۔

یہ لیکچر مارچ 1931 کو دیے گئے لیکن مختلف وجوہ کے باعث ان کی بیک وقت اشاعت عملی طور پر ممکن نہ ہو سکی۔ (1)

Marfat.com

ٹوری پر ایک تحقیقی مقالہ میری نظر سے گذرا ہے جسے ترکی سے تعلق رکھنے والے فاضل ڈاکٹر اسطیل البارک نے لکھا ہے۔

ڈاکٹر البارک انقرہ میں 1968 میں پیدا ہوئے، 1995 میں ترک حکومت کی سکالرشپ لے کر برطانیہ آئے اور لیڈز یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اب وہ ترکی میں پروفیسر ہیں اور قرآن کی تعلیم اور استشراق کے حوالے سے قابل فخر کام میں مصروف ہیں۔

انٹرنیٹ پر ان کے مضامین موجود ہیں۔ Ismail Albayrak ٹوری پر تنقیدی مقالے میں وہ لکھتے ہیں۔

> بہر حال، Torrey پیغمبر ﷺ کی اصلیت سے انکاری نہیں۔ 1892ء میں اس نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں دعویٰ کیا کہ حضرت محمد ﷺ کی شخصیت اصلی نہیں تھی، بلاشبہ اصلیت کی محرومی ممکن ہے ان کی اہم خصوصیت ہو جب کہ وہ خود کا تقابل دیگر نظام ہائے مذہب کے بانیوں سے کریں۔ اکتالیس برس بعد Torrey نے پیغمبر کی اصلیت بارے اپنے سابقہ نظریات کی اصلاح کی اور اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ پیغمبر ﷺ نہ صرف ایک مفکر تھے بلکہ غیر معمولی اصلیت اور توانائی کے حامل تھے۔ لیکن اگرچہ معا یہ امر تسلیم کرتا ہے کہ قرآن مجید حضرت محمد ﷺ کے تخیل ذہن کا نتیجہ ہے، اور اسے ان کی شخصیت کی نوعیت بارے بھی علم ہے لیکن پھر بھی اس نے یہودیت کے کردار پر زور دینا بند نہیں کیا۔ Torrey کے نزدیک حضرت محمد ﷺ ایک نئے مذہبی نظام کے قیام کی کوشش میں سنجیدہ اور دانا تھے لیکن ان کے بنیادی نظریات جنہوں نے انہیں شعور بخشا اور زندگی کے بارے میں ان کے پورے نقطہ نگاہ کو تبدیل کر دیا، وہ ان کی اپنی دریافت نہ تھے بلکہ مکہ کے یہودیوں کے ساتھ میل جول کا نتیجہ تھے، اس ذاتی تجربے کے بغیر اور اپنی آنکھوں سے حقیقی مثال کو دیکھتے ہوئے اور اس کا مشاہدہ کثیر وقت تک کرتے ہوئے، وہ ممکنہ طور پر اسلام کا تصور تخلیق نہیں کر سکتے تھے۔" (2)

اگر بغور مستشرقین کی تحریروں کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے یا تو وہ قرآن مجید میں مسیحی نظریات تلاش کرتے ہیں یا یہودی نظریات یا دونوں نظریات تلاش کرتے ہیں، ایک اور گروہ مستشرقین کا ایسا ہے جو قرآن

Marfat.com

مجید میں سورتوں کی ترتیب کی تحقیق میں لگا ہوا ہے۔

اسطیل البراک نے اس حوالے سے واضح تصویر پیش کی ہے وہ لکھتے ہیں۔

''قرآن مجید بارے ابتدائی مغربی کتب اور تجزیاتی جائزوں کے ذریعے دو امور کو توجہ کا مرکز بنایا گیا ہے۔ پہلا گروہ قرآن مجید میں یہودی اور مسیحی نظریات کے اثرات تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہے جب کہ دوسرا گروہ قرآن مجید کی ترتیب کو از سر نو رونما کرنے کی طرف توجہ مرکوز کرتا ہے۔ بدقسمتی سے، پہلے گروہ کے جوشیلے حامی، جو قرآن مجید کو ایسی کتاب سمجھتے ہیں جو یہودیت کے چربے سے کم نہیں (یا مسیحیت)، وہ اپنے رسوم ورواج کی اہمیت کو بڑھاوا دینے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن مجید تو پیغمبر ﷺ کی تحقیق ہے اور حضرت محمد ﷺ کو اس وقت کے ایک یا زائد یہودی مربیوں کے ایک شاگرد کے علاوہ کچھ نہیں تھے۔'' (3)

ٹوری سے جب یہ سوال کیا جائے کہ کیا مکہ میں یہودی موجود تھے؟ اور اگر تھے تو اس کا کوئی تاریخی ثبوت ہے؟ اور اگر تھے بھی تو کیا یہودی اپنی تعلیم کسی غیر یہودی کو دینا گناہ نہیں سمجھتے تھے؟

ٹوری کے پاس ان کا جواب نہیں ہے۔ میں ٹوری کے لیکچرز کا مطالعہ کر رہا ہوں اور جلد ہی ان کا ترجمہ شائع ہوگا۔

ولیم سینٹ کلیر ٹسڈال (1859-1928) W. C. Tisdall

ایک برطانوی مورخ ہے جو چرچ آف انگلینڈ کی ایک شاخ کا ایران میں سیکرٹری تھا۔ اس نے اسلام کے حوالے سے تعصب سے بھرپور کتابیں لکھیں۔ ٹوری کی طرح اس کی کتابوں کا بھی ترجمہ جلد ہی ہم آپ کی خدمت میں پیش کریں گے مگر اس کتاب میں ہم اس کی ایک تحریر جو اسلام کے حوالے سے ہے اس کا ذکر کریں گے۔

استشراق کا ایک گھناؤنا پہلو یہ بھی ہے کہ جب بھی چند تعصب رکھنے والے مستشرقین نے اسلام کو سمجھنے یا اس کے ماخذ تلاش کرنے کی کوشش کی تو ان کا مقصد تحقیق نہیں تھا بلکہ گمراہ کن نظریات گھڑنا تھا۔

ٹسڈال نے بھی ایسی ہی کوششیں کیں، اس کی ایک کتاب ''اسلام کے ماخذ'' 'Sources of Islam' کا میں نے مطالعہ کیا، وہ لکھتا ہے۔

Marfat.com

''اسلام نے بہت سی چیزیں یہودیت سے مستعاری ہیں'' (4)

اس کتاب کا پیش لفظ ولیم میور نے لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

''یہ کتاب ایک بہت ہی اچھا تحقیقی کارنامہ ہے اور مصنف کی انتہائی ممتاز حیثیت کا آئینہ دار ہے۔ اس کتاب میں اسلام کے جھوٹے ہونے اور نقائص دکھانے کے کافی محنت کی گئی ہے جس طرح Pfander اور دیگر مصنفین نے نہایت کامیابی کوشش کی۔ مصنف نے انتہائی کامیاب کوشش کی ہے کہ ایک نام نہاد اموی اور ابدی دین سے نمٹنے اور اس کے متعلق معطرات مہیا کرنے کے ضمن میں ایک نیا اور موثر طریقہ اپنایا جائے۔ اس کے علاوہ مصنف نے نہایت کامیابی کے ساتھ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کا ماخذ انسانی ہے، اور اس نے یہ کام اس وقت مہارت کے ساتھ انجام دیا ہے ایک اچھا مسلمان بھی برآمد ہونے والے نتیجے کی مزاحمت نہیں کرسکتا۔ اس ضمن میں تمام مسیحی دنیا ٹسڈال کی شکر گزار ہے۔'' (5)

اس کتاب کے تیسرے باب میں اس نے ان موضوعات سے بحث کی ہے جو یہودی مفسرین سے لیے گئے ہیں اور مثالیں پیش کی ہیں جسے ''ہابیل اور قابیل'' ابراہیم علیہ السلام، ملکہ سبا، ہاروت و ماروت، کوہ سینائی اور عرش، پھر اسی باب میں چار داستانوں کا ذکر ہے جو بقول ٹسڈال کے ملحد عیسائی فرقوں سے مستعار لی گئی ہیں جیسے اصحاب کہف، مریم علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن، جنت۔

پانچویں باب میں ٹسڈال نے دعویٰ کیا ہے کہ معراج کا واقعہ، عزرائیل اور بدروح کے موضوعات زرتشت مذہب سے مستعار لیے گئے ہیں۔

اور پھر ٹسڈال یوں نتیجہ اخذ کرتا ہے۔

''اس باب کا اختتام کرتے ہوئے ہم نہایت آسانی اور اعتماد کے ساتھ یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ قدیم عربوں کی روایات، رسوم رواج اور عقائد نے قرآن مجید کی اہم ترین بنیاد مہیا کی۔'' (6)

ابراہیم گیگر Abraham Geiger (1810-1874)

ابراہیم گیگر ایک ربی اور عالم تھا جس نے کٹر یہودی دینی تعلیم فرینکفرٹ جرمن میں اپنی پرورش کے

Marfat.com

درمیان حاصل کی تھی۔ جو کہ ابتدا ہی سے اس نے تورات اور تالمور بغور پڑھ لی تھیں۔ وہ اپنے زمانے کے قدیم عہد نامہ متعین کے ممتاز ماہرین لسانیات اور پروٹسنٹ مسیحی ماہرین دینیات کی سرپرستی میں مشرقی زبانیں سیکھنے کے لیے بیڈل برگ چلا گیا۔ بعد میں بون میں اس نے فلسفہ اور تاریخ کے علاوہ عربی بھی سیکھی۔ ابراہیم کے استاد جورج فریڈگ (1861-1788) کے کہنے پر اس نے ایک مضمون نویسی کے مقابلے میں شرکت کی۔ اس مضمون نویسی کے مقابلہ کا موضوع تھا "قرآن پر یہودی مذہب کے اثرات" اس نے مضمون لاطینی زبان میں لکھا جسے انعام دیا گیا، بعد میں اسی مضمون کی بنیاد پر اسے یونیورسٹی آف برگ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی۔(7)

وہ یہودی مذہب کے مصلح کی حیثیت سے مشہور ہوا، رابی کی حیثیت سے مختلف ملکوں میں رہا۔

"وہ برلن میں مقیم یہودیوں کا رابی مقرر ہوا جب کہ اس نے یروشلم کے تاریخی اور لسانی جائزے کے موضوع پر مضامین شائع کیے۔ وہ زندگی بھر رابی کی حیثیت سے ہی کام کرتا رہا اور اسلام کے بارے میں انعام یافتہ مضمون کے سوا اس نے اسلام کے حوالے سے کچھ نہیں لکھا۔"(8)

انٹرنیٹ پر Islam Awareness کی سائٹ پر اس حوالے سے مفید معلومات اور تحقیق انداز میں دلایل کے ساتھ مضمون موجود ہیں۔(9)

قرآن مجید کے ماخذ کیا تھے اور محمد ﷺ نے قرآن تحریر کرنے کے لیے معلومات کہاں سے حاصل کیں۔(نعوذ باللہ)

اس عالمانہ روایت کی بنیادیں ابراہیم گیگر نے رکھیں اور اس کے شاگردوں میں دو یہودی مصنف Abraham Katsch اور C. C. Torrey تھے۔ بلاشبہ یہی خواہش ان مقدس افراد کی طرف سے تقریباً شر کا روپ دھار چکی تھی جنہیں ہم مسیحی مبلغ کہہ سکتے ہیں۔ ان ہٹ دھرم اور انتہا پسند مبلغین میں سے ایک نام Rev. W. St. Clar کا ہے۔ بہر حال، Geiger، Katsch اور Torrey کے برعکس، یہ مبلغین اپنے طور پر کسی بھی قسم کا بنیادی تحقیقی کام نہیں کر سکے اور انہوں نے زیادہ تر دوسروں کی طرف سے کی گئی تحقیق پر انحصار کیا۔ یہ علمی محتاجی دراصل ان کی اپنی کمزوری کا نتیجہ تھا۔

ابراہیم گیگر نے جس مضمون پر انعام حاصل کیا تھا اس کا انگریزی ترجمہ F. M. Young نے

Marfat.com

''اسلام اور یہودیت'' کے نام سے 1896 میں شائع کیا۔

اس کتاب میں مختلف ابواب مختلف عنوانات کے ساتھ ہیں۔

پہلا باب: یہودیت سے متعلقہ وہ خیالات جو قرآن مجید میں شامل کیے گئے۔

یہودیت سے مستعار لیے گئے تصورات

یہودیت سے مستعار لیے گئے نظریات

دوسرا باب: یہودیت سے مستعار لی گئی داستانیں

قبائلی سردار، موسیٰ اور ان کا عہد، دس قبائل کی بغاوت کے سامنے تین بادشاہ

حضرت سلیمانؑ کے بعد مقدس افراد

پھر وہ لکھتا ہے:

یہ عنوانات ان اہم نکات کے بارے میں ہیں جو یہودیت بارے غور کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اور ان کو اکٹھا کرنے کے ذریعے ہمیں ایک اور ثبوت مہیا ہو جاتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے یہودی طرز زندگی اور یہودیوں کے ساتھ میل جول کے ذریعے یہودیت کے متعلق ذاتی علم حاصل کر لیا تھا۔(10)

ریورنڈ ڈبلیو۔ گولڈسک (1871-1950) William Goldsack

گولڈسک ایک اسٹریلیا کا رہنے والا عیسائی تھا جس نے عمر کا کافی حصہ مشرقی بنگال جو کہ موجودہ بنگلہ دیش ہے گذارا۔

اس نے اسلام پر متعدد کتابیں لکھی جن میں قرآن کا بنگلہ زبان میں ترجمہ بھی شامل ہے۔(11)

اس کی کتاب ''قرآن کے ماخذ'' کے دیباچے میں لکھتا ہے۔

اس چھوٹی اور مختصر کتاب کے متعلق کوئی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ اصلی ہے۔ دراصل یہ Geiger، Tisdall، Ziremer، Muir Sell اور عماد الدین کے عظیم علمی شاہپاروں پر مبنی ہے، اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستانی قارئین کے لیے مختصر اور سستے انداز میں ان علماء کی طرف سے بھرپور تحقیقی جائزوں کے بارے کچھ نتائج پیش

Marfat.com

کیے جائیں۔ اگر اس کے ذریعے مسلمانوں سے یہ پوچھنے میں کچھ مدد ملتی ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کے بتائے ہوئے دین بارے ماخذ کے متعلق زیادہ واضح طور پر سمجھ سکیں، تو پھر اس کا مقصد پورا ہو جائے گا جس مقصد کے لیے یہ تحریر کیا گیا۔ (12)

اس کتاب میں وہ ان مسیحی عقائد اور شعار کی فہرست درج کرتا ہے جو قرآن مجید میں شامل کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں ان یہودی عقائد اور شعار کی فہرست دی گئی ہے جو قرآن مجید میں شامل کیے گئے ہیں۔

ایس۔ ایم۔ زویمر کے بارے میں مختصراً آپ نے اس کتاب میں پڑھا ہے اس کی کتابوں کی تفصیل اور تجزیہ ہم کر رہے ہیں اور آئندہ کتاب میں اس پر مضمون علیحدہ سے رہے گا۔

Marfat.com

باب نمبر 45

تھامس کارلایل، ہنری دی کاسٹری

Marfat.com

Marfat.com

تھامس کارلائل

ہنری دی کاستری

تھامس کارلائل Thomas Carlyle (1795-1881)

کارلائل ایک سکاٹش ادیب، مضمون نگار، استاد اور مورخ تھا۔ یہ پہلا یورپین ہے جس نے چیلنج کیا اور کہا کہ محمد ﷺ کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ غلط ہے۔

1840ء میں 5 مئی سے اڈینبرا میں کارلائل نے لیکچرز کا ایک سلسلہ شروع کیا جو 6 لیکچرز پر مشتمل تھا، اس سلسلہ کا دوسرا لیکچر 8 مئی کو دیا گیا جس کا عنوان تھا The Hero as Prophet یا انبیاء کا ہیرو۔

اس لیکچر میں اس نے محمد ﷺ کو انبیاء کے ہیرو کی حیثیت سے پیش کیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا جب مغرب کے کانوں نے یہ سنا کہ محمد ﷺ ایک پر خلوص، سچے اور نیک انسان تھے۔

اپنے لیکچر میں اس نے کہا۔

''ان کے الفاظ جھوٹ نہیں تھے، نہ ہی ان کے طرزِ عمل میں کوئی مصنوعی پن یا کھوٹ تھا، وہ زندگی کی حرارت سے بھرپور تھے جس نے فطرت کی کوکھ سے جنم لیا تھا۔'' (1)

کارلائل نے مزید لکھا۔

''ہم ایک بڑی غلطی کریں گے اگر ہم ان کو ایک عام لذت پسند شخص کی طرح دیکھیں گے جو عام طور پر سستی عیش پرستی پر مائل ہو جب کہ وہ کسی قسم کی بھی لطف اندوزی سے دور رہتے تھے۔'' (2)

فلپ آلمنڈ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ

''بروز جمعہ 8 مئی 1840ء میں تھامس کارلائل نے سیاستدانوں، فلسفیوں، علماء اور

Marfat.com

پادریوں پر مشتمل سامعین سے خطاب کیا۔ اس کی تقریر کا موضوع تھا انبیاء کا ہیرو، اور اس کی مثال محمد ﷺ تھے۔ اس کے سامعین اس کی یہ تقریر سن کر حیران و پریشان رہ گئے حالانکہ کارلائل کے نزدیک یہ اس کا بہترین لیکچر تھا جو اس نے اب تک دیا ہو!

کارلائل جو گوئٹے سے متاثر، ہارڈن اور فریڈرک کے نظریہ سے متاثر اور قرآن جس نے اسے حیران و پریشان کیا تھا مگر ''عرب کی راتیں'' سے متاثر کارلائل نے عربی پیغمبر کی اندرونی حالت جان لی جو عظمت کا کامل نمونہ نہ تھے۔

اٹھارویں اور انیسویں، دونوں صدیوں میں مغرب میں کارلائل نے پیغمبر ﷺ بارے بطور ہیرو جو تصور قائم کیا ہوا تھا، وہ اسلام اور اس کے بانی کے رویوں میں اہم تبدیلی پر مبنی علت و معلول کا تھا۔ حضرت محمد ﷺ بارے اس کا تصور ان بے شمار افراد میں سے ایک کے مانند تھا جنہوں نے اپنے رویوں میں انقلابی تبدیلی رونما کی، جسے اٹھارویں خاص طور پر انیسویں صدی میں مہمیز حاصل ہوئی۔ اور یوں اس کے باعث پیغمبر ﷺ کا ایک نیا تصور تشکیل ہوا جو اسلام بارے وکٹوری مفہوم میں سراہت کرتا چلا گیا۔

بہرحال وکٹوری عہد پر حضرت محمد ﷺ کے غلبے بارے اگرچہ ایک ہمدردانہ نظریہ موجود ہے، پھر بھی ان کا قدیم ترین تصور قائم رہا۔ ایک مکار شخص اپنی شخصیت پر پردہ ڈال کر وکٹوری عہد کی کتابوں میں خود کو ایک ہیرو اور دلبر بہادر کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ اکثر لوگ یہی چاہتے تھے کہ ایک زیادہ سے زیادہ متوازن تصور ابھرے۔(3)

کارلائل جس نے محمد ﷺ کو انبیاء کا ہیرو تسلیم کیا اور اسلام کے حوالے سے مغرب کی عام روش سے ہٹ کر لکھنے والوں میں سرفہرست ہے مگر قرآن کے بارے میں اس کی رائے اس کے تمام کام پر پانی پھیر دیتی ہے۔ بہرحال اس حوالے سے ہماری آئندہ کتاب میں بحث ہوگی۔

''الاسلام'' ایک کتاب ہے جسے فرانس کے ایک مستشرق کانٹ ہنری دی کاستری Count Henvi de Castevie نے فرنچ زبان میں لکھا ہے اس کا ترجمہ احمد فتحی بک زغلول، مصر کے مصنف نے 1898 میں عربی میں کیا ہے اور اس کا اردو ترجمہ مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔

ہم نے یہاں اس کتاب کے چند حصے آپ کے لیے نقل کیے ہیں۔

Marfat.com

مصنف نے ابتدا میں اپنے حجاز کے سفر کا احوال لکھا ہے۔

''ہم چلے جا رہے تھے کہ ہمارا شاعر چپ ہو گیا اور سخت آواز میں بولا جناب اب نماز عصر کا وقت آ گیا ہے۔ سب لوگ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے میں جماعت سے ذرا ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور دل میں کہتا تھا کہ زمین پھٹ جاتی تو میں سما جاتا، ان جوانوں کے شملے، نماز کی مختلف حرکتوں سے کبھی پیچ کھاتے اور کبھی کھل جاتے تھے، وہ نہایت بلند آواز سے بار بار اللہ اکبر کہتے تھے اور یہ پر جلال آواز میرے دل میں وہ اثر کرتی تھی کہ موحدین اور متکلمین کی تحریروں نے کبھی نہیں کیا تھا، میرے دل پر شرم اور انفعال کا وہ اثر تھا جس کے ادا کرنے کے لیے مجھ کو کوئی لفظ نہیں ملتا، یہ گروہ جو ابھی میرے سامنے گردن جھکا رہا تھا صاف محسوس کرنے لگا کہ نماز نے ان کو دفعتہً مجھ سے بہت زیادہ معزز اور بلند مرتبہ کر دیا ہے اور اگر اس وقت میں اپنے دل کے کہنے پر چلتا تو بے ساختہ چلا اٹھتا کہ ''میں بھی خدا کا معترف ہوں، مجھ کو بھی نماز کا ادا کرنا آتا ہے۔''

حقیقت میں وہ عجیب دلفریب سماں تھا، وہ اپنے معمولی لباس کے ساتھ کس باقاعدگی سے نماز ادا کر رہے تھے اور ان کے پہلو میں گھوڑے اس طرح چپ چاپ کھڑے تھے کہ گویا نماز کے ادب نے ان کو سرنگوں کر دیا ہے، گھوڑوں کا یہ درجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کمال محبت کی وجہ سے جبریل کی ہدایت کے موافق ان کے منہ کو اپنی ردا سے پوچھتے تھے۔

ان وسیع میدان میں صرف ایک میں تھا جو تنگ فوجی لباس میں تھا، جو انسان کو شکنجہ میں کس دیتا ہے اور جس سے کسی قسم کی شان کا اظہار نہیں ہوتا، میری حالت سے بے دینی ٹپک رہی تھی، حالاں کہ میں اس وقت ایسے مقام میں تھا، جو مذہب کا مولد و منشا ہے، اس عبادت گذار گروہ کے آگے جو اپنے خدا کے آگے بار بار نہایت خشوع سے نماز کے فرائض اس دل سے بجا لا رہا تھا جو سچائی اور ایمان سے لبریز تھا، میں بالکل ایک جمادیا کتا معلوم ہوتا تھا، اس حالت میں مجھ کو توراۃ کی وہ آیت یاد آئی کہ خدا سام کے خیمہ میں سکونت کرے گا اور یافث کی اولاد کو ترقی دے گا، یہ دونوں گروہ اس وقت یکجا تھے،

Marfat.com

یعنی وہ نماز گذار جو سام کی اولاد سے تھے اور جو اپنے مذہب اور اس خدا پر نثار تھے جو ابراہیم علیہ السلام کے خیمہ میں داخل ہوا تھا اور میں یافث کی اولاد ہوں اور جس کا شہرہ صرف فتوحات اور لڑائیوں پر موقوف ہے۔(4)

اس کے بعد مصنف نے کتاب لکھنے کا سبب اور پس منظر بیان کیا ہے۔

غرض جب منزل ختم ہوگئی اور میں فرودگاہ پر واپس آیا تو جو خیالات میرے دل میں آئے تھے ان کو قلم بند کرنے لگا، اس وقت میں محسوس کر رہا تھا کہ مجھ کو اسلام کی حلاوت اپنی طرف کھینچ رہی ہے، گویا میں نے اس سے پہلے کبھی کسی صحرا میں کسی قوم کو عبادت بجالاتے دیکھا ہی نہیں تھا، مجھ کو اس وقت عیسائیوں کے خیمے یاد آ گئے، جہاں صرف عورتوں کی پرستش کی جاتی ہے اور اس خیال سے مجھ کو یورپ کی بددینی پر غصہ آ گیا۔

یہ میری عمر کا وہ زمانہ تھا جب عقل مشکلات کا حل کرنا نہایت آسان سمجھتی ہے اور جب انسان تمام چیزوں کو سطحی نگاہ سے دیکھتا ہے، جب کہ محض خیال، نکتہ چینی اور تحقیق کا منصب حاصل کرتا ہے اور جب کہ انسان کے اعتقادات بے قید ہو جاتے ہیں، یہ وہ عمر ہے کہ اگر اس عمر کو آدمی انصاف سے کام لیتے تو تصنیف و تالیف کو ہاتھ تک نہ لگاتے، میرا خیال تھا کہ مذہب کی شان، مذہب کی سچائی کی خود ایک بہت بڑی دلیل ہے، میں اسلام کے متعلق کچھ لکھنے لگا اور مجھ کو کچھ خبر نہ تھی کہ قلم اس وقت بالکل دل کے قابو میں ہے۔

کتاب کے شائع کرنے سے پہلے مجھ کو یہ بتانا ضرور ہے کہ مجھ کو اسلام کے متعلق کچھ لکھنے کا کیا خاص حق حاصل ہے، میں نے مدت تک اہل عرب کے ساتھ زندگی بسر کی ہے اور مشرقیوں کے مزاج اور طبیعت کے دریافت کرنے میں اکثر مصروف رہا ہوں، میرا طریقہ وہی ہے جو الجزائر کے مستعربوں کا ہے اور اسی بنا پر میں سب سے پہلے معزز مستشرقوں سے بہ ادب و نیاز یہ درخواست کرتا ہوں کہ مجھ کو ان لوگوں کی فہرست میں نہ داخل کریں جن کا یہ حال ہے کہ وہ عرب کا رخ کرتے ہیں اور چند روز کیا سیاحت میں ادھر ادھر کی گپیں سن کر اسلام کے متعلق لکھنے بیٹھ جاتے ہیں، اس لیے ان کی تحریر محض شاعرانہ ہوتی ہے، یہاں تک کہ مانسیو لوازون بھی اس قسم کی لغزش سے نہ بچ سکا،

Marfat.com

اس کا قلم سبک سر ہو کر تخیلات کی کشش میں آ گیا، اس کو مشرق کی ہر چیز بھلی معلوم ہوتی تھی، اس کی راہ میں اسلام کے متعلق ایک فسانہ گو کی رائیں ہیں، نہ کہ حکیمانہ اور محققانہ ہیں۔(5)

مصنف نے اپنی کتاب کے پہلے باب میں محمد ﷺ کی مختصر سوانح عمری لکھی ہے وہ لکھتا ہے۔

محمد ﷺ کی سچائی

تلمسان کے ایک طالب العلم سے میں مذہبی مباحثات کیا کرتا تھا، وہ جب مناظرہ سے گریز کرنا چاہتا تھا تو کہتا تھا کہ عیسائی تو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کی اولاد ہے اور محمد ﷺ جادوگر تھے، اس کے یہ الفاظ حقارت سے لبریز ہوتے تھے، جس طرح کسی بت پرست سے اس کی حالت پر ترس کھا کر خطاب کیا جائے، حالانکہ یہ طالب العلم میرا بہت ادب کرتا تھا اور مجھ سے بہت دوستانہ تعلقات رکھتا تھا، اس کا خیال تھا کہ جس طرح محمد (رسول اللہ ﷺ) کا ساحر ہونا، افترائے محض ہے، اسی طرح تثلیث کا اعتقاد بھی محض تہمت ہے اور یہ کہ ایسی قوم سے جو اس قسم کی لغو باتوں کے قائل ہوں گفتگو کرنا بھی عبث ہے۔

لیکن اگر مسلمانوں کو وہ قصے معلوم ہوں جو عیسائیوں میں قرون وسطیٰ کے زمانہ میں مشہور تھے اور ان گیتوں سے اطلاع ہو جو عیسائیوں میں گائے جاتے تھے تو معلوم نہیں مسلمانوں کو کس قدر حیرت ہوگی، بارہویں صدی عیسوی کے قبل تک جس قدر گیت ہم لوگوں میں پھیلے ہوئے تھے گویا سب ایک دماغ کے نتیجے تھے، یہی گیت ہیں جن کی بدولت کروسیڈ کی لڑائیاں برپا ہوئیں، ان سب کا موضوع مسلمانوں سے سخت تنفر پیدا کرنا تھا، اجس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے مذہب سے لوگ بالکل جاہل تھے، انہیں گیتوں نے ان بے ہودہ روایتوں کو دلوں میں راسخ کر دیا اور انہیں کی بدولت یہ غلط فہمیاں قائم ہو گئیں، جن میں سے اکثر آج بھی قائم ہیں۔

ان گیتوں کے گانے والے عموماً یقین رکھتے تھے کہ مسلمان مشرک اور بت پرست ہیں اور وہ تین خدا کے قائل ہیں، جن کے درجے مختلف ہیں، ایک کا نام ماہوم یا ماہون یا بافومید یا ماہومید ہے، دوسرا ابلیس، تیسرا ترفاجان، ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ محمد ﷺ نے اپنے دین میں اپنے آپ کو بھی خدا قرار دیا تھا، لطف یہ ہے کہ محمد ﷺ (جو درحقیقت بت کے دشمن اور بتوں کے برباد کرنے والے تھے) نے اپنی صورت کا ایک زریں بت بنایا تھا اور لوگوں سے اس کی پوجا کراتے تھے، جیسا کہ لرلوقنجیوں کا اعتقاد تھا، یہ لوگ بیان کرتے

Marfat.com

ہیں کہ جب عیسائیوں نے مسلمانوں پر فتح پائی اور ان کو سرقوسطہ کی دیوار تک ہٹا لے گئے تو مسلمانوں نے جا کر اپنے تمام بت جن کو وہ پوجتے تھے توڑ ڈالے، چنانچہ عہد وسطیٰ کے ایک منشد کا بیان ہے کہ مسلمانوں کا خدا ابلیس ایک غار میں تھا، مسلمانوں نے اس پر پتھر برسائے اور خوب دل کھول کر اس کو گالیاں دیں، پھر سولی پر چڑھا اور خوب پامال کیا اور مارے ڈنڈوں کے اس کے ریزے ریزے کر دیے۔

ماہومد کو جو دوسرا خدا تھا، ایک گڑھے میں پھینک دیا، یہاں تک کہ سور اور کتے اس کو نوچتے اور روندتے تھے، اس طرح کی اہانت کبھی کسی خدا کی نہیں ہوئی تھی لیکن مسلمانوں نے پھر توبہ کی اور اپنے خداؤں سے معافی چاہی اور ان کی مرمت واصلاح کی، اسی بنا پر امپرر کالوس جب سرقوسطہ میں داخل ہوا تو اس نے حکم دیا کہ یہ سارے بت برباد کر دیے جائیں، چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے کہ امپرر نے فرنچ کو حکم دیا کہ وہ شہر کے تمام گلی کوچوں میں پھرے، اور مسجدوں اور جامع مسجدوں میں گھس کر آہنیں گرزوں سے ماہومد اور تمام بتوں کو توڑ ڈالے، ریشار نے بھی اپنے اشعار میں یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ اشعار فی نفسہ بہت اچھے ہیں لیکن سرتا پا تہمت اور افترا ہیں، ان میں خدا سے یہ دعا مانگی ہے کہ ماہوم کی پرستش کرنے والے برباد ہو جائیں، پھر شرفائے ملک کو جنگ مقدس کی ترغیب دی ہے اور ان کو ان الفاظ میں نصیحت کی ہے، ''اٹھو اور ماہومید، ترفاجان کو برباد کر دو، ان کو آگ میں ڈال دو اور خدا کے آگے 20 قربانی پیش کرو'' ان شعراء کا خیال تھا کہ ماہوم کا بت نہایت اعلیٰ درجہ کی کاری گری کے ساتھ قیمتی پتھروں اور جواہرات سے بنایا جاتا تھا، چنانچہ اگر کوئی شخص رولان کے اشعار پڑھے تو عجب نہیں کہ قسم کھانے پر تیار ہو جائے کہ شاعر چشم دید واقعات بیان کر رہا ہے، ان اشعار میں بیان کیا ہے کہ یہ بت خالص سونے چاندی کے تھے اور اگر تم ان کو دیکھتے تو تم کو یقین آ جاتا کہ ان سے بڑھ کر خوبصورت، شاندار، لطیف الصنعۃ، پر رعب ہونا عقل میں نہیں آ سکتا، ماہوم بالکل خالص چاندی اور سونے کا بنا ہوا تھا اور اس کی چمک دمک سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں، وہ ایک ہاتھی پر دھرا ہوا تھا جس کا ہودج اعلیٰ سے اعلیٰ کاریگری کا بنا ہوا تھا، وہ اندر سے خالی تھا اور اس وجہ سے اس کی چمک پھوٹ کر نکلتی تھی، اس میں نہایت قیمتی جواہرات جڑے ہوئے تھے اور اس کا اندر کا حصہ چمک کی وجہ سے باہر سے نظر آتا تھا، یہ ایک ایسی کاریگری تھی جو بالکل بے نظیر تھی، چوں کہ دیوتاؤں کا قاعدہ ہے کہ مشکل کے وقت وحی بھیجتے ہیں، اس لیے جب مسلمانوں نے ایک معرکہ میں شکست کھائی تو ان کے سردار نے مکہ میں مدد مانگنے کے لیے قاصد بھیجا، اس وقت ان کا دیوتا ماہومد بڑی شان وشوکت سے دمامہ ونقارہ کے ساتھ آیا، جس کی گونج

Marfat.com

دور دور تک جاتی تھی، بعض بانسری بجاتے آتے تھے اور بعضوں کے ہاتھ میں چاندی کی جھانجھ تھی اور یہ سب کے سب ماہومد کے گرد اگرد ناچتے اور بڑے زور سے گاتے آتے تھے، اس ساز و سامان کے ساتھ فرودگاہ میں پہنچے جہاں خلیفہ اسلام ان کا انتظار کر رہا تھا، جب خلیفہ نے ماہومد کو دیکھا تو نہایت خضوع اور ادب کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور بندگی بجالایا۔

اس کے بعد ریشار نے بیان کیا ہے کہ یہ بت پرست کیوں کہ اس مجوف بت سے جس کے اندر کی چیزیں باہر سے نظر آتی تھیں، دعائیں مانگتے تھے، ریشار کا بیان ہے کہ اس بت اندر جادوگروں نے ایک عفریت کا بند کیا تھا، وہ اچھلتا کودتا تھا اور پھر اس نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر باتیں کیں۔(6)

یہ کتاب بے حد مفید اور معلوماتی ہے اور استشراق کے چہرے سے نقاب اٹھاتی ہے ہماری آئندہ کتاب میں ہم اس کے مزید ابواب آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔

Marfat.com

Marfat.com

NOTES

Books List A

Stanley Lane-Poole (18 December 1854 - 29 December 1931)
Studies in a Mosque (Cairo, February 1883)
The Story of the Moors in Spain (1886)
The Speeches and Table-Talk of the Prophet Mohammad (1893)
Saladin: All-Powerful Sultan and the Uniter of Islam (1898)
Sir Thomas Walker Arnold (1864, Devonport, Devon - 1930)
The preaching of Islam: (1896)
Painting in Islam, (1928. reprint ed. 1965).
Aloys Sprenger (3 September 1813 - 19 December 1893)
Ibn Hajar's biographical dictionary of persons who knew Mohammed. (1856)
Edward William Lane (17 September 1801—10 August 1876)
Arabic-English Dictionary (1842)
A.J. Wensinck
Concordance et Indices de la Tradition Musulmane: les Six Livres; le Musnad d'Al-Darimi; le Muwatta de Malik; le Musnad de Ahmad Ibn Hanbal
Guy Le Strange
The Lands of the Eastern Caliphate (1905)
Adriaan Reland (July 17, 1676 - February 5, 1718)
Palaestina ex monumentis veteribus illustrata - a detailed geographical survey of biblical Palestine written in Latin and published by Willem Broedelet, Utrecht, in 1714.
De religione Mohammedica libri duo - the first European work to attempt to describe the Islamic religion in a relatively objective way, published in 1705.
Miguel Asín Palacios (1871--1944)
Algazel. dogmática, moral y ascética (1901)

Books List B

Philip Khuri Hitti (1886 - 1978)
History of the Arabs (1937)
The Arabs: a short history (1943)
Reynold Alleyne Nicholson, (August 18, 1868 -- August 27, 1945)

Marfat.com

A Literary History of the Arabs (1907)
Carl Brockelmann (1868–1956)
Geschichte der arabischen Litteratur (1898–1902) (History of Arabic literature)
Goldziher,
Introduction to Islamic Theology and Law,
Joseph Schacht, (15 March 1902 - 1 August 1969)
Origins of Muhammadan Jurisprudence (1950)
Wilfred Cantwell Smith (July 21, 1916 – February 7, 2000)
Islam in Modern History: (1957)
William Montgomery Watt (14 March 1909 – 24 October 2006)
Muhammad at Mecca (1953)
Muhammad at Medina (1956)

Books List C

Syed Ameer Ali C.I.E. (1849–1928)
A Critical Examination of the Life and Teachings of Mohammed (1873)
The Personal Law of Muhammedans (1880)
The Spirit of Islam (1891)
A Short History of Saracens (1898)
Salahuddin Khuda Bakhsh (1877 – 1931)
Contributions to the History of Islamic Civilization
Muhammad Hamidullah Hedrabadi(February 9, 1908 – December 17, 2002)
Introduction to Islam by Muhammad Hamidullah (1969)
Battlefields of the Prophet Muhammad by Muhammad Hamidullah (1992)
Le Coran - Et la traduction française du sens de ses versets by Muhammad Hamidullah (2001)
Professor Muhammad Mustafa Al-Azami
On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence
Zafar Ali Qureshi
Prophet Muhammad and his Western critics

Marfat.com

Chapter 1

1. R A Nicholson; History of Arabs, 1907.
2. Phillips K Hitti; Islam and the West.

Chapter 2

1. Allama Shibli NomaniSeerat-un-Nabi (Sallallahu Alaihi Wasallam)
2. Outside the Box: Corporate Media, Globalization and the UPS Strike (University of Illinois Press, 2007),
3. Moeflich Hasbullah, HARMONI, Jurnal Multikultural & Multireligius, Volume IV, Nomor 13, Januari-Maret 2005
4. Dr. Abu Iman 'Abd ar-Rahman Robert Squires ORIENTALISM, MISINFORMATION AND ISLAM.
5. Unveiling Islam, by Roger Du Pasquier.
6. Columbia News, Published: Sep 25, 2003.
7. Amardeep, An Introduction to Edward Said, Orientalism, and Postcolonial Literary Studies Friday, September 24, 2004.
8. Maurice Bucaille, The Bible, the Qur'an and Science, 1976 p 118.
9. Zafar ali qureshi, Reasons for Orientalists' Hostility towards Prophet Muhammad (SAW)
10. Abu Saif, Muslim Response to Orientalism -2008.

Chapter 3

1) Dr A Q Geelani, Islam, Muhammad [PBUH] and Orientalists. P19.
2) Toynbee, A.J.: A Study of History, Vol. 11 p.217.
3) 'The War You Don't See', 2010 British documentary John Pilger and Alan Lowery.
4) 'The War You Don't See'.
5) 'The War You Don't See'.
6) R.W. Southern (1962). Western Views of Islam in the 7. Middle Ages. Cambridge: p. 18.
7) Ibid: p. 37.
8) Norman Daniel: The Arabs and Mediaeval Europe.
9) Tolan, Saracens, 319-20
10) Henry Pirenne: A History of Europe.
11) R.W. Southern (1962). Western Views and Luther on Islam and The Papacy by Dr F. Nigel Lee
12) R.W. Southern (1962). Western Views.

Marfat.com

13. Select Works John Bale, D.D. Bishop of Ossory. 1849. P 262
14. Ibid: p. 571 Liturgical Services. Liturgies and occasional forms of prayer set forth in the reign of Queen Elizabeth. P. 533

Chapter 4

1. English Translation of the Quran, Kaleem Ullah Khan July 2009
2. Ibid: p 2
3. Monthlycrescent.com
4. The Koran Interpreted – A J Arberry
5. Laleh Bakhtiar: An American Woman, Translates the Qur'an by Andrea Useem, Religion BookLine
6. Iran Daily, October 18, 2010
7. Islamic missionaries to China 1999
8. Chinese Muslim Assoc. 1964, p. 844
9. Ivo Spira-Chinese Translations of the Qur'ān: 2005
10. Research Centre for Islamic History, Art and Culture Turkey
11. The South Asian Qurans – Vikas kumar September 21, 2011
12. A Brief Survey of the Publication of the Glorious Qur'an in the West By: Abbas Ahmadvand
13. Michael Khodarkovsky, Russia's Steppe Frontier 2002 page 39.
14. Catherine's secretary Alexander Khrapovitskiy wrote in his diary on 17 December, 1786 Catherine's words that she said to the general attorney duke Alexander Vyazemskiy: "During a conversation with G.A. (general attorney – E.R.) about mosques built on the border for the Kirgiz population and the order to print Alcoran it was that it was done not for introducing Islam but to catch on hook". This was kindly pointed by A. Crooming.

Chapter 5

1. John Davenport: An Apology for Muhammed and Koran, 1882 p 64
2. Angela Nuovo, A lost Arabic Koran Rediscovered: 1987
3. Johannes Pedersen; The Arabic Book, p 135,
4. Ibid: p 136
5. Miroslav Krek, The Enigma of the First Arabic Book Printed from moveable type, 1979, p 211 – 212
6. Arjan van Dijk Early Printed Qur'ans: The Dissemination of the Qur'an in the West, Journal of Qur'anic Studies. Volume 7 (2): 136 Edinburgh University Press – Oct 1, 2005
7. BBC, 4 may 1999 World: Middle East Koran misprint sparks Kuwaiti crisis
8. Watson, William J. (1968), "İbrāhīm Müteferrika and Turkish Incunabula", Journal of the American Oriental Society 88 (3): 435–441

Marfat.com

9. Paul Lunde Arabic and the Art of Printing March/April 1981 print edition of Saudi Aramco World

The first edition of the 'Koran,' tliat of Alexander Paganini, of Brixan, appears to have been published at Venice, about the year 1599, according to some, but about 1515 or 1530, according to others. It was burnt by order of the Pope.

Chapter 6

1. Early Printed Qur'ans: The Dissemination of the Qur'an in the West. [IDC].
2. Europeon Traditions in the Study of Religion in Africa Edited by Frieder Ludwig and Afe Adogame 2004 pp57-58
3. German Literature in the Middle East by University of Michigan 2011, p 122
4. Hartmut Bobzin, Die Bibel der Sarazenen. Der Koran auf Deutsch: 2001.
5. Germany and the Qur'an MURAD W. HOFMANN
6. Encyclopaedia Iranica
7. B. Karliga, "The Horizon of Katip Celebi's Thought" in the MuslimHeritage.com
8. Maqalaat-e-Sulaiman, V 5, p 44
9. Oriental Study and Research Catholic Encyclopedia
10-11 Encyclopædia Britannica 1911
12. The Jewish Encyclopedia New York.1906
13. Books by Rudi Mohammed and the Koran, Stuttgart: 1957. The world of Islam and the present, 1961

(A) (Alcoranus Mahometicus, which is that Turks' Qur'an, religion, and superstition, from which can be learned where and how their false prophet Mohammed originated, to what occasion he invented and composed his tales and his ridiculous and foolish doctrine)

Chapter 7

1. "The Bulgarian Koran", in The Muslim World, vol. 23, 1933,
2. Ibid: vol. 14, 1924, pp. 5-9.
3. A Study of the Fatwa by Rashid Rida on the Translation of the Qur'an By Mohamed A. M. Abou Sheishaa
4. Dr Israr Ahmad. Tauruf-E-Qur'an p 7
5. Ibid: pp. 61-62
6. Arthur Jeffery, Materials for the History of the Text of the Quran: 1937, pp. 3-4.
7. Richard Bell, Introduction to the Qur'an 1994, pp. 41-42.
8. Der Koran. von Herrmann Reckendorf 1857

Marfat.com

9. Abdul Saleeb and R. C Sproul;
10. Syed Moududi; Tafheem-ul-Quran
11. Dark Side of Islam 2003
12. Syed Moududi; Tafheem-ul-Quran
13. Islam is growing 2000.net
14. Hussein Abdul Raof Qur'an Translation p 179
15. A.L. Tibawi, 'Is the Quran Translatable? Early Muslim Opinion', 1962
16. Quoted by various scholars Muhammad B. Idris ash-Shafi'I, Ar-Risalah Fi Usul al-Fiqh, ed. by Ahmad Muhammad Shakir. 1940, pp. 8-9.
17. Abu Hamid al- Ghazali, 'Ilm al-Kalam,
18. Al-Munajjid and Khuri, Fatawa al-Imam Muhammad Rashid Rida, Dar al-Kitab al-Jadid, Beirut, 1970, quoted by Mohamed A. M. Abou Sheishaa
19. Rida Encyclopedia of the Middle East
20. Sheikh Muhammad Hasanayn Makhluf. All Things About Quran As A Miracle And English Translation Of It.
21. By: alireza sadeghi ghadi Makhluf, Muhammad Hasanayn, Risala fi Hukm Tarjamat al-Qur'an al-Karim wa-Qira'atihi wa-Kitabatihi bi-ghayr al-Lughati al-'Arabiyya, Matba'at Matar, Cairo, 1343/1925, p. 2. Mohamed A. M. Abou Sheishaa A Study of the Sources: Fatwa by Rashid Rida on the Translation of the Qur'an British Muslim Heritage Marmaduke Pickthall a brief biography

Chapter 8

1) From Writings, by St John of Damascus, The Fathers of the Church, vol. 37, 1958
2) Genesis 16:7-8, King James Version (KJV)
3) The Chronicle of Theophanes Anni mundi (A.D. 602-813)
4) Ibbid: 2
5) Von Grunebaum, quoted by Hamid Dabashi. In Authority in Islam 1989, p11
6) Theodore Abū Qurrah, translated by John C. Lamoreaux,
7) S.H. Griffith, 'Theodore Abū Qurrah's Arabic Tract on the Christian Practice of Venerating Images'
8) Nasir Khan. Perceptions of Islam in the Christendoms, A Historical Survey p 143
9) Dr. George Khoury The Arabic Christian Literature
10) Ibn an-Nadim, Fihrist, ed. Fugel, p. 234
11) Dr. George Khoury
12) The dialogue of Patriarch Timothy I with Caliph Mahdi

Marfat.com

13) Nasir Khan. Perceptions of Islam p 179 Mathew Paris. English History Vol 11 p 501 Turpin History of Charls the Great pp. 27-30 Risalat Al-Kindi, Cairo 912,
14) Dr Geelani; Islam, Muhammad [PBUH] and Orientalists. P. 188

Chapter 9

1. Norman Daniel; The Arabs and the Mediaeval Europe
2. Kenneth M Setton. Western Hostility to Islam, 1992, p 11
3. John Joseph. Muslim Christian Relations 1983. p 1
4. Ibid: p.10
5. Ibid: p 11
6. David W. TSCHANZ Hunyan Ibn Ishaq- The Great Translator
7. BBC Radio 42 Oct 2008, 21:30
8. S.M. Nadvi. Tareekh-E-Islam V 3 P 179 Imam Hafiz Jalaluddin as Suyuti
9. Tareekh-ul-Khulafa P 471
10. Ibid: pp 477-478
11. Akbar Shah Najeebabadi. The History of Islam 2001. V 2 p 468
12. Shouyi, Bai; 2003. A History of Chinese Muslim (Vol.2). Beijing:
13. R. C. Zaehner, DTZ (1961)

Chapter 10

1. Nasir Khan. Perceptions of Islam in the Christendoms, A Historical Survey p 186
2. Newman, N.A., ed. 1993. The early Christian–Muslim dialogue:
3. John Victor Tolan; Medieval Christian Perception of Islam 2000
4. Hugh Goddard A History of Christian Muslim Relations 2000, p 57
5. John Victor Tolan; Medieval p 57
6. Translation Qur'an. Dr M Tahir-ul-Qadri
7. Abdel Haleem, Qur©an, p. 444. Quoted by Christos Simelidis Speculum A
8. Journal of Medieval Studies October 2011
9. Al-Tabarı, quoted by Van Ess, The Youthful God, p. 1
10. G.E. von Grunebaum, Medieval Islam: A Study in Cultural Orientation p 43

When the Christian looked upon Islam, his primary task was not to study this phenomenon of an alien faith that seemed both akin to and apart from his own but rather to explain the unexplainable, to wit, the artful machinations by which Mohammed had won over his people to the acceptance of his absurd confabulations. There is always, even in the most aggressive and contemptuous discussions of Islam, an element of apologetic self-defence in the utterances of the Christian writers, almost a touch of the propaganda for the home front. It is as if only the most derogatory presentation of the

Marfat.com

despicable but powerful enemy could allay the suspicion that his case be stronger than it was wise to admit. It is not surprising, then, that Christianity, Eastern and Western alike, got off to a wrong start in their approach to Islam and its founder.
G.E. von Grunebaum, Medieval Islam: A Study in Cultural Orientation,

Chapter 11

1. Dr A Q Geelani, Islam, Muhammad [PBUH] and Orientalists. P 171
2. Sevilla a Cominzos del Sigio, quoted by Juan Vernet; Legacy of Islam p 486
3. Gene W. Heck When worlds collide: 2007. pp 171-173
4. Islam and Orientalists. Shibli Academy
5. 10 People Who Sold Their Soul To The Devil.listverse.com
6. Encyclopedia: Frederick II, Holy Roman emperor and German king
7. Molana A Nadvi; Islami Uloom aur Orientalists 1982
8. Abdurrahman Badawi; The Toledo School, 1991
9. C. H. Haskins, Renaissance of the Twelfth Century, p. 287
10. M.-T. d'Alverny, "Translations and Translators, pp. 429, 455
11. Jacquart, Danielle, "The Influence of Arabic Medicine in the Medieval West

Chapter 12

1. Thomas Knierim ;Pre-Socratic Greek Philosophy. p 2
2. Arthur Fairbanks; The First Philosophers of Greece. 1898 p 142
3. Ibid: p 235
4. Ancient Classical History website
5. Stanford Encyclopaedia of Philosophy
6. Greek Philosophy; al-islam.org
7. Plato's Euthyprho, Apology of Socrates and Crito, Clarendon 1924. P 151
8. Bernard SUZANNE; Plato and his dialogues

Chapter 13

1. Dr A Q Geelani, Islam, Muhammad [PBUH] And Orientalists. P 119
2. Thomas Aquinas; ON THE UNIQUENESS OF INTELLECT AGAINST AVERROISTS
3. Allama Shibli Nomani; Muarif 1935 p 11
4. ISLAM AND THE WEST; HRH The Prince of Wales. at the Sheldonian Theatre, Oxford on the occasion of his visit to the Oxford Centre for Islamic Studies: 27/10/ 1993

Chapter 14

1. Molvi Qazi Saracen, Muarif 1933 p 23
2. The origin of the word "Arab" Ismaili.net

Marfat.com

3. 1911 Encyclopædia Britannica/Saracens
4. Nelson's Encyclopaedia
5. A Dictionary of World History | 2000 |
6. World Encyclopedia | 2005 |
7. The Concise Oxford Dictionary of the Christian Church | 2000 |
8. The Columbia Encyclopedia, 2011 and Online Etymology Dictionary
9. John of Damascus, polemical work 749 CE
10. Encyclopedia of Islam
11. Matthew Paris: English History, Vol. 1, p 15
12. Edward Gibbon; History of the Decline and Fall of the Roman Empire p 447
13. Ibid: p 449
14. Edward Pococke; History of the Roman Empire Rev. Charls Forster. Historical Geography of Arabis vol 2 pp11-33,
15. Giuseppe Simone Assemani, (1740–1755)
16 Online Etymology Dictionary
17 Edward Pococke; History of Arabs
18 Theodor Nöldeke; The Historians' History of the World, 1904
19 The Economist, Burlin, 1September 2010
20 Janice J. Terry, Mistaken Identity
21 Jack Shaheen, The TV Arab 1984
22 Ayad al-Qazzaz Arab World: A Handbook for Teachers Ayad al-Qazzaz

Chapter 15

1. William of Tripoli; Notitia De Machometo
2. William, Tractatus de Statu Saracenorum,
3. Clinton Bennett; In Search of Muhammad 1998 P 85
4. Cited in M Beaumont; Christology in Dialogue with Muslims p 114
5. John V Tolan; Saracens 2002, p 171
6. Cf R. W. Southern; Western views of Islam In the Middle Ages
7. K. M. Setton. Western Hostility to Islam
8. Cf R. W. Southern; Western views of Islam In the Middle Ages
9. Ibid: p 68
10. G.E. von Grunebaum, Medieval Islam: A Study in Cultural Orientation p 53
11. Dr A Q Geelani, Islam, Muhammad [PBUH] and Orientalists. P 142
12. Samuel M. Zwemer. Raymund Lull, First Missionary to the Moslems. 1902. pp 143-146
13. David Wilkinson, Studying the History of Intercivilizational Dialogues

Marfat.com

Chapter 16

1. Norman Daniel; The Arabs and the Mediaeval Europe
2. Keran Armstrong; Prophet Muhammad and the Middle Ages III
3. Nicholas of Cusa in Search of God and Wisdom, ed. Gerald Christianson and Thomas M. Izbicki (Leiden: E.J. Brill, 1991) Quoted by Leo D. Lefebure. "Healing Interreligious Relationships." Religions: Journal of the Doha International Conference for Interreligious Dialogue (2009)
4. Gerard A. Wiegers: Islamic Literature in Spanish and Aljamiado p 69
5. L P Harvey; Islamic Spain 1200-1550 p 78
6. Biography: Ice de Gebir: Castillian Spanish Faqih and author by Khalid
7. John of Segovia; "De mittendo gladio in Saracenos.

Chapter 17

1. Keran Armstrong; Prophet Muhammad and the Middle Ages
2. Dr A Q Geelani, Islam, Muhammad [PBUH] And Orientalists. P 146
3. Nicholas of Cusa; Cribratio Alchoran Book 3, Chapter 5.
4. Genesis 22:16
5. R. W. Southern; Western views of Islam In the Middle Ages
6. G. Toffanin; Lettera a Maometto, 11, pp. 113-4 Quoted by R.W. Southern Western Views of Islam in the Middle Ages. p. 100. Translation by Dr A Q Geelani, Islam, Muhammad [PBUH] And Orientalists. P 147

Chapter 18

1. Al-Tabāri's history, the Ta'rīkh (Vol. I)
2. Ibid: Introduction
3. Syed Moududi; Tafheem-ul-Quran Syed Moududi Vol 111 p 204
4. Ibid: p 206
5. Tafsir al-Jalalayn, trans. Feras Hamza 2012 Royal Aal al-Bayt Institute for Islamic Thought, Amman, Jordan
6. Al-Wahidi; Asbab Al-Nuzul
7. Tafheem-ul-Quran p 208
8. Dr F Ajmeri - Dawat-Ul Quran - Volume 2, Page 1127
9. Sahi Bukhari

10 Rev. F A Klein; The Religion of Islam p 20

10. Ibid: p 21
11. Shorter Encyclooedia of Islam
12. Montgomery Watt; What is Islam p 41
13. William Muir, The Life of Mahomet, 1878, page 88
14. axime Rodinson; Mohammed. 1961, page 106
15. Halliday, Fred; 100 Myths about the Middle East

Marfat.com

16. "Muhammad", Encyclopedia of Islam Online.
17. J Burton; "Those are the high-flying cranes", Journal of Semitic Studies
18. G.R. Hawting; The Idea of Idolatry and the Emergence of Islam. 1999, page 135
19. G.R. Hawting; The Idea of Idolatry and the Emergence of Islam. 1999, page 135
20 Shahab Ahmed is Associate Professor of Islamic UK Shari'ah Counsel from the book PROCEEDINGS OF THE PANEL ON "CORRECTION OF ERRONEOUS INFORMATION PUBLISHED ON ISLAM AND MUSLIMS" THE CASE OF THE SATANIC VERSES - by The Islamic Educational, Scientific, and Cultural Organization - ISESCO, 1413 AH/1992 AD.. BOOK The Idea of Idolatry and the Emergence of Islam by G R Hawting Source: http://www.islam-qa.com/en/ref/4135"Those Are The High Flying Claims" M S M Saifullah, Qasim, Iqbal, Mansur Ahmed & Muhammad Ghoniem© Islamic Awareness,

Chapter 19

1. Dr A Q Geelani, Islam, Muhammad [PBUH] and Orientalists. P 132
2. Gustave LeBon; Tamaddun-E-Arab 1997 p 454
3. Edward Gibbon; History of the Decline and Fall of the Roman Empire p 411
4. H G Wells.The Outline of History. 1919 p41
5 Phillips K Hitti; History of the Arabs p 636
6 Gustave LeBon; Tamaddun-E-Arab 1997 p 456
7 Ibid; p 458
8 Gibbon; History of the Decline p 421
9 Gustave LeBon; Tamaddun-E-Arab 1997 pp 460-61
10 Ibid: p 462
11 Dr A Q Geelani, Islam, Muhammad [PBUH] p 133
12. Arthur James Grant; A History of Europe
13. Phillips K Hitti; History of the Arabs
14. Medieval Sourcebook: Raymond d'Aguiliers: Historia francorum qui ceperint Jerusalem chapter 12
15. Norman Daniel: The Arabs and Mediaeval Europe
16. Edward Gibbon; The life of Saladin P 499
17. Stanley Lane-Poole; Saladin and the Fall of the Kingdom of Jerusalem (1903) P 202
18. Ibid: pp 205-05 and 314

Chapter 20

1. Allama Shibli Nomani; Islam and Orientalists. Vol. 4 p 71
2. J J O'Connor and E F Robertson The Impact of Muslim Science

Marfat.com

Chapter 21

1. An Account of the Rise and Progress of Mahometanism 1911 p v
2. Ibid: Chapter V p 80
3. Ibid: p 87
4. Ibid: p 180
5. Ibid: pp 182-3
6. Abdal Hakim Murad; British and Muslim?
7. Dr Zulfiqar Ali Shah; Founding Father's of America's Indebtedness to Islamic Thought
8. www.newtonproject.sussex.ac.uk The Newton Project

Chapter 22

1. George Sale; The Qur'an, 1734, P 10
2. Ibid: p14
3. Ibid: Chapter 11:1
4. -S A Hussain; Qu'ran and Orientalists 1982

MARRACCI, N J Dawood, R Bell

1. Mills, Charles (1818). On history on Muhammedanism. P 268
2. Quoted by ZIAD ELMARSAFY, The Enlightenment Qur'an The Politics of Translation and the Construction of Islam 09.
3. John Davenport: An Apology for Muhammed and Koran, 1882 p 62
4. Ziauddin Sardar;Lost in translation. 2004
5. Books by Dawood English translations of the Qur'an 1956 Tales from the One Thousand and One Nights Muqaddimah of Ibn Khaldun.
6. Books by Bell Translation of the Qur'an, 1937 Introduction to the Qur'an 1953, (revised in 1970 by W. Montgomery Watt.) The Origin of Islam in its Christian Environment"
7. Guillaume, Alfred, "The Koran Interpreted [Review]" The Muslim World, V. 48, 1957,

Chapter 23

1. Mohammed and the Rise of Islam. 1905. Umayyads and 'Abbasids. 1907. The Early Development of Mohammedanism. 1914. Yaqut's dictionary of learned men.7 vols. 1908-1927. The Kitab al-Ansab of al-Sam'ani. 1911.
2. Mohammedanism. 1911.
3. Journal of the Royal Asiatic Society, 1925,
4. Margoliouth, Mohammad, pp85-6
5. The Encyclopedea of Religion and Ethics [ERE] pp 874-75
6. Jabal Muhammad Buaben, Image of the Prophet Muhammad in the West, 1996
7. Ibid, p 64
8. Surah Ash-Shams [91-1-11]

Marfat.com

9. Margoliouth, The Origins of Arabic Poetry 1925 Dr. Mohammad Moustafa Haddara, Arabic Poetry in the eyes of Margoliouth.
10. For quote, please see, 'On Pre-Islamic Poetry & The Qur'an' Qasim Iqbal & M S M Saifullah © Islamic Awareness, 1999 "Poetry in Arabic falls into sixteen different al-Bihar, viz., at-Tawil, al-Bassit, al-Wafir, al-Kamil, ar-Rajs, al-Khafif, al-Hazaj, al-Muttakarib, al-Munsarih, al-Muktatab, al-Muktadarak, al-Madid, al-Mujtath, al-Ramel, al-Khabab and as-Saria'.

Chapter 24

1. The Life of Mahomet and History of Islam to the Era of the Hegira Vols. 1-2, 1858, Vols. 3-4, 1861, The Apology of al-Kindy, 1882 Mahomet and Islam The Rise and Decline of Islam The Beacon of Truth; or, Testimony of the Coran to the Truth of the Christian Religion, 1894 The Mohammedan Controversy, 1897 The Teaching of the Coran
2. Syed A Khan, Khtbat-e-Ahmadia, 1870, p 12
3. Ibid: p7
4. Ibid: p8
5. Jhan –e-Kutub 2004
6. A Powell, Arvil, Muslims and Missionaries in India, UK, P 13
7. Molana Rehmat-Ulla-Keranvi, Izhar-Ul-Haq
8. Izhar-Ul-Haq, Introduction, Qatar, 1981
9. P Hardy, The Muslims of British India, 1972
10. Muir, The Life of Mahomet 1858, pp 121-122
11. Syed A Khan, Khtbat-e-Ahmadia, 1870, pp 355-356.
12. Syed Amir Ali, A Critical Examination, 1873, p 59
13. Syed A Khan, Khtbat-e-Ahmadia, 1870, p 389
14. bid: p390
15. Muir, The Life of Mahomet, Vol 11, 1858, p 151

Chapter 25

Index of Qur'an

1. Abbas Ahmadvand; Index of the Qur'an

E Pococke

1. New World Encyclipedia
2. RAY MOSELEY Al Arabiya London Al Arabia News 2011
3. Professor Khaliq A Nizami, 'Islam and Orientalists, India

Guillaume, Alfred

1. The Life of Muhammad. A translation of Ibn Ishaq's Sirat Rasul Allah. 1955 The traditions of Islam. 1924 (with Thomas Arnold) The Legacy of Islam. 1931 'Kitāb Nihājat al-iqdām fī ilm al-kalām / Abu- l-Fat Mu ammad Ibn- Abd-al-Karīm aš- Šahrastānī. 1934 Hebrew and Arabic lexicography Leiden: Brill, 1965 Islam. 1954

Marfat.com

2. A Guillaume; The Legacy of Israel

Chapter 26

A N WOLLASTON

1. 'History of the Wollastons'
2. BOOKS: The Religion of the Koran 1904, Sadi's Scroll of Wisdom, An English-Persian dictionary 1882 Half hours with Muhammad, 1892 The sword of Islam, 1905
3. The Religion of the Koran. P 11
4. Ibid: p 17

H Grimme

1. 1. Arthur Jeffery; The Quest of the Historical Muhammad. P 9
2. Ibid: p 10

Chapter 27

S M Zwemer

1. S M Zwemer 'Translation of Quran'muhammadanism.org
2. Reading Arabic 'hard for brain' By Katie Alcock10 September 2010 BBC
3. (Sh) Riyad Nadwi Oxford, UK 27th Ramadan 1431 www.occri.org.uk

P Casanova

1. M. A. Azmi Umri, Quran And Orientalists Darul-Mussannafeen, p 11 India 2006.
2. Ibid: p 12
3. Casanova "Mohammed et la Fin du Monde" (Paris, 1911-1921).
4. Casanova, Mohammed, 12; for a critical view, see Watt- Bell, Introduction, 53-4; see Caliph).

K Hendrik

1. Kraemer; The Christian Message in a Non-Christian World -1958. pp 216-17.
2. Ibid: p 220
3. Ibid: p 135
4. Dr A Q Geelani; Islam, Muhammad [PBUH] & Orientalists. P 156

Chapter 28

M WEBER

1. Economy and Society, 1978, The Sociology of Religion, Ephraim Fischoff (Translator)
2. Max Weber; The Sociology of Religion
3. Max Weber; Economy and Society, 1978
4. Max Weber's Sociology of Islam A Critique; Syed Anwar Husain
5. Ibid: p 3
6. Ibid: p 4

Marfat.com

7. Bryan s Turner; Weber and Islam 1974
8. Ibid: p 16
9. Ibid: p 17

Chapter 29

J M Rodwell

1. J M Rodwell THE KORAN p 28
2. Ibid: pp 31-32
3. Ibid: p 33

R Bosworth Smith

1. Smith, R. Bosworth;Mohammed and Mohammedanism 1874 p 276
2. Ibid: p 113
3. Mohammed and Mohammedanism, 2nd edition, Introduction.
4. Ibid: p 262
5. Ibid: p 40
6. Clinton Bennettt; Victorian Images of Islam 1992. P 175
7. Ibid: pp 75-76

Chapter 30

A Sprenger

1. DR. ALOYS SPRENGER, His Life and Contribution to Urdu Language and Literature, Muhammad Ikram Chaghatai
2. The authenticity of Prophetic Hadith: A Pseudo-problem, Wael Hallaq
3. Dictionary of Technical Terms used in the Sciences of the Mussalmans, containing the Logic of the Arabians, Bengal Military Orphan Press,.Calcutta 1854.
4. Development of Hadith, Ghulam Nabi Falahi Sprenger concludes his study of the sunna by saying that in his judgement the sunna is comprised of more true material than false, and that the sira more false than tru. Sprenger, Das Leben und die Lehre des Mohammad, 3:civ
5. Dozy R, Spanish Islam, pp18-19
6. A Sprenger, Life of Muhammad, p 186

BOOKS

- The Gulistân of Sady (Persian, Calcutta 1851)
- The life of Mohammad (Presbyterian Mission Press, Allahabad 1851).
- Dictionary of the technical terms used in the sciences of the musulmans. (Calcutta 1854)
- Ibn Hajar's biographical dictionary of persons who knew Mohammed. (Calcutta 1856)

Marfat.com

T Noldeke

1. Theodor Noldeke, "The Koran", Encyclopædia Britannica, 1893, Volume 16, Adam And Charles Black: Edinburgh, p. 603.
2. Theodor Nöldeke And Fertility In Ancient Egypt M S M Saifullah, Muhammad Ghoniem & 'Abdullah David © Islamic Awareness, November 2005

Chapter 31

Sheldon Amos

1. Sheldon Amos; History and Principles of Civil Law of Rome. P 403
2. Ibid: pp 404-09
3. N J Coulson, A History of Islamic Law, 1964 p 11
4. Ibid: p 33
5. Ibid: p 37
6. bid: p 49
7. Ibid: p 56
8. Coulson, The Genesis of Sharia Law Chapter 1 Qur'anic Lagislation p 12
9. Norman Anderson; Islamic Law in Africa, 1954, p 195

Books by N J Coulson

- Succession in the Muslim Family, 1971
- A History of Islamic Law, 1964
- Conflicts and Tensions in Islamic Jurisprudence, 1969

Books by Norman Anderson

- Islamic Law in Africa, 1954
- Islamic Law in the Modern World, 1959
- Law Reform in the Muslim World, 1976
- Article, Homicide in Islamic Law, 1951

Chapter 32

1. Tamaddun-E-Arab, p 222
2. Ibid: p 223
3. Ibid: p 708
4. Ibid: p 709
5. Ibid: p 710
6. Tamaddun-E-Arab, translation by Molvi S Ali Balgrami, 1997, p 202
7. Ibid: p 202
8. Ibid: p 207
9. Ibid: p 209

10 Ibid: p 216

10. Ibid: p 220
11. Ibid: p 221
12. Tamaddun-E-Arab, translation by Adil Zaeetar, Beirut, pp 141-145

Marfat.com

BOOKS

- The Civilisation of the Arabs 1884
- The Psychology of Peoples 1894

Chapter 33

1. Goldziher, Alaqeeda wal Shariat fil Islam [Arabic translation] Eygpt 1948 p 13
2. Goldziher, Tafseer-E-Islami p 41
3. Source: Article on Goldziher by Molana Saeed Ahmad Akbarabadi, Aligadh, 1982
4. Dr A Q Jeelani, Islam, Muhammad (PBUH) and Orientalists, 2010 edition.
5. Goldziher, article, ''Influence of Persia on Islam''The Religion of the Iranian People p 163
6. Goldziher, Muhammedanische Studien, 1884
7. Goldziher, Muslim Studies vol.11
8. Goldziher, Introduction to Islamic Theology and Law, 'Introduction by Bernard Lewis. 1981
9. Ibid: p3

BOOKS

- Mohammed and Islam (1917)
- Introduction to Islamic Theology and Law [1906]
- Muslim Studies [1888]
- On the History of Grammar among the Arabs
- Short History of Classical Arabic Literature
- The Zahiris: Their Doctrine and Their History, a
- Contribution to the History of Islamic Theology [1884]
- Muhammedanische Studien. Documenta Arabica

Chapter 34

1. The Zaidan Foundation USA
2. Qufti, Eygpt, p32
3. Encyclopaedia 123
4. Encyclopaedia Britannica V 1
5. Abul Farj, Tareekh Mukhtasir Aldowal 1663, London, pp 180-181
6. E. Gibbon. The Decline and Fall of the Roman Empire, 1823
7. M. N. Roy. Historical Role of Islam. 1932
8. Colin Wilson, The Occult- 1984
9. Books by Zaidan 1890: al-Ta'rih al-'Amm (The History of the World). 1901-1906: Ta'rih al-Tamaddun al-Islamii 5 vols. (History of Islamic Civilization) 1907: al-'Arab qabla l-Islam 1910-1913: Ta'rih adab al-luga al-'arabiya 4 vols. (The History of Arabic Literature) Magazine1892-1914: al-Hilal vol. I-XXII 1892: Asir al-Mutamahdi (The Captive of the Mahdi Pretender) 1901: Gadat

Marfat.com

Karbala 1903: Fath al-Andalus 1909: Ahmad ibn Tulun 1910: 'Abd al-Rahman al-Nasir

Chapter 35

1. A J Toynbee; A Study of History. Oxford Press 1957 Vol. 11 p 84
2. Ibid: P 31
3. A Study of History vol. 111 p 473
4. Encyclopedia Brittanica 1988 Vol. Il, page 880
   A Study of History vol. 111 p 470, Sir Thomas Arnold; The Preaching of Islam, Westminister, Archibald, 1896 p.28,

E Brown

- Islam and Orientalism, Seminar 1982 Darul MusannefIn, IndiaCambridge University Library 2011

Professor K A Farooqi

- Islam and Orientalism, Seminar 1982
- A Year Among the Persians (1893)
- A chapter from the history of Cannabis Indica (1897)
- A Literary History of Persia (1908)
- The Persian Revolution of 1905-1909 (1910)
- This list is incomplete.

Chapter 36

1. Gibb, Studies on the Civilization of Islam 1982, p 99-105
2. ibb, The Life of Saladin, 1973 ed. P 32
3. Ibid: p1
   Islam and Orientalism, Seminar 1982, Darul MusannefIn, India
6. Gibb, Muhammedanism, 1962, p2
7. Ibid: p 1
8. Ibid: p 38
9. Ibid: p 35
10. Ibid: 9 24
11. Ibid: p 255

Books

- The Life of Saladin. 1973
- Arabic Literature - An Introduction (1926)
- Ibn Batuta, 1304-1377 (1929)
- Modern Trends in Islam (1947).
- Mohammedanism: An Historical Survey (1949)

Chapter 37

1. M. Mustafa al-Azami's excellent book, On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence
2. An Introduction to Islamic Law 1964, The Origins of Muhammadan Jurisprudence 1950

Marfat.com

3. M. Mustafa Al-Azami, Schacht and Hadith
4. An Introduction to Islamic Law 1964
5. Islam and Orientalism, Seminar 1982

Darul MusannefIn, India

6. An Introduction to Islamic Law. Ed 1982, p3
7. Ibid: p4
8. M. Mustafa Al-Azami, Schacht and Hadith
9. The Origins of Muhammadan Juris.1950. p 3
10. D S Goitien. Studies in Islamic History and Institutions- 1966 p 128
11. Ibid: p131

Books

- An Introduction to Islamic Law
- The Legacy of Islam
- The Origins of Muhammadan Jurisprudence
- A Revaluation of Islamic Traditions.
- MUHAMMADAN JURISPRUDENCE
- The Origins of Muhammadan Jurisprudence. Oxford 1950.

Chapter 38

R Blachere

- Le probleme de Mohamad - Paris, 1952.
- Exercises of classical Arabic, , Paris, 1970.
- In the footsteps of Muhammad, , Paris, 1956.
- Arabic-French dictionary-english 1960
- Le probleme de Mohamad - Paris, 1952.
- Dr Israr Ahmad, Taruf Qu'ran, R.Blachere , op.cit. p.17-18 .

A J Arberry

- Studies in Comparative Religion. The First English Journal on Traditional Studies

Chapter 39

1. Watt,M, Muhammad at Mecca, Introduction
2. Maqalaat-e-Sulaiman, V 2, p 118
3. Watt, M. Muhammad at Mecca
4. Ibid: p 2
5. Ibid: p19
6. Ibid: p23
7. Islam and Orientalism, Seminar 1982, Darul MusannefIn, India
8. Seminar, Syed Wahed-udd-deen
9. Watt, M. Muhammad at Mecca
10. Dr Israr Ahmad, Taruf Quran p 7
11. Ibid: p7-8

Marfat.com

12. Al-Attas, Syed Muhammad Naquib: An Exposition of The Fundamental Elements of The Worldview of Islam, Kuala Lumpur:1995.
13. Ushama, Thameem. Issues in The Study of The Qur`an, Kuala Lumpur: Ilmiah Publisher, 2002.
14. Israr Ahmad Khan, Qur`anic Studies: 2000)
15. Omar Jah, "Al Balagh", Knowledge, Language, Thought & The Civilization of Islam, 2010)
16. Watt, M. Muhammad at Mecca
17. Ibid: p 29
18. Watt, M. Muhammad at Madina pp 419-421
19. Watt, M. Truth in the Religions pp 28-29
20. Obituary William Montgomery Watt. A Christian scholar Richard Holloway The Guardian,

Books by Watt.

- The faith and practice of al-Ghazālī (1953)
- Muhammad at Mecca (1953)
- Muhammad at Medina (1956)
- Muhammad: Prophet and Statesman (1961)
- Islamic Philosophy and Theology (1962)
- Muhammad: Seal of the Prophets
- Islamic Political Thought (1968)
- Islamic Surveys: The Influence of Islam on Medieval Europe (1972)
- The Majesty That Was Islam (1976)
- What Is Islam? (1980)
- Muhammad's Mecca (1988)
- Muslim-Christian Encounters: Perceptions and Misperceptions (1991)
- Early Islam (1991)
- Islamic Philosophy And Theology (1987)
- Islamic Creeds (1994)
- History of Islamic Spain (1996)
- Islamic Political Thought (1998)
- Islam and the Integration of Society (1998)
- Islam: A Short History (1999)
- A Christian Faith For Today (2002)

Chapter 40

J L Africanus

- Louis Massignon, Le Maroc dans les premières années du XVIe siècle. Tableau géographique d'après Léon l'Africain, Algiers 1906: Mémoires de la Société Historique Algérienne, I, p.23
- Pekka Masone; Leo Africanus: The Man with Many Names
- Ibid: p 3

Marfat.com

- Verde, Tom (2008), "A man of two worlds", Saudi Aramco World (January/February 2008):

Enbaqom

- Enbaqom near the start of his book refers to Ahmad Gran using his title of Imam. E. J. Van Donzel pp 169, 171
- Adrian Hastings pp 145-146.
- E. J. Van Donzel p 73

T Bibliander

- Jeremy Norman's From Cave Paintings to the Internet

Hottinger

- Dr Jan Loop; Swiss Orientalists In The Arcadian Library, London
- Ibid:
- Moti Gharib Shojania Eencyclopedea iranica Published: December 15, 2003

Chapter41

Non Muslims and Hajj

1. Thomas Suarez; Early Mapping of Southeast Asia p 79
2. The travels of Ludovico di Varthema 1510 Introduction p 2
3. Ibid: p 25
4. Joseph Pitts, from A True and Faithful Account of the Religion and Manners of the Mohammetans 1704
5. Ibid: Chapter 7, Pilgrimage to Mecca
6. Ibid: Chapter 9, "An Account of the Author's turning Mohammetan, through the barbarous Cruelties and Tortures which he suffered.
7. Bey, Ali; Travels of in Morocco, Tripoli, Cyprus, Egypt, Arabia, Syria, and Turkey: Between the Years 1803 and 1807, London, Longmans, 1816, p. 229.
8. Paul Lunde; The Lure Of Mecca
9. Narrative of the life and adventures of Giovanni Finati, Volume 2
10. www.ancient-egypt.co.uk
11. Spackman, Barbara, University of California, BerkeleyPassing and Posing from Giovanni Finati to Amara Lakhous p 8
12. http://news.bbc.co.uk/ dna/place-lancashire
13. The Rough Guide to Jordan p 265
14. Paul Lunde; The Lure Of Mecca 15. Georgiana M. Stisted; THE TRUE LIFE OF Capt. Sir Richard F. Burton p 67
15. R F Burton; Personal Narrative of a Pilgrimage to El-Medinah and Meccah Vol. 1 p 67
16. Lizette van Hecke; Christiaan Snouck Hurgronje 2004 p 11
17. www.iranicaonline.org
18. Facey, William (2008). "Mayfair to Makkah", Saudi Aramco World, Vol. 59, No. 5, pages 18-23.

Marfat.com

Chapter 42

Dr Brown

www.leveltruth.com

Antoine

1. Robert L. Mack, "Introduction" Arabian Nights' pp. ix-xxiii.
2. Duncan Black MacDonald Ali Baba and the forty thieves" in Arabic from a Bodleian
3. Richard Norton-Taylor guardian Monday 21 September 2009

Chapter 43

Simon

- The Introductio ad linguas orientates (1706) p 2
- Simon Ockley; The History of Saracens p 93
- Kenneth M Setton; Western Hostility to Islam and Prophecies to Turkish Doom, 1992 p 54
- Miguel Casiri; Bibliotheca Arabico- Hispana Escurialensis Madrid, 1760–70
- Samuel Noah Kramer; The Sumerians: Their History, Culture and Character, University of Chicago Press, 1963

Mills

- Philip C Almond; Heretic and Hero Muhammad and the Victorians 1989 p 37
- Garcin de Tassy; Muslim Festivals in India and Other Essays Translated and edited by M. Waseem OUP India
- www.mehdi-azaiez.org
- The 1911 Classic Encyclopedia

Chapter 44

C Ctorrey, W C Tisdall

1. CHARLES C. TORREY Jewish Foundation of Islam' Preface May, 1933
2. İsmail ALBAYRAK; C. C. Torrey's Concept of Qur'an and Its Narratives
3. Ibid: p 140
4. W C Tisdall; Sources of Islam p 11
5. W C Tisdall; Sources of Islam Preface by William Muir
6. Ibid: p 128
7. Ibn Warraq; The Significance Of Non-Muslim Evidence For Koranic Studies
8. Emel Tastekin;Another Look At Orientalism Western iterature In The Face Of Islam. THE UNIVERSITY OF BRITISH COLUMBIA. April 2011]
9. Is The Qur'anic Story Of Solomon & Sheba From The Targum Sheni? Nisar Muhammad, M S M Saifullah & Elias Karim

Marfat.com

10. A. Geiger, Judaism And Islam Translated by F.M. Young, 1896p 161
11. Anderson, Gerald H. Biographical Dictionary of Christian Missions. 1999.
12. Rev. W. Goldsack; THE ORIGINS OF THE QUR'AN page vii

Chapter 45

Thomas Carlyle

1. Thomas Carlyle, On Heroes, Hero-Worship, &The Heroic In History, The Project Gutenberg 2008 EBook
2. Ibid: p 33
3. Philip C Almond; Heretic and Hero Muhammad and the Victorians 1989 P 37
4. Count Henry De casterie; 'Al-Islam' 1896. Maqalat, Allama Shibli Nomani; p 128
5. Ibid: p 130
6. Ibid: pp 133-34

Marfat.com

اسلام اور مغربی دُنیا

ڈاکٹر عبدالکریم شکور

Marfat.com